
سپر جوبلی نمبر ۲۱
دو سر ھیوں کا راز
اے حمید
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk



ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

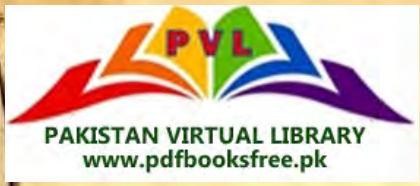
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

99 سیڑھیوں کا راز

از

محمد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ترتیب

- قبرستانی راستہ
- تلے کا اندھا کنواں
- سفید کفن پوش سایہ
- مُردوں کا شہر
- انسانی مغز کھانے والا سانپ
- سیاہ پوش کی موت
- ماریا اُڑنے لگی
- پُراسرار جنازہ
- ناگ، بدرُوح کی تلاش میں
- جہاز کا بھوت
- ننانوے سیڑھیوں کا راز
- انسانی مکڑا
- گورکن کی عجیب کہانی
- کھوپڑی کے چراغ والا گھر

قیمت: -/۱۱ روپے

سرکولیشن مینیجر ادارہ
جلال انور

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ

پہلا ایڈیشن: ۱۹۸۱ء
تعداد: دو ہزار

ناشر مکتبہ اقرأ ۱۳/ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الجدہ پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو،

"ناگ عنبر ماریا کی واپسی" کی پچیسویں قسط کا سلور جوبلی نمبر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں — ملک کے گوشے گوشے سے مجھے اپنے کرم فرما دوستوں کے خط ملتے رہتے ہیں — ان میں عنبر ناگ ماریا اور عمران ریحان ایڈونچرز کی پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے — میرے لیے ان سب کا الگ الگ خط لکھ کر شکریہ ادا کرنا بہت مشکل ہے

میں یہاں اس سلور جوبلی نمبر میں ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ میری سیریز کو پسند کر رہے ہیں میں ان کے لیے محنت لگن اور پوری توجہ سے لکھتا ہوں۔ اکثر کرم فرما دوستوں کی خواہش تھی کہ ناگ عنبر ماریا کی قسط کے صفحے زیادہ نہیں ہوتے اور پڑھنے کے بعد پیاس باقی رہ جاتی ہے۔ اس لیے کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی قسط کے صفحے زیادہ کر دیے جائیں تاکہ ہم اس سے بھرپور لطف اٹھا سکیں؛ چنانچہ میں نے اپنے دوستوں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے ناگ عنبر ماریا سیریز کی پچیسویں قسط کو سلور جوبلی نمبر بنا کر اس کے تین سو صفحے کر دیے ہیں — امید ہے، اسے پڑھنے کے بعد آپ کو تشنگی محسوس نہیں ہوگی کیونکہ آپ کا دل اسے بار بار پڑھنے کو چاہے گا اور آپ اسے بار بار پڑھیں گے —

پچھلی قسط نمبر ۲۴ کے آخری باب میں ہم نے کہانی کو وہاں چھوڑا تھا کہ جہاں ہمارا ہیرو عنبر فرانس کے بدنام زمانہ خونی قلعے کے تہہ خانے سے تابنجر کے مسلمان مجاہد ابوحمزہ کو نکال کر قلعے کی خفیہ سرنگ سے فرار ہوتا ہے — یہ سرنگ آگے جا کر ایک پرانے قبرستان میں نکل آتی ہے۔ جہاں اب کوئی مردہ دفن کرنے نہیں آتا۔ یہاں قبرستان کے نیچے مردوں کا ایک شہر آباد ہے، جس پر ایک ایسی بدروح عورت حکومت کر رہی ہے جس کا آدھا جسم گوشت اور آدھا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے — وہ اپنے باقی آدھے جسم کو زندہ کرنے کے بعد قیامت تک زندہ رہنے کے خواب دیکھ رہی ہے۔ جس کے لیے اسے ایک ایسے سانپ کی تلاش ہے جو ایک ہزار سال سے زندہ ہو۔ یہ سانپ سوائے ناگ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا، لیکن ابھی عنبر اپنے مسلمان مجاہد ابوحمزہ کے ساتھ قلعے کی خفیہ سرنگ سے نکل کر قبرستان میں داخل ہوا ہے اور اس نے اس آدھی زندہ اور آدھی مردہ عورت کی ایک ڈراؤنی جھلک دیکھی ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے، یہ آپ اپنے سلور جوبلی نمبر کا ورق الٹ کر خود پڑھیے اور کہانی کی پراسرار فضاؤں میں گم ہو جائیے —

انشاء اللہ عمران سیریز اور جاسوسی ایڈونچر سیریز کی بھی پچیسویں قسط سلور جوبلی نمبر ہو گی اور اس میں بھی آپ کی دلچسپی کے لیے جاسوسی ایڈونچر، مہم جوئی اور سسپنس اپنے عروج پر ہو گا۔ میں ایک بار پھر آپ سب کی پسندیدگی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

رحمانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قبرستانی راستہ

عنبر کا جسم پتھر کی طرح ٹھنڈا ہو گیا —

آدھی لاش عورت مسکرائی — اس کے دانت بجنے کی آواز آئی۔

ابوحمزہ چیخ مار کر بھاگ گیا — عنبر نے لاش عورت کا ہاتھ جھٹک دیا اور تیزی سے قبرستان کے دروازے سے باہر نکل آیا۔ قبرستان میں سے اس لاش عورت کی آواز اس کا پیچھا کرتی رہی۔

عنبر نے ابوحمزہ کو آواز دی — وہ ایک جگہ لمبی گھاس میں چھپا ہوا تھا — عنبر نے اُسے تسلی دی اور کہا کہ وہ کوئی بدروح تھی، بھاگ گئی ہے — ابوحمزہ نے ماتھے کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا:

"اس قسم کی بدروح میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھی ہے۔ میرے اللہ، کس قدر بھیانک تھا اُس کا چہرہ — اور تم کیسے آرام سے کھڑے اُسے تک رہے تھے — مجھے تو تم بھی کوئی جن بھوت لگتے ہو —"

عنبر ہنس دیا،

"شاید میں بھی جن ہوں —"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر وہ ابوحمزہ کا بازو تھام کر بولا:

"چلو اب یہاں سے نکل چلیں — کہیں وہ بدروح پھر ہمارے پیچھے نہ آجائے۔"

رات ٹھنڈی یخ اور اندھیری تھی — درختوں کے جھنڈوں کے نیچے تو بہت زیادہ اندھیرا تھا — انہیں دُور دریا چمکتا نظر آیا —

"وہ دریائے سین بہہ رہا ہے۔" عبنر نے کہا۔

ابوحمزہ نے دریا کی طرف دیکھ کر گہرا سانس لیا اور کہا:

"اس دریا کو دیکھنے کے لیے میں ترس گیا تھا۔ قلعے کے اذیت گھر میں چھ ماہ سے قید تھا — اگر تم میری مدد کو نہ آتے تو خدا جانے یہ فرانسیسی جلاّد میرا کیا حشر کرتے — انہوں نے ہمارے کئی مسلمان مجاہدوں کے سر قلم کیے ہیں۔ ان کے گھروں کو آگ لگائی ہے۔ ان کے ماں باپ بہن بھائیوں کو پھانسیوں پر چڑھایا ہے۔ میری ایک ہی بہن ہے زبیدہ — وہ خود بھاگ کر مجاہدین کے ساتھ شامل ہوگئی تھی۔"

دریا پر پہنچ کر عبنر نے پوچھا کہ اب انہیں دریا کے ساتھ ساتھ چلنا چاہیے یا دریا پار کرنا ہوگا — ابوحمزہ پیرس شہر کے سارے علاقوں سے اچھی طرح واقف تھا — وہ اگرچہ تاتاری میں مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا تھا، مگر اس نے زندگی کا زیادہ حصہ پیرس میں گزارا تھا — اور اسی شہر سے اس نے اسلامی مجاہدین کی

انقلابی سرگرمیاں شروع کی تھیں — اس نے عبنر سے کہا:

"ہم دریا پار نہیں کریں گے، بلکہ دریا کے ساتھ ساتھ دوسرے پُل تک جائیں گے — دوسرے پُل سے ایک راستہ ہمارے خفیہ ٹھکانے کی طرف ہمیں لے جائے گا۔"

رات کے تین بج رہے تھے — نوتردے ڈیم کے گرجا گھر میں ابھی ابھی تین بار گھنٹا بجا تھا — ابوحمزہ نے کہا:

"رات کے تین بج چکے ہیں — ہم ایک گھنٹے کے اندر اندر رات کے اندھیرے میں ہی اپنے خفیہ ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے — یقین نہیں آتا کہ میں قلعے سے فرار ہو کر آرہا ہوں — اس ظالم قلعے سے آج تک کوئی قیدی فرار نہیں ہو سکا — یہ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے عبنر۔"

عبنر نے کہا:

"میں نے اپنا اسلامی فرض ادا کیا ہے۔ مجھے تمہارے ملک کے اسلامی مجاہدوں کی تحریک سے دلی ہمدردی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تمہارا اسلامی ملک ان کافروں کی غلامی سے آزاد ہو۔"

ابوحمزہ بولا:

"میری بہن زبیدہ مجھے دیکھ کر کس قدر خوش ہوگی، اُسے تو یقین نہیں آئے گا کہ میں قلعے سے فرار ہو کر آگیا ہوں۔"

دریا خاموشی سے بہہ رہا تھا — دریا کا دوسرا پُل ابھی تک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دُھند میں چھپا ہوا تھا — ابوحمزہ نے کہا:

"اگر ہمارے پاس گھوڑے ہوتے تو ہم جلدی پہنچ جاتے۔ ذرا تیز چلو دوست، اس علاقے میں رات کو پہرے دار گشت کیا کرتے ہیں۔"

کافی دیر دریا کنارے گیلی زمین پر چلنے کے بعد انہیں دوسرے پُل کا سیاہ خاکہ سفید دھند کے پیچھے اُبھرتا دکھائی دیا۔ ابوحمزہ نے کہا:

"وہ پُل جو سامنے نظر آنے لگا ہے۔ ہمیں اس کے نیچے سے گزر کر دریا کے کنارے کنارے ہمیں ایک سرائے کی دیوار تک جانا ہوگا — وہاں سے ایک راستہ پیرس کی ایک پراسرار گلی میں جاتا ہے۔ بس اسی گلی کے ایک مکان کے نیچے ہمارا تہہ خانہ ہے۔"

رات ڈھلتی گئی اور وہ باتیں کرتے پیرس کی رات کے ٹھنڈے اندھیرے اور دھند میں دریائے سین کے پُل کے نیچے پہنچ گئے۔ پُل کے نیچے گیلی ریت میں پاؤں دھنستے تھے — وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر دریا کے کنارے پر آ گئے — یہ لمبا کنارا تھا جس کے کنارے چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں اگی تھیں۔ اندھیرے میں یہ جھاڑیاں چڑیلیں لگتی تھیں، جو دریا کے کنارے قطار بنا کر بیٹھی ہوں۔ وہ دونوں خاموش تھے۔ ابوحمزہ آگے آگے چل رہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد پرانی سرائے کی چھوٹے پتھروں سے بنی ہوئی دیوار آ گئی۔

اس دیوار پر جگہ جگہ جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اس لمبی دیوار کے پیچھے کی طرف ایک جگہ سے پتھر ٹوٹے ہوئے تھے اور ایک سوراخ بن گیا تھا — ابوحمزہ اس سوراخ میں سے جھک کر گزر گیا — عنبر اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

اب وہ ایک تنگ و تاریک گلی میں تھے جس کے کونے میں لگا چربی کے تیل والا لیمپ بڑی مشکل سے جل رہا تھا اور بجھنے ہی والا تھا — اس کی لَو ڈوب رہی تھی اور روشنی ساری گلی میں سے سمٹ کر لیمپ کے پاس آ گئی تھی — وہ گلی کے کونے کی دیوار میں ٹنگے اس لیمپ کے نیچے سے گزر کر ایک موڑ گھوم گئے۔ اندھیرے میں وہ سایوں کی طرح آگے بڑھ رہے تھے۔ مکانوں کی کھڑکیاں بند تھیں — ڈیوڑھیوں میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا اور رات کو بھونکنے والے کتے بھی سو گئے تھے۔

ایک لکڑی کے چھوٹے سے دروازے والے مکان کے پاس کھڑے ہو کر ابوحمزہ نے دروازے پر تین بار ایک خاص انداز سے انگلی ماری — اندر سے کوئی جواب نہ آیا — ابوحمزہ نے دو تین بار دروازے پر خاص انداز میں دستک دی — کسی نے دروازہ نہ کھولا — ابوحمزہ نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"معلوم ہوتا ہے، ہمارے ساتھی مجاہد گہری نیند سو رہے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے دروازے کو کندھے سے دھکا دیا۔ دروازے کی کنڈی اندر کی جانب سے ٹوٹ کر گر پڑی —

اندر ڈیوڑھی میں اندھیرا تھا — ابوحمزہ عنبر کو ساتھ لے کر ایک جگہ سے سیڑھیاں اُتر کر نیچے خفیہ ٹھکانے میں آ گیا۔ یہاں دیوار کے ساتھ ایک مشعل جل رہی تھی — اس کی روشنی میں انہوں نے جو منظر دیکھا، اس سے ابوحمزہ کی چیخ نکل گئی۔ فرش پر اسلامی مجاہدین کی چھ سات لاشیں پڑی تھیں۔ ان سب کی گردنیں کٹی ہوئی تھیں اور سر تربوزوں کی طرح ادھر ادھر پڑے تھے۔ فرش پر خون ہی خون تھا — ان میں ابوحمزہ کی بہن زبیدہ کی لاش اور سر کہیں نہیں تھا —

ابوحمزہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا —

"معلوم ہوتا ہے، فرانسیسی کتوں نے چھاپا مارا تھا — لیکن میری بہن زبیدہ کہاں ہے؟ میرے شامی دوست عبداللہ کی لاش کہیں نظر نہیں آتی۔"

عنبر نے کہا:

"سوال یہ ہے کہ اندر سے دروازہ کس نے بند کیا تھا؟"

ابوحمزہ نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا — پھر جلدی سے تہ خانے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا۔ اس نے ڈیوڑھی کے اندھیرے میں جھک کر دیکھا۔ اس کے جانثار مسلمان پہرے دار مجاہد

کی لاش دروازے کے ایک جانب دیوار کے ساتھ پڑی تھی۔ ابوحمزہ اس پر جھک گیا۔ لاش کا دل آہستہ آہستہ دھڑک رہا تھا —

"یہ زندہ ہے ابھی —"

پھر اس نے پہرے دار مجاہد کے کان میں اُسے آواز دی:

"ثوبان، ثوبان، کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"

شدید زخمی ثوبان نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھول کر ابوحمزہ کو دیکھا — اس کے خشک ہونٹوں پر موت کی سفیدی چھا رہی تھی۔ اس نے کہا:

"ابوحمزہ، وہ لوگ اچانک آ گئے — تلواریں چلیں۔ ساتھی شہید ہو گئے —"

ابوحمزہ نے پوچھا:

"میری بہن زبیدہ اور عبداللہ کہاں ہیں؟"

زخمی ثوبان نے کہا:

"انہیں شاہی فوج پکڑ کر لے گئی ہے — تمہارے — تمہارے جانے — جانے کے بعد انہوں نے شادی کر لی تھی اور تمہارا انتظار کرتے تھے — شاہی فوج نے سب کو شہید کر دیا۔ سب کو — میں گر پڑا تھا — گر پڑا تھا —"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور اس کے ساتھ ہی ٹوبان کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ وہ شہید ہو چکا تھا — شاید وہ ابوحمزہ کو اس کی بہن زبیدہ کے بارے میں یہ باتیں بتانے کے لیے ہی زندہ تھا۔ ابوحمزہ سر جھکائے خاموش بیٹھا رہا —

"وہ لوگ میری بہن اور اس کے شوہر کے ساتھ بڑا گھناؤنا سلوک کریں گے۔ وہ اُن سے ہماری تحریک اور دوسرے ساتھیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کریں گے اور انہیں بڑی اذیت دیں گے۔ مجھے ان کی مدد کرنا ہوگی۔"

اور ابوحمزہ اُٹھ کھڑا ہوا — عنبر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"میرے دوست، اس وقت جذبات کی نہیں، عقل کی ضرورت ہے — تم ابھی ابھی کافروں کی قید سے نکل کر آ رہے ہو — اگر پھر اُدھر گئے تو پکڑے جاؤ گے۔"

ابوحمزہ نے کہا:

"لیکن میں اپنی بہن کو ان ظالموں کے پنجے سے ہر حالت میں چھڑانا چاہتا ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"میں بھی یہی چاہتا ہوں، لیکن اس کے لیے ہمیں جذبات سے نہیں، عقل سے کام لینا ہوگا — ہمیں ٹھنڈے دل سے

سوچ کر ایک منصوبہ بنا کر اُس پر عمل کرنا ہوگا۔"

ابوحمزہ عنبر کو ساتھ لے کر تہہ خانے میں آ گیا — انہوں نے وہاں ایک گڑھا کھود کر لاشوں کی نماز جنازہ پڑھی اور سب کو وہاں دفن کر دیا — اس دوران میں صبح ہو گئی تھی — عنبر نے کہا:

"یہ جگہ فرانسیسی سپاہیوں کی نظر میں ہے۔ صبح انہیں پتا چل جائے گا کہ تم قلعے سے فرار ہو چکے ہو — وہ سیدھا یہاں تمہیں تلاش کرتے آئیں گے — اس لیے ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے — مجھے بتاؤ، کیا کوئی ایسی خفیہ جگہ تمہارے پاس ہے جہاں تم پناہ لے سکو۔"

ابوحمزہ نے کچھ سوچ کر کہا:

"ایک مصری خانہ بدوش عورت ہمارے لیے کام کرتی ہے۔ وہ پیرس سے باہر ایک جنگل میں رہتی ہے۔ لُبابہ اس کا نام ہے۔ اگر ہم اس کے پاس چلے جائیں تو وہ مجھے چھپا سکتی ہے۔ مگر میں کب تک چھپا رہوں گا — اتنی دیر میں وہ لوگ میری بہن کو اذیت دے دے کر ہلاک کر ڈالیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"کم از کم کوئی انقلابی قدم اٹھانے تک تو تمہیں خانہ بدوش عورت کے پاس ہی چھپ کر رہنا ہوگا — چلو، اب یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے نکل چلو — کوئی پتا نہیں — شاہی فوج کے سپاہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھوڑے دوڑاتے ادھر آ رہے ہوں۔"

وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ انہیں دُور گلی کے پتھریلے فرش پر گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔

ابو حمزہ نے کہا:

"وہ لوگ آ گئے ہیں۔ بھاگ چلو۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ عنبر۔"

وہ خفیہ مکان کی ڈیوڑھی سے نکل کر گلی کے ایک طرف بھاگے۔ دن نکل آیا تھا مگر تنگ گلی میں اتنی روشنی نہیں آتی تھی۔ مکانوں کے چھجے آگے کو جھکے ہوئے تھے جس کی وجہ سے گلی میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز گلی میں آ گئی۔ جونہی ابو حمزہ اور عنبر گلی کا موڑ گھومے، فرانسیسی سپاہی گھوڑے دوڑاتے گلی میں داخل ہو گئے۔ ایک سپاہی نے عنبر اور ابو حمزہ کو موڑ گھومتے دیکھ لیا تھا۔ وہ تلوار لہراتا ان کے پیچھے گھوڑا لے کر لپکا۔ عنبر اور ابو حمزہ نے اپنے پیچھے گھوڑسوار دیکھا تو ایک حویلی میں داخل ہو گئے۔ یہ بے آباد حویلی تھی۔ گھوڑسوار بھی حویلی میں آ گیا۔ ابو حمزہ کو عنبر نے سیڑھیوں کے اوپر بھجوا دیا اور خود دروازے کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ گھوڑسوار دروازے پر آ کر گھوڑے سے اُتر آیا۔

عنبر کو جو کچھ کرنا تھا، جلدی کرنا تھا، کیونکہ وقت نہیں تھا۔ اس گھوڑسوار کے ساتھی بھی وہاں آ سکتے تھے۔ اتنے زیادہ

سپاہیوں سے ابو حمزہ کو بچانا عنبر کے لیے مشکل ہو سکتا تھا۔ عنبر نے جان بوجھ کر دروازے کو کھٹکھٹایا۔ گھوڑسوار سپاہی تلوار لہراتا ہوا چھلانگ لگا کر دروازے پر آ گیا۔ اس نے پاؤں مار کر دروازے کو کھول دیا۔ عنبر بھی یہی چاہتا تھا۔ سامنے عنبر کھڑا تھا۔ گھوڑسوار سپاہی نے عنبر پر تلوار ماری۔ عنبر نے آگے بڑھ کر فرانسیسی زبان میں سپاہی سے کہا:

"اُلو کی دم، اپنی جان نہ گنوا اور یہاں سے واپس بھاگ جا اور کسی سے ہمارا ذکر نہ کرنا۔ جا میں تمہیں کچھ نہیں کہتا۔"

مگر وہ فرانسیسی سپاہی فرانس کے شاہی خاندان کے جھوٹے کھانے کھا کھا کر موٹے پلے ہوئے دماغ میں عنبر کی بات نہ آ سکی۔ اُس نے عنبر پر تلوار کا دوسرا وار کیا۔ اب یہ لکھنے کی ہم ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ دوسرا وار کرنے کے لیے وہ فرانسیسی سپاہی زندہ نہیں تھا۔

عنبر نے ابو حمزہ کو آواز دی:

"یہاں سے نکلو ابو حمزہ۔"

ابو حمزہ سیڑھیوں سے نیچے آ گیا۔ وہ دونوں سپاہی کے گھوڑے پر سوار ہو کر گلیوں گلی فرار ہو گئے۔ یہ گلیاں ویران تھیں۔ یہاں ایسے غریب لوگ رہتے تھے جو ابھی تک گندے مندے کپڑوں کے اندر پھٹے ہوئے لحاف اوڑھے سو رہے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے خاص طور پر یہ بات دیکھی کہ پیرس میں غریبی بڑی زبردست تھی — یا تو لوگ بہت امیر تھے اور یا بہت غریب اور کوڑے کرکٹ سے چیزیں ڈھونڈ کر کھاتے تھے۔ شاید سماج کی یہی اونچ نیچ بعد میں انقلاب فرانس کی وجہ بنی، جس نے پیرس کی گلیوں میں خون کی ندیاں بہا دیں۔

سورج سرد دھند میں چھپا ہوا تھا — سردی بہت سخت تھی۔ پیرس کے گلی کوچے سردی میں ٹھٹھر رہے تھے — دھند اتنی زیادہ تھی کہ دس پندرہ گز سے آگے کی شے نظر نہ آتی تھی۔ ابو حمزہ عنبر کو لے کر گھوڑا دوڑاتا شہر سے باہر نکل آیا — اس کا اس طرح کھلے بندوں پھرنا ٹھیک نہیں تھا — سپاہی اس کی تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہے تھے — وہ کسی وقت بھی گرفتار کیا جا سکتا تھا — اس بات کا ابو حمزہ کو احساس تھا؛ چنانچہ وہ تیز تیز گھوڑا دوڑاتا جنگل کی طرف دھند میں اڑا جا رہا تھا — اس زمانے میں پیرس کے شہر کے باہر گھنا جنگل ہوا کرتا تھا — اس جنگل میں درندے تو بہت کم ہوتے تھے، مگر چور ڈاکو ضرور راتوں کو آ کر چھپ جایا کرتے تھے — اس جنگل میں اونچے اونچے درخت تھے جو چھتریوں کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ یہ درخت ساتھ ساتھ آگے ہوئے تھے۔ ان کی شاخیں ایک دوسری میں پھنسی ہوئی تھیں۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی ابو حمزہ نے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور دونوں پیدل

چلنے لگے۔ کافی پیچ دار پگ ڈنڈیوں سے گزر کر ایک جگہ درختوں کے درمیان چٹان کی اوٹ میں ایک جھونپڑی بنی ہوئی تھی — ایک موٹی عورت نیلے پیلے رنگ کا فراک پہنے سر پر سرخ رومال باندھے لکڑیاں اکٹھی کر رہی تھی۔ اس کے کانوں میں پیتل کی بالیاں تھیں۔

ابو حمزہ نے عنبر سے کہا کہ یہی خانہ بدوش عورت بُابہ ہے۔

اس عورت نے ابو حمزہ کو دیکھا تو اس سے لپٹ گئی۔

"موسیو، سینور، بونی دُو"

پھر عنبر کی طرف شک کی نگاہوں سے دیکھ کر بولی:

"یہ سینور کون ہے؟"

ابو حمزہ نے عنبر کے بارے میں اسے بتایا کہ وہ ان کی تحریک مجاہدین کا بے حد ہمدرد ہے اور ان کی خاطر کئی بار اپنی جان خطرے میں ڈال چکا ہے — خانہ بدوش عورت بڑے غور سے عنبر کو دیکھ رہی تھی — یہ عورت فال بھی نکالتی تھی اور ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر قسمت کا حال بھی بتاتی تھی۔ اس نے ابو حمزہ سے کہا:

"سپاہی تمہارے پیچھے لگے ہوں گے — آؤ پہلے تمہیں چھپا دوں"

بُابہ انہیں چٹان کے اوپر لے گئی — یہاں گھنی جھاڑیوں کے بیچ میں ایک کھلی جگہ تھی — یہاں بُابہ نے دری بچھا کر بچھا دی — اس نے عنبر اور ابو حمزہ کے آگے پانی اور جنگلی پھل اور روٹی لا کر رکھ دی — ابو حمزہ نے اسے بتایا کہ سپاہیوں نے ان کے خیمے ٹکا لے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر چھاپا مار کر تمام مجاہدین کو شہید کر دیا ہے اور وہ بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگ آئے ہیں۔

خانہ بدوش لُبابہ نے کہا:

"قلعے سے تمہارا بھاگ آنا ایک معجزے سے کم نہیں۔ تمہاری بہن اور عبداللہ مجاہد کا سُن کر دل کو دُکھ ہوا۔ ظالم فرانسیسی ان کے ساتھ وحشیوں ایسا سلوک کریں گے۔"

ابوحمزہ نے کہا:

"لُبابہ، میں اپنی بہن اور اس کے خاوند کو ہر قیمت پر چھڑانا چاہتا ہوں۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

لبابہ نے کہا:

"یہ سوچ کر ہی بتایا جا سکتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اب پیرس میں کوئی مسلمان مجاہد نہیں جو تمہاری مدد کر سکے۔ اس لیے میری رائے تو یہی ہے کہ تم واپس اپنے وطن تابخیر چلے جاؤ اور وہاں سے تازہ دم مجاہدین گوریلے لے کر پیرس میں آؤ اور اپنی بہن کو چھڑانے کی کوشش کرو۔"

عنبر نے کہا:

"اس دوران میں تو فرانسیسی زبیدہ اور اس کے خاوند کو ہلاک کر چکے ہوں گے۔"

لُبابہ نے گذرے اُچکا کر کہا:

"یہ تو ہے، پھر اور کیا کیا جا سکتا ہے۔ کوئی دوسرا راستہ بھی تو نہیں ہے۔ کیا تم قلعے میں جا کر زبیدہ کو چھڑا سکتے ہو؟"

عنبر نے خانہ بدوش عورت کی طرف گہری نظر سے دیکھ کر کہا:

"چھڑا سکتا ہوں۔ مگر اس میں زبیدہ کی زندگی کو خطرہ ہے۔"

خانہ بدوش عورت لُبابہ نے کہا:

"یہی تو بات ہے، نہ صرف زبیدہ بلکہ تمہاری زندگی بھی خطرے میں ہوگی۔ وہ لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"خیر یہ تو تم نہ کہو۔ میری زندگی کو ابھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

ابوحمزہ پریشان تھا۔ اُس نے کہا:

"ان باتوں کو چھوڑو۔ سب سے پہلے تو ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ زبیدہ اور عبداللہ کو ان لوگوں نے قلعے میں کس جگہ رکھا ہے۔ باقی میں یہاں سے تابخیر اکیلا کیسے چلا جاؤں! مجھے زبیدہ کی فکر رہے گی۔"

لُبابہ نے کہا:

"یہاں تمہاری زندگی سخت خطرے میں ہے اور تم اکیلے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تمہارا یہاں رہنا بے کار ہے۔ واپس وطن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاکر تم اپنی طاقت کو پھر سے اکٹھا کر سکتے ہو اور نئے مجاہدے کر یہاں آ سکتے ہو۔"

عنبر نے ابوحمزہ سے کہا:

"لُبابہ ٹھیک کہہ رہی ہے — میری بھی رائے یہی ہے کہ تم جس طرح بھی ہو سکے واپس چلے جاؤ — میں زبیدہ اور عبداللہ کو کسی نہ کسی طرح یہاں سے نکال کر تمہارے پاس بھیج دوں گا۔"

ابوحمزہ نے کہا:

"تم اکیلے اتنا بڑا خطرہ کیسے مول لے سکتے ہو؟"

عنبر بولا:

"تم کچھ کچھ میری طاقت سے واقف ہو چکے ہو — کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

ابوحمزہ خاموش ہو گیا — اس نے عنبر کی طاقت کی ایک آدھ جھلک دیکھ لی تھی۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ ابوحمزہ واپس وطن جاکر مجاہدین کے ساتھ مل کر تحریک کو نئے سرے سے شروع کرے گا — خانہ بدوش عورت نے ان کے آگے گرم گرم قہوہ لاکر رکھا — ابوحمزہ نے کہا:

"اماں، ذرا عنبر کا ہاتھ تو دیکھو۔ اس کی لکیریں کیا کہتی ہیں کیا یہ زبیدہ اور عبداللہ کی جان بچانے میں کامیاب ہو سکے گا؟"

خانہ بدوش عورت نے عنبر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور

اس کی لکیروں کو دیکھنے لگی — عنبر کی لکیریں دیکھ کر وہ چونک پڑی۔ کبھی لکیروں کو ادھر سے دیکھتی، کبھی ادھر سے دیکھتی۔ کبھی عنبر کا چہرہ تکنے لگتی — اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی تھیں۔ ابوحمزہ نے پوچھا:

"کیا کوئی خاص بات ہے اماں؟"

خانہ بدوش عورت لُبابہ نے کہا:

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا — ایسی لکیریں میں نے اپنی زندگی میں کسی آدمی کی نہیں دیکھیں۔"

ابوحمزہ نے پوچھا:

"تم یہ بتاؤ کہ عنبر کامیاب ہوگا کہ نہیں؟"

لُبابہ بولی:

"لکیریں کہہ رہی ہیں کہ یہ کامیاب ہوگا، لیکن ایک بات بڑی عجیب ہے۔ اس کی زندگی کی لکیر اتنی لمبی ہے کہ معلوم ہوتا ہے یہ ہزاروں سال تک زندہ رہے گا جو ایک ناممکن بات ہے۔"

عنبر نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا:

"اس دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے۔"

خانہ بدوش عورت کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ کوئی پُراسرار شخص ہے — وہ خاموش ہو گئی اور قہوہ پینے لگی — رات کو ابوحمزہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے خانہ بدوشوں کا بھیس بدلا اور کُبابہ کی گھوڑا گاڑی میں بیٹھ کر عنبر کے ساتھ فرانس کی سرحد کی طرف روانہ ہو گیا — دو دن تک جنگلوں میں سفر کرنے کے بعد آخر وہ سرحد پر پہنچ گئے اور وہ سرحد پار کر گیا — فرانس سے نکلتے ہوئے ابوحمزہ نے عنبر کو تاکید کی اور وعدہ لیا کہ وہ اس کی بہن زبیدہ اور عبداللہ کو قلعے سے نکالنے کی پوری کوشش کرے گا — عنبر نے اسے یقین دلایا کہ وہ اپنی جان خطرے میں ڈال کر زبیدہ اور عبداللہ پر آنچ نہیں آنے دیگا۔ ابوحمزہ اپنے وطن کو روانہ ہو گیا۔

عنبر خانہ بدوش عورت کے ساتھ واپس پیرس کے قریبی جنگل میں آ گیا — اُسے یقین تھا کہ مسلمان مجاہدہ زبیدہ اور اس کا خاوند بسٹائل کے خونی قلعے میں ہی کسی تہہ خانے میں بند ہوں گے۔ قلعے کے اندر ایک ہی خفیہ راستہ اُسے معلوم تھا اور وہ آسیبی قبرستان سے جاتا تھا۔ جس قبرستان میں اس نے آدھی زندہ آدھی مردہ عورت کی لاش کو دیکھا تھا — کتنی بھیانک تھی وہ مردہ عورت اس کے جسم کا ایک حصّہ بالکل ٹھیک اور زندہ انسانوں ایسا تھا جبکہ دوسرے حصے کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں، ایک آنکھ بالکل درست تھی اور دوسری آنکھ میں سوراخ تھا اور کھوپڑی ننگی دکھائی دے رہی تھی۔

عنبر نے آخر یہی فیصلہ کیا کہ وہ قبرستان والے راستے سے

ہی قلعے میں ایک بار پھر داخل ہو کر زبیدہ کا پتا چلانے کی کوشش کرے گا — اس نے خانہ بدوش عورت سے جب اس قبرستانی راستے کا ذکر کیا تو خانہ بدوش عورت کے رونگٹے کھڑے ہو گئے — اس نے عنبر سے کہا:

"کیا تم اس قبرستان میں رات کو گئے ہو؟"

عنبر نے اسے بتایا کہ وہ اسی راستے سے ابوحمزہ کو نکال کر لایا تھا اور اُس نے رات کو قبرستان میں ایک عورت کی لاش دیکھی تھی جو سیاہ لباس میں قبروں کے درمیان گھوم رہی تھی —

"اس نے مجھے آواز بھی دی تھی۔ اس کا آدھا جسم ٹھیک تھا اور باقی آدھا جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا — وہ خوبصورت عورت تھی مگر اس سے زیادہ ڈراؤنی عورت بھی میں نے آج تک نہیں دیکھی کہ جس کا آدھا چہرہ، ایک بازو، ایک ٹانگ بالکل ٹھیک اور صحت مند ہو مگر چہرے کا دوسرا آدھا حصہ کھوپڑی ہو۔ ایک بازو اور ایک ٹانگ ہڈیوں کا ڈھانچا ہو۔"

خانہ بدوش عورت کُبابہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے عنبر کو تک رہی تھی۔

"کیا تم زندہ بچ کر آ گئے تھے؟"

عنبر مسکرایا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں تمہارے پاس بیٹھا ہوں — اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے میری زندگی کا — مگر تم اتنی پریشان کیوں ہو۔ کیا وہ کوئی چڑیل تھی ؟"

لُبابہ نے کہا :

"تم نہیں جانتے — پیرس کا یہ پُرانا قبرستان ایک بہت بڑا راز ہے جہاں مُردے چلتے پھرتے کام کاج کرتے ہیں — اس مُردوں کے شہر پر اس عورت کی حکومت ہے جس کی لاش تم نے دیکھی تھی — یہ لاش آدھی رات کو قبروں میں گھومتی ہے اور بھولے بھٹکے مسافر کو اُٹھا کر قبروں کے نیچے اپنے مُردوں کے شہر میں لے جاتی ہے — پھر وہ انسان کبھی کسی کو دکھائی نہیں دیتا —"

عنبر نے پوچھا :

"تمہیں یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہوئیں ؟"

خانہ بدوش لُبابہ کہنے لگی :

"میں جپسی عورت ہوں اور تھوڑا بہت جادو ٹونہ جانتی ہوں۔ میں بد روحوں کو دیکھ لیتی ہوں اور مجھے ان کے حالات کا علم ہو جاتا ہے — اس لیے اس قبرستان کے نیچے آباد مُردوں کے شہر کے بارے میں معلومات رکھتی ہوں۔"

عنبر نے کہا :

"لیکن مجھے تو اسی راستے سے قلعے میں داخل ہو کر زبیدہ اور عبداللہ کو واپس لانا ہوگا !"

لُبابہ کہنے لگی :

"تو پھر کوشش کرنا کہ تم دن کے وقت واپس قبرستان سے گزرو۔"

رات گزر گئی۔ دوسرے دن صبح کو عنبر نے خانہ بدوش عورت سے اجازت لی اور شہر پیرس کے پرانے آسیبی قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا — وہ آدھی رات کو سرنگ کے راستے قلعے میں داخل ہونا چاہتا تھا — اس نے جو قلعے کے سپاہی کی وردی پہن رکھی تھی وہ وردی اس نے دوبارا پہن لی۔ بندوق اس کے پاس نہیں تھی — وہ واپسی پر ہی کہیں گر گئی تھی۔ جب شام ہو گئی تو وہ قبرستان کے شکستہ دروازے سے گزر کر قبروں کے درمیان آ گیا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قلعے کا اندھا کنواں

قبرستان میں شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔

ٹنڈ منڈ بدصورت درختوں پر سرد خاموشی تھی۔ بڑی ٹھنڈی برفیلی ہوا چل رہی تھی۔ عنبر کو چونکہ نہ سردی لگتی تھی اور نہ گرمی محسوس ہوتی تھی۔ اس لیے وہ بڑے سکون کے ساتھ قبرستان کی پگ ڈنڈی سے گزر کر خفیہ سرنگ کی طرف چل پڑا۔ بدروح لاش کے نکلنے کا وقت ابھی نہیں ہوا تھا۔ کئی قبریں اُسی طرح کھلی ہوئی تھیں اور اُن کے اندر جگہ جگہ مُردوں کی ہڈیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ عنبر قبروں میں گزرتا چلا گیا۔ آخر سُرنگ کا خفیہ منہ دکھائی دینے لگا۔ عنبر خدا کا نام لے کر سُرنگ میں داخل ہو گیا۔ وہ اس سُرنگ سے پہلے بھی گزر چکا تھا۔ سُرنگ میں اندھیرا تھا۔ عنبر اندھیرے میں ہی اندازے کے ساتھ آگے بڑھتا چلا گیا۔

جب سُرنگ ختم ہوگئی تو وہ پیرس کے خونی قلعے بشائیل میں داخل ہو چکا تھا۔ قلعے کی دیوار کے ساتھ ساتھ گھنی جھاڑیاں اُگی

ہوئی تھیں۔ یہاں ایک جگہ چھپ کر وہ رات کا اندھیرا ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اگرچہ اس نے قلعے کے سپاہی کی نیلی وردی اور نیلی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ پھر بھی وہ چاہتا تھا کہ اندھیرے میں باہر نکل کر قلعے کے اس علاقے میں جائے جہاں ہاتھیوں کے لیے ڈھلانی راستہ بنایا گیا تھا اور جس کے نیچے جا کر تہہ خانوں کو راستہ جاتا تھا۔

قلعے میں جگہ جگہ دیواروں پر مشعلیں جل رہی تھیں۔ دُور محل میں بھی فانوس جگمگانے لگے تھے۔ جب اندھیرا خوب گہرا ہوگیا تو عنبر جھاڑیوں سے نکل کر اس طرح قلعے کی طرف بڑھا، جیسے وہ پہرہ دے رہا ہو، مگر اس کے پاس بندوق نہیں تھی۔ یہ ایک کمزوری تھی جو پکڑی جا سکتی تھی۔ اس نے سوچ لیا کہ وہ کہہ دے گا کہ بندوق خراب ہوگئی تھی۔ اُس نے جمع کرا دی ہے۔

وہ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا اس جگہ پر آ گیا، جہاں ہاتھیوں کا ڈھلانی راستہ نیچے جاتا تھا۔ یہاں اُسے ایک سپاہی اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔ عنبر کو اس نے دیکھ لیا تھا۔ وہ اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا تھا۔ قریب آ کر سپاہی نے عنبر سے پوچھا کہ تمہاری بندوق کہاں ہے؟

عنبر نے وہی جواب دیا جو اس نے سوچ رکھا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سپاہی بولا :

" اگر بندوق خراب ہو تو دوسری مل جاتی ہے — تم کون ہو — آج رات کا خفیہ لفظ کیا ہے ؟"

یہ بڑی مصیبت تھی — اسے اُس رات کا خفیہ لفظ معلوم نہیں تھا — اب ایک ہی طریقہ باقی رہ گیا تھا اور عنبر نے اسی طریقے پر عمل کیا — اس نے آگے بڑھ کر سپاہی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ سپاہی نے گھبرا کر بندوق تان لی — عنبر نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر اس کی بندوق دُور گرادی اور پھر بڑی آسانی سے سپاہی کی گردن توڑ کر اس کی لاش ایک گڑھے میں پھینک کر اس کی بندوق خود اٹھالی اور ڈھلانی راستے پر اُترنے لگا — اس رات کا خفیہ لفظ معلوم کرنا بہت ضروری تھا — اس کے بغیر پھر کوئی آفت کھڑی ہو سکتی تھی۔

عنبر ڈھلانی راستہ اُتر کر نیچے تاریک برآمدے میں آگیا۔ یہاں سے ایک دیوار میں سے راستہ نیچے تہ خانوں کو جاتا تھا جہاں کوٹھڑیوں میں قیدی بند تھے — دروازے پر ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا — عنبر تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے پاس گیا اور بڑے رعب سے بولا :

" تم سیدھے کھڑے ہو کر پہرہ کیوں نہیں دیتے ؟"

سپاہی جلدی سے سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس زمانے میں قلعے میں

ایک دوسرے کے خلاف شکایتوں کا سلسلہ بڑا چل رہا تھا — کوئی سپاہی اگر دوسرے کے خلاف یہ شکایت کر دیتا تھا کہ وہ بادشاہ کے خلاف باتیں کر رہا ہے تو اُسے پکڑ کر اسی وقت پھانسی دے دی جاتی تھی — سپاہی ڈر گیا اور بولا :

" میں بڑی ذمے داری سے پہرہ دیتا ہوں بھائی، اور میں بادشاہ کا وفادار بھی ہوں "

عنبر نے اُسی رُعب سے کہا :

" بتاؤ آج رات کا خفیہ لفظ کیا ہے — مجھے معلوم ہے، تم کو معلوم نہیں —"

سپاہی نے جلدی سے کہا :

" آج کا خفیہ لفظ 'گینڈا' ہے جناب "

عنبر مسکرایا :

" شاباش، یہی خفیہ لفظ ہے۔ میں آج ہی الجزائر سے تبدیل ہو کر قلعے میں ڈیوٹی پر آیا ہوں — میں ذرا شاہی قیدیوں کی مرمت کرنے جا رہا ہوں "

سپاہی مسکرایا اور بولا :

" ہم ان سب کو پھانسی پر چڑھا دیں گے۔ یہ ہمارے بادشاہ کے دشمن ہیں "

" ضرور ضرور — عنبر نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور وہ دروازے میں سے گزر کر سیڑھیاں اُتر کر تہہ خانے کی کوٹھڑیوں کے برآمدے میں آ گیا — وہی کوٹھڑیاں تھیں جہاں ابوحمزہ قید تھا۔ اس کے ساتھی مسلمان مجاہد وہاں نہیں تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا ہو گا — عنبر کو زبیدہ اور اُس کے خاوند عبداللہ کی تلاش تھی — کوٹھڑیوں میں دوسرے فرانسیسی مجرم بند تھے — اسے دیکھ کر ایک مجرم نے کوٹھڑی میں کھڑے ہو کر سلیوٹ کیا — وہ عنبر کو نیلی وردی میں کوئی افسر سمجھ رہا تھا — عنبر نے موقع غنیمت جان کر اس سے پوچھا :

"تمہارا نام کیا ہے ؟"

قیدی نے کہا :

"پیری سر، یہی میرا نام ہے"

عنبر نے ادھر ادھر دیکھا۔ برآمدہ دُور تک خالی تھا۔ اُس نے کان کھجاتے ہوئے کہا :

"میری آج ہی قلعے میں ڈیوٹی لگی ہے — یہ بتاؤ کہ یہاں تاجیر کی ایک مسلمان قیدی لڑکی اپنے خاوند کے ساتھ لائی گئی تھی، وہ کہاں ہے ؟"

قیدی نے ایک بار پھر سلیوٹ مار کر کہا :

"سر، وہ دونوں شاہی قلعے کے نیچے کنویں والے تہہ خانے

میں بند ہیں"

پھر وہ ہنس کر بولا :

"جناب یہ مسلمان ہمارے بادشاہ کے دشمن ہیں — آپ کو سُن کر خوشی ہو گی کہ کل ان کے سر گلوٹین کے ذریعے کاٹ دیے جائیں گے"

عنبر نے چونک کر قیدی کو دیکھا، پھر مسکرا کر بولا :

"بادشاہ کے دشمنوں کا یہی انجام ہونا چاہیے۔ چلو اب تم پیچھے ہو کر بیٹھ جاؤ — چلو"

قیدی نے سلیوٹ کیا اور اندھیری کوٹھڑی کی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا — عنبر نے سوچا کہ یہ تو بڑی بُری خبر سنائی اس قیدی نے — اس کی اطلاع غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ قلعے کے قیدی ایک دوسرے کی پوری خبر رکھتے تھے کہ کس کو کس دن پھانسی دی جا رہی ہے — وقت بہت تھوڑا تھا — عنبر کے پاس صرف ایک رات تھی۔ اسی ایک رات کے اندر اُسے جو کچھ کرنا تھا کر لینا چاہیے تھا — پہلے تو وہ کچھ پریشان ہو گیا — کیا وہ ایک رات کے اندر اندر دو انسانوں کو شاہی قلعے کے کنوئیں سے نکال کر لے جا سکے گا ؟ زیادہ سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ اُسے کام کرنا تھا۔ جو کچھ کرنا تھا جلدی کرنا تھا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ خدا کی مدد کے ساتھ انشاء اللہ زبیدہ اور اس کے خاوند مجاہد عبداللہ کو ان کافروں کے ہاتھوں نہیں مرنے دے گا — وہ قلعے کے تہہ خانے سے نکل کر باہر آ گیا —

وہ گھنے درختوں کے اندھیرے سایوں میں سے گزر کر شاہی محل کی طرف چل پڑا — شاہی محل سامنے ایک بہت بڑے باغ کے درمیان اُسے دُور سے نظر آ رہا تھا — اُسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ شاہی محل کے نیچے اس کنویں کو کونسا راستہ جاتا ہے جس کے اندر زبیدہ اور عبداللہ قید میں ہیں — عنبر اپنے ارادے کی طاقت اور خدا پر اپنے زبردست ایمان کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا —

محل کے آس پاس سپاہی پہرے پر گشت کرتے پھر رہے تھے — عنبر کے پاس ایک لمحہ ضائع کرنے کے لیے بھی وقت نہیں تھا۔ شاہی محل سے تھوڑے فاصلے پر جا کر وہ ایک سنگِ مرمر کے شیر کے بُت کے پاس کھڑا ہو گیا — جس کے منہ سے فوارہ اُچھل رہا تھا اور پانی ایک گول حوض میں گر رہا تھا۔ یہاں فاصلے پر ایک چربی کا ایک بڑا لیمپ روشن تھا — عنبر سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک پیچھے سے کسی نے اس کے کندھے پر تلوار رکھ کر پوچھا:

"تمہاری ڈیوٹی کہاں پر ہے — کون ہو تم؟ آج کا خفیہ

لفظ بتاؤ"

عنبر نے پلٹ کر دیکھا — شاہی فوج کا ایک سپاہی سنہری کلغی والی ٹوپی پہنے اس کے سامنے کھڑا تھا — شاہی محل کے ارد گرد جو سپاہی پہرہ دیتے تھے — ان کی نیلی ٹوپیوں پر سنہری کلغی لگی تھی، جو کہ عنبر کی ٹوپی پر نہیں تھی —

عنبر نے جھٹ کہا:

"آج کا خفیہ لفظ 'گینڈا' ہے"

"وہ تو ٹھیک ہے، مگر تم قلعے کے سپاہی ہو۔ ادھر شاہی محل کی طرف کیا لینے آئے ہو؟ میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا — بتاؤ تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا:

"میں آج ہی الجزائر سے آیا ہوں — وہیں پیدا ہوا تھا اس لیے میرا رنگ گورا نہیں ہے — ویسے میں فرانسیسی ہوں"

سپاہی نے گرج کر کہا:

"تمہیں شاہی گارڈ کمانڈر کے آگے پیش ہونا پڑے گا — چلو آگے آگے"

اب یہ تو عنبر کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا — اس کے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا — اس نے سوچا کیوں نہ اس سپاہی سے کام لیا جائے — پس عنبر نے سپاہی کی تلوار کو پکڑ کر کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سنو، میں اس قلعے کا بھوت ہوں اور تمہاری جان لینے آیا ہوں۔"

سپاہی بھونچکا سا ہو کر رہ گیا — عنبر نے اُچک کر اس کی گردن دبوچ کر اُسے نیچے گرا لیا — عنبر کی طاقت اتنی زبردست تھی کہ سپاہی بے بس ہو گیا — اس کے حلق سے آواز تک نہ نکل سکی — عنبر نے سپاہی کی شہ رگ پر انگوٹھا رکھ کر ذرا دبایا ہی تھا کہ سپاہی کے گلے سے خرخراہٹ کی آواز نکلنے لگی۔ عنبر نے اس کے قریب منہ لا کر کہا:

"اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ مسلمان مجاہدہ زبیدہ اور اس کا خاوند عبداللہ کس جگہ قید ہیں تو میں تمہاری جان بخشی کر دوں گا نہیں تو میں ابھی تمہیں ہلاک کیے دیتا ہوں۔"

سپاہی نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ بتاتا ہوں — عنبر نے اُس کی گردن پر سے انگوٹھا اٹھا لیا — سپاہی کی آنکھیں کھلی تھیں — اتنا طاقت ور آدمی اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا — اسے یوں محسوس ہو رہا تھا، جیسے اس کے اُوپر کوئی بھاری چٹان کسی نے رکھ دی ہے — وہ بولا:

"یہاں سے پچاس قدموں پر دائیں جانب شاہی محل کا ایک بارہ دری ہے۔ اس بارہ دری میں ایک ہاتھی کا سفید بُت ہے۔ اس ہاتھی کے پاؤں میں ایک دروازہ ہے۔ اس دروازے

سے نیچے کنوئیں کو راستہ جاتا ہے — دونوں قیدی اسی کنوئیں میں ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"اب میں تمہیں ماروں گا نہیں، میں تمہیں کچھ دیر کے لیے بے ہوش کیے دیتا ہوں — اگر تمہاری اطلاع غلط نکلی تو میں واپس آ کر تمہیں ہلاک کر دوں گا۔"

سپاہی عنبر کے بوجھ تلے دبا جا رہا تھا — اس کا گلا خشک ہو رہا تھا — اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ کوئی بھوت ہے — عنبر نے سپاہی کی کنپٹی پر ایک انگلی زور سے ماری — سپاہی کے دماغ میں ایک دھماکے کی آواز گونجی اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ عنبر نے اپنی وردی اتار کر وہیں پھینکی اور شاہی محل کے سپاہی کی سنہری کلغی کی ٹوپی والی وردی پہنی اور سپاہی کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر اسے ایک طرف درخت کے ساتھ باندھ دیا اور خود شاہی محل کی بارہ دری کی طرف روانہ ہوا۔

بارہ دری رات کے اندھیرے میں بھی ہلکی ہلکی روشن تھی۔ ایک ستون کے ساتھ مشعل جل رہی تھی — دو ہتھنی کے مجسمے کے پاس چھوٹے سے دروازے پر پہرہ دے رہے تھے جو ہاتھی کے بہت بڑے پاؤں میں بنا ہوا تھا۔ عنبر کچھ دیر کھڑا ہو کر کچھ دیر سوچتا رہتا کہ اُسے کیا کرنا ہوگا — پھر وہ بھاتا تلوار کندھے پر رکھے بارہ دری کی طرف چلا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شاہی محل کے سپاہی تلوار لے کر پہرہ دیتے تھے — دونوں سپاہیوں نے ایک تیسرے سپاہی کو اپنی طرف آتے دیکھا تو چوکنے سے ہوگئے۔ کیونکہ اس بارہ دری کی طرف کسی دوسرے سپاہی کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔

عبنر نے قریب جا کر سلیوٹ مار کر انہیں کہا:

"گینڈا"

دونوں سپاہیوں نے بھی سلیوٹ کا جواب دے کر کہا:

"گینڈا — مگر تم یہاں کیا لینے آئے ہو — کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ادھر کوئی سپاہی نہیں آ سکتا"

ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر غور سے عبنر کو دیکھ کر کہا:

"میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا، تم کون ہو؟"

عبنر نے رازداری سے کہا:

"میں گارڈ کمانڈر کا ایک خاص پیغام لے کر آیا ہوں — یہ پیغام میں نے مسلمان قیدی لڑکی تک پہنچانا ہے"

دوسرا سپاہی تلوار نکال کر بولا:

"تم کون ہو؟ جلدی بتاؤ، نہیں تو ابھی تمہارا سر کٹ کر فرش پر پڑا ہوگا"

کام خراب ہو گیا تھا — عبنر نے سوچا، اگر اس نے تھوڑی اور دیر کر دی تو کام اور زیادہ خراب ہو جائے گا۔ اس نے ایک چیتے کی طرح ان دونوں پر چھلانگ لگا دی — دونوں بے دم سے ہو کر نیچے گرے — پھر تینوں ہاتھی کے پاؤں والے خفیہ دروازے سے ٹکرائے — دروازہ کھل گیا اور وہ تینوں لڑھکتے ہوئے سیڑھیوں سے نیچے آ گئے — ابھی سپاہی اٹھ ہی رہے تھے کہ عبنر نے دونوں کی گردنیں پکڑ کر پوری طاقت سے ان کے سر ایک دوسرے سے ٹکرا دیے — چٹاخ کی آواز آئی اور دونوں سپاہیوں کی کھوپڑیاں ٹوٹ گئیں — عبنر نے ان کی لاشوں کو ایک طرف اندھیرے میں ڈالا اور سیڑھیاں اتر کر نیچے چلا گیا۔

آگے جا کر سیڑھیاں ایک کنوئیں میں اتر گئی تھیں — عبنر چھلانگیں لگاتا ساری سیڑھیاں اتر کر کنوئیں میں آ گیا — کنواں خشک اور خشک تھا — اس کی دیوار میں دو کوٹھریاں بنی تھیں۔ عبنر نے ایک کوٹھری میں جھانک کر اندر دیکھا — اندھیرے میں اسے ایک آدمی کا سایہ دکھائی دیا جو دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھا تھا —

عبنر نے عربی میں کہا:

"کیا تم مسلمان مجاہد عبداللہ ہو؟"

عبداللہ جلدی سے اٹھ کر عبنر کے قریب آ گیا —

"تم — تم کون ہو؟"

عبنر نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر نے کہا:

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے — میں تمہارا دوست ہوں۔ ابوحمزہ نے مجھے تمہیں اور زبیدہ کو بچانے کے لیے بھیجا ہے۔ یہ بتاؤ زبیدہ کہاں ہے؟"

عبداللہ نے کہا:

"ساتھ والی کوٹھری میں ہے۔"

عنبر نے کہا:

"تم باہر آجاؤ۔"

عبداللہ کوٹھری سے چھلانگ لگا کر باہر کنویں میں آگیا۔ کوٹھری کنویں کی سطح سے کوئی چار فٹ اونچی تھی — ساتھ والی کوٹھری میں زبیدہ آوازیں سن کر کوٹھری کے دروازے پر آ گئی۔ اس کے پاؤں میں زنجیر بندھی تھی۔

"عبداللہ، یہ کون ہے؟ کیا ہمارا آخری وقت آگیا ہے؟"

عبداللہ نے کہا:

"یہ ہمارا دوست ہے — اسے ابوحمزہ تمہارے بھائی نے بھیجا ہے — جلدی سے باہر نکل آؤ۔"

زبیدہ نے خوش ہو کر کہا:

"کیا ابوحمزہ محفوظ ہے؟"

عنبر نے کہا:

"ہاں، میں نے اُسے قلعے سے نکال کر واپس وطن بھجوا دیا ہے — یہ باتیں بعد میں ہوں گی — تم اپنا زنجیر والا پاؤں آگے کرو۔"

زبیدہ نے پاؤں آگے کر دیا۔ عنبر نے زنجیر پر ایک زور دار مکا مارا — زنجیر ٹوٹ کر الگ ہوگئی — زبیدہ اور عبداللہ نے حیرانی سے عنبر کو دیکھا اور اس دُبلے پتلے نوجوان کے اندر اتنی طاقت کہاں سے آگئی —

عنبر نے کہا:

"چھلانگ لگا دو زبیدہ۔"

زبیدہ بھی کوٹھری میں سے کود کر کنویں میں اُتر آئی۔ عنبر انہیں لے کر کنویں کی سیڑھیاں چڑھنے لگا — عبداللہ نے کہا:

"یہاں سے ہم کیسے نکل سکیں گے — باہر تو قدم قدم پر محافظوں کا پہرہ لگا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"اگر میں یہاں پر آ سکتا ہوں تو تمہیں باہر بھی نکال سکتا ہوں۔ گھبراؤ نہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔"

وہ ہاتھی کے پاؤں والے خفیہ دروازے سے نکل کر باہر بارہ دری میں آ گئے — زبیدہ اور عبداللہ نے دونوں پہریداروں کی لاشیں سیڑھیوں میں دیکھیں تو سمجھ گئے کہ اس شخص نے سارا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بندوبست پہلے ہی کیا ہوا ہے۔ سامنے شاہی قلعے کا باغ خالی خالی تھا۔ دُور چار سپاہی گشت کرتے ایک طرف کو نکل گئے۔ عنبر نے دونوں کو ساتھ لیا اور باغ کے درختوں کے نیچے اندھیرے میں سے گزرتے وہ قلعے کے ہاتھیوں والے ڈھلانی راستے پر آ گئے۔ وہ تینوں دیوار کے ساتھ لگ کر آگے کھسک رہے تھے۔ عنبر آگے آگے تھا۔ اس نے زبیدہ اور عبداللہ کو ہدایت کر رکھی تھی کہ وہ ذرا سی بھی آواز نہ نکالیں۔

قلعے کی دیوار ختم ہوگئی۔ سامنے گھنی جھاڑیوں والا میدان تھا۔ اس سے آگے قلعے کی وہ دیوار تھی، جہاں سے سُرنگ شروع ہوتی تھی۔

عنبر نے کہا:

"ہمیں اس سامنے والی دیوار تک جانا ہے۔ وہاں سے ایک سرنگ ہمیں قلعے سے باہر نکال کر لے جائے گی۔"

زبیدہ نے سرگوشی میں کہا:

"کیا سُرنگ پر پہرہ نہیں ہے؟"

"نہیں، وہاں کوئی پہرہ نہیں۔ مگر یہ تھوڑا سا کھلا میدان خطرناک ہے۔ یہاں کسی نے دیکھ لیا تو مشکل پیش آ سکتی ہے۔"

عبداللہ بولا:

"میں آگے جاتا ہوں۔ اگر کوئی سپاہی آ گیا تو میں اس

سے مقابلہ کروں گا۔"

عنبر نے کہا:

"اگر اُس نے ذرا سا بھی شور مچا دیا تو قلعے کی ساری فوج یہاں اکٹھی ہو جائے گی اور پھر میں تم دونوں کو نہ بچا سکوں گا۔"

زبیدہ نے پوچھا:

"پھر تمہاری کیا رائے ہے؟"

عنبر نے کہا:

"میں آگے جا کر دیکھتا ہوں۔ میں محل کے شاہی سپاہی کی وردی میں ہوں۔ جب میں اُلّو کی آواز نکالوں تو تم سامنے والی دیوار کی طرف بھاگ کر آ جانا۔"

عنبر نے زبیدہ اور عبداللہ کو وہیں دیوار کے سائے میں چھوڑا اور خود سامنے والی کھلی جگہ میں آ گیا۔ یہاں پتھر کے کھمبوں کے ساتھ مشعلیں جل رہی تھیں، جن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ عنبر پہرہ دینے کے انداز میں ٹہلتا اور چاروں طرف غور سے دیکھتا سامنے والی دیوار کے پاس آ کر رُک گیا۔ راستہ صاف تھا۔ وہاں کوئی سپاہی یا پہرے دار گشت نہیں کر رہا تھا۔ عنبر منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر اُلّو کی آواز نکالی۔ اس کے ساتھ ہی قلعے کی دیوار میں سے دو سائے نکل کر اس کی طرف دوڑے۔ یہ زبیدہ اور عبداللہ تھے۔ جب وہ عنبر کے پاس آ گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو ہانپ رہے تھے۔

عنبر نے کہا:

"میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"

عنبر انہیں لے کر جھاڑیوں میں سے گزرتا سُرنگ کے مُنہ پر آ گیا۔ جوں ہی وہ انہیں لے کر سُرنگ میں داخل ہوا پیچھے سے کسی نے لوہے کی زنجیر پوری طاقت سے عنبر کی گردن پر ماری۔ عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کی جگہ پر زبیدہ یا عبداللہ نہیں تھا۔ زنجیر اتنے زور سے ماری گئی تھی کہ ان دونوں کی گردنیں ٹوٹ جاتیں۔ زبیدہ چیخ مار کر ایک طرف گر پڑی۔ عبداللہ نے اچھل کر اس آدمی کو پکڑ لیا، جس نے پیچھے سے آ کر زنجیر سے حملہ کیا تھا۔ یہ آدمی کیا تھا، پورا بھینسا تھا۔ اندھیرے میں وہ ایک ہاتھی لگ رہا تھا۔ شاید یہ ابوحمزہ کے فرار کے بعد سُرنگ کے باہر پہرے پر لگایا گیا تھا۔ مگر خدا جانے جب عنبر یہاں سے نکلا تھا تو اس وقت یہ بھینسا کہاں تھا۔ شاید گھاس چرنے چلا گیا تھا۔

عبداللہ نہتا تھا۔ اس نے بھینسے انسان پر حملہ کر کے غلطی کی تھی۔ اس کے پاس خنجر یا تلوار بھی ہو سکتی تھی۔ اب عنبر کے حملہ کرنے کی باری تھی۔ اس نے دیکھا کہ سُرنگ کے

اندھیرے میں وہ ہاتھی نما پہرے دار اور عبداللہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا تھے۔ بھینسے کے ہاتھ میں لمبا خنجر تھا اور وہ عبداللہ کی گردن پر وار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عنبر نے ایک سیکنڈ کے اندر اندر دیکھ لیا کہ اس ہاتھی نما انسان کے آگے عبداللہ کی طاقت جواب دے رہی تھی۔ زبیدہ نے چیخ کر کہا:

"یہ عبداللہ کو مار دے گا۔"

عنبر نے بھینسے نما انسان پر چھلانگ لگا دی۔ اس کے قریب جا کر عنبر نے بڑے آرام سے اُس کا خنجر والا ہاتھ پکڑ لیا۔ عنبر کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ بھینسے نما آدمی کو محسوس ہوا کہ اس کا ہاتھ کسی لوہے کے شکنجے میں آ گیا ہے۔ خنجر اپنے آپ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ عنبر نے اسے پرے کھینچ لیا، مگر وہ پاگل تھا، احمق تھا۔ اسے خبر ہی نہیں تھی کہ اس نے کس کی گردن پکڑ لی ہے۔ عنبر یہی چاہتا تھا کہ وہ عبداللہ کو چھوڑ دے۔

عنبر نے مسکرا کر بھینسے نما انسان کو دیکھا اور فرانسیسی میں کہا:

"موسیو گینڈے، تمہارا آخری وقت آ گیا ہے۔ خدا حافظ!"

اس کے بعد بھینسے نما انسان کی آنکھیں باہر کو نکل آئیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا پیٹ پکڑ لیا جس کے اندر عنبر کا خنجر اس طرح گھوم رہا تھا جس طرح خربوزے میں چاقو پھرتا ہے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

سفید کفن پوش سایہ

یہ لوگ سُرنگ میں سے گزر رہے تھے۔

عنبر کی زبردست طاقت پر زبیدہ اور عبداللہ دونوں حیران تھے کہ اس نے کس طرح اتنے بھینسے بلکہ ہاتھی ایسے طاقت ور آدمی کے ہاتھ سے خنجر چھین کر اُسے ہلاک کر ڈالا۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ عنبر کی طاقت کا راز کیا ہے۔ سُرنگ میں اندھیرا تھا، مگر عنبر انہیں راستہ دکھاتا آگے لیے جا رہا تھا۔

عنبر نے انہیں اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا:

"آپ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ میں کون ہوں؟ میں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ میرا نام عنبر ہے۔ میں مصری عرب مسلمان ہوں۔ میرا ایک بھائی ہے جس کا نام ناگ ہے۔ ایک منہ بولی عیسائی بہن ہے ماریا۔ جس سے مجھے اپنی بہنوں ایسی محبت ہے۔ یہ دونوں مجھ سے ملک ہندوستان میں بچھڑ گئے تھے۔ میں اُن کی تلاش میں فرانسیس میں آیا تھا کہ زبیدہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بھائی ابوحمزہ کو اس کی پھانسی کی کوٹھڑی میں دیکھا اور پتا چلا کہ آپ لوگوں کے ملک پر فرانس کا قبضہ ہے اور فرانس کا بادشاہ مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہا ہے اور مجاہدین کو پکڑ پکڑ کر پھانسیاں دی جا رہی ہیں — پس میں نے آپ لوگوں کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا، کیونکہ میں بھی مسلمان ہوں اور ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان بھائی کو مصیبت میں دیکھتا ہے تو پھر اُس کی مدد کرنا اُس کا فرض بن جاتا ہے —"

اس کے بعد عنبر نے انہیں سب کچھ بتایا کہ کس طرح اُس نے ابوحمزہ کو قلعے سے نکالا اور جنگل میں خانہ بدوش عورت لُبابہ تک پہنچایا —

زبیدہ نے کہا :

"وہ عورت مجاہدین کی ہمدرد ہے۔ اس نے مجاہدوں کی بڑی مدد کی ہے"

پھر زبیدہ نے پوچھا کہ اُس کے بھائی کو جب اس کی عبداللہ سے شادی کی خبر ملی تو کیا کہا تھا اُس نے؟ عنبر نے بتایا کہ وہ خوش ہوا تھا —

عبداللہ نے کہا :

"شاہی فوج نے جب ہمارے خیمہ اڈے پر چھاپہ مارا تو ہم نے بڑا مقابلہ کیا — مگر افسوس ہم تھوڑے تھے — انہوں

نے سب کو شہید کر دیا اور ہم دونوں کو پکڑ کر لے گئے — انہوں نے ہمیں کافی اذیت دی اور ہمارے دوسرے ساتھیوں کے نام اگلوانے کی کوشش — مگر ہم نے ہر قسم کی اذیت برداشت کر لی۔ مگر کسی ساتھی کا نام نہیں بتایا — اب وہ تنگ آ کر کل ہمیں قتل کرنے والے تھے کہ خدا نے اپنی مہربانی سے تمہیں بھیج دیا —"

عنبر نے کہا :

"میں نے ابوحمزہ سے وعدہ کیا تھا کہ زبیدہ اور عبداللہ کو قلعے سے نکال لاؤں گا — خدا کا شکر ہے کہ میں اس میں کامیاب ہو گیا —"

زبیدہ نے کہا :

"ابھی ہم قلعے کی سُرنگ میں ہیں — پوری طرح سے باہر نہیں نکلے —"

عبداللہ نے پوچھا :

"یہ سُرنگ کس جگہ جا کر نکلتی ہے؟"

عنبر نے کھانس کر کہا :

"یہ — یہ سُرنگ دریا کنارے نکلتی ہے"

عبداللہ بولا :

"ہم وہاں سے خانہ بدوش لُبابہ کے پاس جنگل میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانے کی کوشش کریں گے۔ وہاں ہم کچھ روز چھپ سکتے ہیں اس کے بعد سوچیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

عنبر کو اب ایک ہی پریشانی تھی — اُس نے ان دونوں کو یہ نہیں بتایا تھا کہ سُرنگ ایک ایسے قبرستان میں جا کر نکلتی ہے جہاں آدھی رات کو ایک بدروح لاش انسان کی تلاش میں پھرتی ہے اور اس کے قبروں میں گشت لگانے اور انسانوں کو شکار کرنے کا وقت ہو رہا ہے۔

رات آدھی ہونے ہی والی تھی — جوں جوں سُرنگ کا راستہ ختم ہو رہا تھا، عنبر کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی، اگر قبرستان سے گزرتے ہوئے وہ بدروح اچانک سامنے آ گئی تو کیا ہوگا؟ عنبر کو اپنی نہیں، زبیدہ اور عبداللہ کی فکر تھی زیادہ خطرہ زبیدہ کا تھا — عبداللہ ایک مسلمان مجاہد تھا۔ وہ ایک بہادر نوجوان تھا — ہو سکتا ہے، بدروح کا خوف اس پر اتنا نہ ہو جتنا خوف زبیدہ پر ہونے کا ڈر تھا — کہیں ڈر کے مارے اس کا دل ہی نہ بند ہو جائے۔ سُرنگ سے باہر نکلنے کا دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں تھا — یہی سوچ سوچ کر عنبر پریشان ہو رہا تھا۔

سُرنگ آدھی سے زیادہ پیچھے رہ گئی تھی۔ اب وہ ایک طرف گھوم رہی تھی — اس سے آگے تھوڑی سی چڑھائی تھی

چڑھائی کے بعد اترائی آ گئی — اس کے بعد سُرنگ کے اندھیرے میں دُور انہیں ایک گول پھیکی پھیکی دُھندلی روشنی کا دائرہ نظر آیا — یہ سرنگ کا وہ راستہ تھا جو قبرستان میں ختم ہوتا تھا۔

عنبر نے زبیدہ سے کہا:

"میرا خیال ہے، کیوں نہ ہم رات کا باقی حصہ اسی سُرنگ میں کاٹ دیں — باہر کہیں شاہی فوج کے سپاہی انتظار نہ کر رہے ہوں۔"

عبداللہ نے کہا:

"یہ تو بہت زیادہ خطرناک بات ہوگی، کیونکہ اگر رات سُرنگ میں رہے تو پھر تو صبح تک ضرور شاہی فوج یہاں پر موجود ہوگی۔"

زبیدہ کہنے لگی:

"ہمیں راتوں رات خانہ بدوش بُابہ کے جنگل میں پہنچ جانا چاہیے — ہمیں رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

عبداللہ بولا:

"یہی تو میں کہہ رہا تھا — صبح تک تو ہمارے فرار کا سب کو پتا چل جائے گا — یہ اتنی خطرناک اور دھماکے والی خبر ہوگی کہ ہو سکتا ہے بادشاہ خود فوج لے کر ہماری تلاش میں نکل کھڑا ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر صرف آسیبی قبرستان سے انہیں بچانا چاہتا تھا، لیکن ایسا لگ رہا تھا کہ ان کی قسمت میں قبرستان سے بچنا نہیں لکھا۔ اب عنبر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"تو پھر وہ سامنے سُرنگ ختم ہو رہی ہے۔ چلو آگے بڑھو۔"

عبداللہ آگے آگیا۔ عنبر نے سوچا، کہیں سچ مچ کوئی حادثہ نہ پیش آجائے۔ وہ آگے آگیا اور بولا:

"بات یہ ہے کہ یہ سرنگ جب ختم ہوتی ہے تو ہمیں دریا تک پہنچنے کے لیے ایک قبرستان میں سے گزرنا پڑتا ہے۔"

عبداللہ نے کہا:

"تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے۔ قبرستان تو راہ میں آیا ہی کرتے ہیں۔"

زبیدہ بولی:

"ہم نے ایک بار پورا مہینہ قبروں میں چھپ کر گزارا تھا۔"

عنبر نے کہا:

"میرا مطلب صرف یہ تھا کہ کہتے ہیں، یہ قبرستان کچھ آسیبی قسم کا ہے اور۔ اور یہاں رات کو روحیں پھرا کرتی ہیں۔"

عبداللہ ہنس پڑا۔ زبیدہ نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"عنبر بھائی دیکھنے میں عورت ہوں، مگر میں بڑا سخت آدمی ہوں۔ کئی چڑیلوں اور بد روحوں کا میں اکیلی مقابلہ کر سکتی ہوں۔"

عنبر خوش ہوا۔ اگر سچ مچ یہ لوگ اتنے مضبوط ارادے کے ہیں تو پھر قبرستان سے گزر جائیں گے اور اُسے یوں گھبرانا نہیں چاہیے اور پھر عنبر نے سوچا کہ یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ رات کو قبرستان میں وہ بد روح نکل آئے۔ عنبر دل میں دعائیں مانگنے لگا کہ قبرستان میں سے گزرتے ہوئے خیریت ہی رہے، کیونکہ عنبر ایک بار اس بد روح کو دیکھ چکا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ کوئی معمولی سی بد روح نہیں ہے، اسے پانچ ہزار سال کے سفر کا تجربہ تھا۔ وہ تاریخ کے ہر دور کے بھیانک قبرستانوں، جنگلوں اور آسیبی قلعوں سے گزرا تھا۔ اس نے اس قسم کی زندہ لاش پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ بد روح کہیں اُن کے لیے کوئی مصیبت نہ بن جائے۔

عنبر نے زبیدہ اور عبداللہ کو سرنگ کی دیوار کے ساتھ کھڑے ہونے کو کہا اور خود یہ کہہ کر سرنگ کے باہر نکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا کہ وہ جا کر دیکھتا ہے کہ کہیں باہر کوئی سپاہی وغیرہ تو نہیں ہے۔

رات آدھی ہونے ہی والی تھی — سردی اور اندھیرے میں قبرستان کے بدشکل ٹنڈ منڈ درخت سکڑے ہوئے لگتے تھے۔ خشک پتے کٹی پھٹی بینگی ٹیڑھی قبروں پر بکھرے ہوئے تھے۔ دھند کی ایک چھت سی درختوں اور قبروں کے درمیان بن گئی تھی — ایک سناٹا تھا — گہری خاموشی تھی جیسے قبریں کانوں پر ہاتھ رکھے کچھ سن رہی ہوں۔ کہیں کوئی آواز نہ تھی۔

اس بھیانک خاموشی میں عنبر ایسے بہادر نوجوان کا بھی دل ایک بار دھڑک اٹھا — یہ خاموشی ایسی تھی کہ جو کسی بہت بڑی آندھی سے پہلے چھا جایا کرتی ہے۔ عنبر نے سارے قبرستان پر ایک نظر ڈالی — قبرستان خالی ویران سرد اندھیرا تھا۔

ایک کچا پتلا راستہ قبروں کے درمیان سے ہو کر قبرستان کے پرانے شکستہ دروازے کی طرف جا رہا تھا اسی راستے پر سے عنبر کو زبیدہ اور عبداللہ کو لے کر جانا تھا۔ وہ سرنگ میں واپس آ گیا — عبداللہ اور زبیدہ اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

عبداللہ نے کہا:

"عنبر، ہمیں یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ ہمارے فرار کا راز کھل چکا ہوگا اور شاہی فوج چھاپے مار رہی ہوگی۔"

عنبر نے کہا:

"میں باہر دیکھ آیا ہوں — قبرستان خالی پڑا ہے — آؤ باہر نکل چلتے ہیں، مگر میں آگے آگے رہوں گا۔"

عبداللہ نے کہا:

"کیا تم ہمیں بزدل سمجھتے ہو عنبر؟"

عنبر نے کہا:

"نہیں، یہ بات نہیں ہے، تم قبرستان کے راستے سے واقف نہیں ہو — میں اس راستے سے دو بار پہلے بھی گزر چکا ہوں۔"

عنبر نے عبداللہ اور زبیدہ کو ساتھ لیا اور سرنگ سے باہر نکل آیا — وہ قبروں کے بیچ والے راستے پر آئے تو زبیدہ نے کہا:

"کس قدر خاموش قبرستان ہے۔"

عبداللہ بھی آنکھیں کھولے دائیں بائیں بدصورت سوکھے ساکھے درختوں کو تک رہا تھا — اندھیرے میں ان تینوں کے سائے قبروں کے درمیان سے گزر رہے تھے — عنبر کو کسی خطرے کا احساس ہونے لگا تھا — اس نے فضا میں مشک کافور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی بُو سُونگھ لی تھی جو کسی تازہ تازہ مُردے کے کفن سے آیا کرتی ہے — پھر اُسے یُوں لگا جیسے سارے کے سارے قبرستان نے ایک گہرا سانس لیا ہو —

عبداللہ نے زبیدہ کے کان میں کہا :

"تم نے کچھ سُنا ؟ ایک سانس کی آواز آئی تھی، ٹھنڈے سانس کی ۔"

زبیدہ کے چہرے سے لگتا تھا کہ وہ کچھ سہمی ہوئی ہے ۔ اس نے منہ سے جواب دینے کی بجائے سر ہلا کر کہا کہ ہاں سانس کی آواز مجھے بھی سنائی دی تھی — عنبر انہیں تیزی سے قبرستان سے نکال کر لے جانا چاہتا تھا — کیونکہ اُس نے خطرے کی بُو سُونگھ لی تھی — آدھی رات ہو گئی تھی اور بد روح قبروں میں نمودار ہونے ہی والی تھی —

اور پھر ایسا ہی ہوا — وہ ایک ٹوٹی ہوئی بارہ دری والی قبر کے قریب سے گزر رہے تھے کہ انہیں ایک عورت کی درد بھری لرزا دینے والی لمبی پُراسرار تکلیف دہ آواز سنائی دی —

"میں قبر میں زندہ ہوں، مجھے باہر نکالو ۔"

زبیدہ عبداللہ کے ساتھ ڈر کر چمٹ گئی — عبداللہ نے رُک کر عنبر سے کہا :

"کوئی عورت — کوئی عورت قبر میں زندہ ہے ۔"

عنبر نے اُسے آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا :

"خدا کے لیے یہاں سے نکل چلو — کسی آواز پر دھیان نہ دو ۔"

زبیدہ کا دل دھک دھک کرنے لگا تھا، کیونکہ وہی آواز ایک بار پھر ان کے کانوں سے ٹکرائی تھی — اُن کے قدم قبروں کے درمیان تیز تیز ہو گئے — دُھند کی چھت نیچی آنے لگی تھی ۔ پھر ٹھنڈی دُھند کے بادل نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا ۔ اس سفید دھند میں بڑی تیز مشک کافور کی بُو تھی — انہیں یوں محسوس ہوا، جیسے وہ کسی تازہ مردے کے کفن کے اندر داخل ہو گئے ہوں —

عنبر نے پیچھے منہ کر کے کہا :

"چلتے آؤ، رُکنا ہرگز نہیں ۔"

عنبر کے پیچھے دُھند ہی دُھند تھی — اسے نہ تو عبداللہ نظر آیا اور نہ زبیدہ ہی دکھائی دی — وہ رُک گیا کہ وہ دونوں آگے آئیں تو وہ انہیں ساتھ لے کر روانہ ہو — مگر وہ دونوں آگے نہ آئے — عنبر نے آہستہ سے عبداللہ اور زبیدہ کو آواز دی — کوئی جواب نہ آیا — عنبر پریشان ہو کر پیچھے کو چلنے لگا ۔ وہ پندرہ بیس قدم پیچھے تک آ گیا — عبداللہ اور زبیدہ کا کوئی نشان تک نہیں تھا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یا اللہ خیر، یہ لوگ کہاں چلے گئے؟

عنبر نے دُھند میں چاروں طرف گھُور گھُور کر دیکھنا شروع کیا۔ اُس نے کئی بار عبداللہ اور زبیدہ کو آوازیں دیں۔ اس کی آواز دُھند میں گونج کر غائب ہو جاتی تھی۔ کوئی جواب سنائی نہیں دیتا تھا۔

عنبر کو ایک بار تو پسینہ آ گیا کہ عبداللہ اور زبیدہ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا تو وہ ابوحمزہ کو کیا منہ دکھائے گا۔ وہ تو انہیں قلعے کی موت سے نکال کر لایا تھا اور یہاں آ کر ہاتھ سے گنوا بیٹھا۔ یہ بڑی خوفناک بات ہو گی۔ بڑی زبردست ناکامی ہو گی۔ وہ قبرستان میں قبروں کے درمیان گھوم پھر کر زبیدہ اور عبداللہ کو ڈھونڈنے لگا۔ اس نے سارا قبرستان چھان مارا۔ نہ تو زبیدہ عبداللہ کہیں دکھائی دیے اور نہ ہی اسے کسی جگہ سے اُس بدروح کی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اُس نے سوچا، کہیں وہ بدرُوح پیچھے سے آ کر انہیں دبوچ کر تو نہیں لے گئی۔ کیونکہ اس کے کندھے پر پچھلی بار بدرُوح کی لاش نے ہڈیوں والا ہاتھ رکھا تھا اور اُسے اپنے جسم کے اندر ایک ٹھنڈی بجلی کا کرنٹ سا گزرتا محسوس ہوا تھا۔ حالانکہ عنبر کا جسم سنگ مرمر کی چٹان سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔ تو کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ پیچھے سے اس بدرُوح

عورت کی لاش نے زبیدہ اور عبداللہ کے کندھے پر اپنے ہاتھ رکھ دیے ہوں اور وہ بجلی کا زبردست جھٹکا لگنے سے بے ہوش ہو گئے ہوں۔ اور بدروح کی لاش۔ انہیں اُٹھا کر قبرستان کے نیچے مُردوں کے شہر میں لے گئی ہو۔ اس خیال سے عنبر ڈر گیا۔ اگر ایسی بات ہو گئی ہے تو بہت بُرا ہوا ہے۔ وہ ابوحمزہ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گا۔

قبرستان دو زندہ انسانوں کو نگل لینے کے بعد یوں خاموش ہو گیا تھا، جیسے انہیں اپنے اندر بڑے سکون سے نگل رہا ہو۔

عنبر سُرنگ کے منہ کے پاس آ کر رُک گیا۔ اس نے جھانک کر سرنگ کے اندر دیکھا۔ سُرنگ دُور تک خالی پڑی تھی۔ وہ ایک بار پھر قبرستان میں زبیدہ اور عبداللہ کو تلاش کرنے لگا۔

عنبر نے قبروں کے پاس سے گزرتے ہوئے محسوس کیا کہ دُھند کا بادل اپنی جگہ سے حرکت کر کے درختوں کے نیچے آ رہا ہے۔ یہ بادل قبروں کے اُوپر آ کر جیسے جم گیا۔ قبریں اس کے اندر چھُپ گئیں۔ عنبر نے زبیدہ کو آواز دی۔ اس کی اپنی آواز قبرستان کی ایک ایک قبر سے ٹکرا کر ہر بار بلند ہوتی ہوئی واپس اس کے کانوں سے آ کر ٹکراتی۔

عنبر اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور قبرستان کے دھندلے دھندلے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ آخر وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کونسی ایسی قبر تھی کہ جس نے منہ کھول کر ان دونوں میاں بیوی کو اپنے اندر نگل لیا تھا۔ اچانک عنبر کو سوکھے پتوں پر کسی کے چلنے کی آواز آئی۔ وہ چوکنا ہو گیا۔ اس کے ارد گرد کوئی نہیں تھا۔ پھر یہ آواز کہاں سے آ رہی تھی؟

عنبر کی تیز غیر معمولی آنکھیں اب اندھیرے میں ہر شے کو دیکھ سکتی تھیں۔ اس کی ساری تاریخی طاقتیں اُبھر آئی تھیں۔ سوکھے پتوں کے چرچرانے کی آواز ایک بار پھر آئی۔ ایسے لگتا تھا جیسے کوئی قبروں پر پھیلے ہوئے سوکھے پتوں پر آہستہ آہستہ چل رہا ہے۔ پھر عنبر کو ٹھنڈے گہرے سانس کی آواز آئی۔

"کون ہے؟" عنبر نے چلا کر کہا۔

اُسے کچھ فاصلے پر خشک سیاہ درختوں کے پاس ایک سفید سایہ بارہ دری والی قبر کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ وہ اس کی طرف لپکا۔ جب قریب آیا تو اُسے اس قدر شدید سردی لگی کہ اس کے دانت بجنے لگے۔ عنبر کو اس طرح کی سخت سردی کا احساس ایک بار پہلے بھی ہوا تھا جب وہ آج سے چار ہزار سال پہلے قدیم مصر کے سب سے بڑے فرعون کے مقبرے میں داخل ہوا تھا اور زلالہ کی روح اس کے سامنے آئی تھی۔ عنبر کے دل میں خیال آیا کہ کہیں یہ زلالہ دیوی کی

روح تو نہیں ہے۔ وہ بارہ دری کی طرف بڑھا۔ سفید کفن پوش سایہ بارہ دری کی دوسری طرف ڈھلان پر ایک قبر کے اُوپر جھکا ہوا تھا۔ عنبر نے قریب جا کر اُسے آواز دی:

اے زلالہ دیوی کی رُوح کیا یہ تم ہو؟"

عنبر کی آواز گونجی، جیسے وہ کسی گنبد میں کھڑا ہوا بولا ہو۔ اس کی آواز سفید کفن پوش سائے سے ٹکرا کر واپس اس کے کانوں میں آ گئی۔ یہ ایک دہشت ناک تجربہ تھا۔ سردی کی ایک لہر اس کے جسم کو چھُو کر گزر گئی۔ سفید سایہ قبر سے اُٹھ کر سیدھا ہو گیا، پھر عنبر کی طرف مُڑا۔ عنبر خوف سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

سفید کفن پوش سایہ ایک مُردے کا تھا جس کے جسم کی صرف ہڈیاں رہ گئی تھیں۔ گوشت گل سڑ گیا تھا۔ اس ہڈیوں کے ڈھانچے نے ایک انسانی سر تھام رکھا تھا، جس کی گردن سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ اس خون کے قطرے سفید سائے کے جبڑے کی ہڈی سے بھی ٹپک رہے تھے۔ عنبر پیچھے ہٹا۔ اس نے انسانی سر کو غور سے دیکھنے کی کوشش کی کہ کہیں یہ زبیدہ یا عبداللہ کا سر تو نہیں ہے۔ یہ کسی حبشی عورت کا سر تھا جس کے چھوٹے چھوٹے گھنگریالے بال اس کی کھوپڑی سے چپکے ہوئے تھے۔ سفید سایہ عنبر کی طرف آیا۔ اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حبشی عورت کا سر قبر کے اُوپر پھینک دیا اور اپنے ہڈیوں کے ڈھانچ بازو عنبر کی طرف پھیلا دیے — عنبر بھاگ کر ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا —

سفید سایہ بارہ دری کے آس پاس چکر لگانے لگا — وہ قبروں کے اوپر جھک کر قبر کو غور سے دیکھ رہا تھا، پھر یہ سایہ واپس بارہ دری کے پاس قبر پر چلا گیا — اُس نے جھک کر حبشی عورت کا سر اپنے ہڈیوں بھرے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور اس کی گردن پر اپنے جبڑوں کی ہڈیاں رکھ کر اس کا باقی ماندہ خون پینے لگا۔ عنبر یہ بھیانک منظر درخت کے پیچھے چھپا دیکھ رہا تھا۔ سفید سایہ حبشی عورت کا سر ہاتھوں میں لیے قبروں پر پھیلی سفید دُھند کے بادل میں گم ہو گیا —

عنبر کچھ دیر وہاں حیران کھڑا رہا — پھر وہ ایک ٹوٹی ہوئی قبر کے پتھر پر بیٹھ گیا اور ایک بار پھر نئے سرے سے غور کرنے لگا کہ زبیدہ اور عبداللہ کہاں جا سکتے ہیں۔ کہیں انہیں ان قبروں پر پھرنے والی بد روحوں نے تو اغوا نہیں کر لیا۔

رات سنسان اور ڈراؤنی ہو گئی تھی — ہمارے آج کے زمانے کے حساب سے رات کے دو بجے ہوں گے۔ کسی طرف سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی — قبروں کے سانس بھی رُک گئے تھے — سوکھے پتوں پر پاؤں کی آہٹ بھی سنائی نہیں دیتی تھی۔

جیسے قبرستان نے اپنی سانس روک لی تھی۔ عنبر نے سفید دُھند کو دیکھا جس کی چھت اب قبروں پر سے آہستہ آہستہ اُٹھ کر اوپر جا رہی تھی — عنبر کو ناگ اور ماریا کا خیال آ گیا — اگر وہ اس وقت عنبر کے پاس ہوتے تو شاید وہ عبداللہ اور زبیدہ کے گم ہونے کا راز معلوم کر لیتے —

اچانک ایک روشنی سی سفید دُھند میں چمک کر غائب ہو گئی۔ یہ کس چیز کی روشنی تھی؟ عنبر نے دھند کی طرف دیکھا۔ دھند ایک بھاری دھوئیں کے بادل کی طرح درختوں کے اوپر جا کر قبرستان پر پھیل گئی تھی — عنبر نے سوچا کہ اُسے اس آسیبی قبرستان سے چلے جانا چاہیے اور دریا پر جا کر زبیدہ عبداللہ کو تلاش کرنا چاہیے — ہو سکتا ہے، وہ دُھند میں راستہ بھول کر اُدھر نکل گئے ہوں۔

عنبر قبر کے پتھر پر سے اُٹھا تو دھند کے بادل میں ایسی چمک ایک بار پھر پیدا ہوئی اور دھیمی سی گرج بھی سنائی دی۔ جیسے دُور بادل گرج رہے ہوں — عنبر اُٹھ کر قبرستان کے دروازے کی طرف بڑھا — وہ قبروں کے بیچ میں سے گزر رہا تھا کہ ایک دھماکا ہوا — یہ بادل کی زبردست گرج تھی۔

عنبر وہیں رک گیا۔ دھماکے کے بعد گہرا سناٹا چھا گیا۔ پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسے ٹھنڈے لمبے گہرے سانس کی آواز آئی — عنبر نے آنکھیں سکیڑ کر دُھند میں دیکھا — ایک سیاہ سایہ دھند کے سفید بادلوں میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا — پھر یہ سایہ کالے درختوں میں گم ہو گیا — عنبر قبرستان کے شکستہ دروازے کی طرف بڑھا —

وہی آواز پھر آئی :

"میں قبر میں زندہ ہوں — مجھے باہر نکالو"

یہ اسی بدروح لاش کی آواز تھی جس نے پہلی بار سُرنگ میں داخل ہوتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا اور عنبر کو بجلی کا ہلکا سا جھٹکا لگا تھا۔

عنبر نے پلٹ کر دیکھا — بدروح لاش کا سایہ وہاں کہیں نہیں تھا — عنبر آگے بڑھا — وہ تین چار قدم ہی چلا ہوگا کہ پھر وہی آواز اُس کے کانوں سے ٹکرائی اس بار یہ آواز اتنی قریب تھی کہ جیسے کوئی اس کے کان کے پاس منہ لا کر بول رہا ہو — عنبر نے پیچھے دیکھا تو اس کا دل اچھل کر اوپر آ گیا —

بدروح لاش کالے لباس میں بال کھولے اس کے بالکل سامنے کھڑی تھی — سر سے لے کر پاؤں تک اس کے جسم کا ایک طرف کا حصہ زندہ گوشت پوست کا تھا اور دوسرا

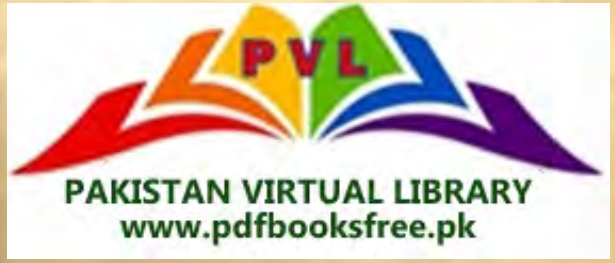
حصہ ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں — عنبر نے بدروح لاش کے بائیں جانب والی اکیلی زندہ آنکھ کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا :

"اے بدروح، تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی — میں عنبر ہوں، تاریخ کا مسافر، وقت کا بیٹا عنبر — مجھ پر تمہارے آسیب کا اثر نہیں ہوگا — مجھے بتا، میرے ساتھی عبداللہ اور زبیدہ کہاں ہیں ؟"

بدروح کی لاش کی اکیلی زندہ آنکھ پھڑ پھڑا رہی تھی — دوسری آنکھ کے سوراخ میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ زندہ آنکھ کا گول سفید ڈیلا باہر کو اُبل رہا تھا۔ بدروح لاش نے اپنے سیاہ کفن میں سے ہڈیوں والا بازو باہر نکالا۔ اور عنبر کی طرف اپنے کھُلے پنجے کی انگلیوں کی ہڈیاں بڑھائیں عنبر نے بدروح لاش کے بازو کو توڑ مروڑ کر پھینکنا چاہا، مگر وہ اپنے اندر اتنی طاقت بھی محسوس نہیں کر رہا تھا کہ اپنا ہاتھ اُوپر اٹھا سکتا — زندگی میں شاید پہلی بار اتنی طاقت والا عنبر اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا — یہ اسے کیا ہو گیا تھا؟ کیا یہ اس بدروح کے جادو کا اثر تھا ؟ مگر اس پر تو جادو کا اثر نہیں ہونا چاہیے — بدروح لاش نے اپنا ہڈیوں بھرا ہاتھ عنبر کی گردن کے ساتھ لگا دیا — عنبر کے جسم میں ایک بجلی کا زبردست کرنٹ سا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوڑ گیا اور وہ سُن ہو کر رہ گیا — بدروح لاش نے اُسے انگلی کی ہڈی کے اشارے سے اپنے ساتھ آنے کو کہا اور وہ دھند کے ان بادلوں کی طرف مڑ گئی، جدھر سے ہلکی ہلکی چمک ابھی تک آ رہی تھی — عنبر ایک بے بس غلام کی طرح اپنے آپ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا — بدروح لاش قبروں کے درمیان سے گزر رہی تھی۔ وہ جس قبر کے قریب سے گزرتی، اس کے اندر سے ٹھنڈا سانس بھرنے کی آواز سنائی دیتی —



مُردوں کا شہر

عنبر بدروح کے ساتھ دُھند کے بادل میں آ گیا۔ سفید دُھند میں قبروں سے آنے والی تیز بُو تھی — عنبر کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا — اس نے کئی بار زور لگا کر اپنے آپ کو بدروح لاش کے طلسم سے آزاد کرانے کی کوشش کی مگر ہر بار اسے ناکامی ہوئی — اس کے ارادے کا اپنے جسم پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا — یُوں محسوس ہوتا تھا جیسے بدروح نے عنبر کے ارادے کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ عنبر کا دماغ اُسی طرح کام کر رہا تھا — اُس نے اپنے پاؤں کو دیکھا — اُس کے پاؤں دُھند میں اپنے آپ اُس کی مرضی کے خلاف اُٹھ رہے تھے — یہ ایک رونگٹے کھڑے کر دینے والا تجربہ تھا — عنبر نے محسوس کیا کہ گویا وہ خود نہیں چل رہا، بلکہ اس کی جگہ اس کا ہمزاد چل رہا ہے — عنبر کو ایک بار آج دو ہزار سال پہلے دمشق کے ایک جادوگر نے بتایا تھا کہ ہر انسان کے اندر ایک اور انسان ہوتا ہے جو اس کا ہم شکل ہوتا ہے اور اسے ہم زاد کہتے ہیں، اگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی طریقے سے انسان ہم زاد کو قابو کرلے تو وہ اس سے ہر قسم کا کام لے سکتا ہے — مگر مصیبت یہ ہو جاتی ہے کہ بعد میں ہم زاد پیچھا نہیں چھوڑتا اور جس نے ہم زاد قابو کیا ہو، اسے ہلاک کرکے ہی دم لیتا ہے — تو کیا یہ اس کا ہم زاد بدروح کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا —

دُھند کا بادل ختم ہو گیا — اب سامنے اندھیرا تھا۔ گہرا تاریک ویران اور ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دینے والا اندھیرا — عنبر کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، مگر اس کے قدم اپنے آپ اسی طرف اٹھتے جا رہے تھے، جدھر اُسے جانا تھا — اُسے بدروح سیاہ لبادے والی لاش بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔ عنبر نے سوچا کہ وہ پیچھے کو مُڑ کر بھاگ جائے۔ یہ ارادہ بھی اس کے دماغ تک ہی رہا — اُس کے جسم نے اُس کا حکم ماننے سے انکار کر دیا — اس کے قدم برابر قبروں کے اندھیرے میں آگے بڑھتے گئے —

اندھیرا چھٹنے لگا — اب سامنے ایک چھوٹے سے مقبرے کا خاکہ اُبھرا — اُس کے گنبد کی اینٹیں جگہ جگہ سے اُکھڑی ہوئی تھیں — اس کا ایک دروازہ تھا جو کھڑکی کی طرح تھا۔ اُس میں سے جھک کر اندر جانا پڑتا تھا — بدروح لاش جُھک کر شکستہ مقبرے میں داخل ہو گئی — عنبر مقبرے میں داخل نہیں ہونا

چاہتا تھا۔ اس نے اپنے جسم کی ساری طاقت جمع کرکے واپس جانے کے لیے زور لگایا، مگر وہ ناکام رہا — اس کا جسم اس کا حکم نہیں مان رہا تھا۔ اس کے پاؤں مقبرے کی طرف اٹھ رہے تھے — وہ اپنے آپ جُھک کر بدروح کے پیچھے مقبرے میں داخل ہو گیا —

مقبرے کے اندر سے سیڑھیاں نیچے کو اترتی تھیں — ان سیڑھیوں پر دُھندلی دُھندلی کافوری روشنی تھی — بدروح پہلی سیڑھی پر جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے پلٹ کر عنبر کی طرف دیکھا۔ اس کی زندہ آنکھ کا ڈیلا گھوم رہا تھا — گویا عنبر کو اپنے ساتھ آنے کو کہہ رہا ہو —

بدروح سیڑھیاں اترنے لگی — عنبر بھی اس کے پیچھے سیڑھیاں اترنے لگا — سیڑھیاں پتھر کی تھیں — ان میں کہیں کہیں خشک گھاس اُگی ہوئی تھی۔

عنبر نے محسوس کیا کہ سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ جو دیوار چلی گئی تھی، اس میں کہیں کہیں طاق بنے ہوئے تھے اور ہر طاق میں ایک انسانی کھوپڑی رکھی تھی — عنبر نے سیڑھیوں کو گننا شروع کر دیا — سیڑھیاں نیچے ہی نیچے جا رہی تھیں۔ جوں جوں وہ نیچے اتر رہا تھا، اُس کے نتھنوں میں تیز کافور اور عرق گلاب کی بُو آ رہی تھی — پھر اس بُو میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لبان کی بُو بھی شامل ہوگئی — اس قسم کی بُو پُرانے مصری مقبروں سے آیا کرتی تھی —

عنبر اسّی سیڑھیاں گن چکا تھا — ابھی سیڑھیاں اور نیچے جا رہی تھیں — کیا یہاں زمین کے اندر کوئی اہرام ہے جہاں یہ بدروح اسے لے جا رہی ہے ؟ وہ ایک مجبور غلام کی طرح بدروح کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ جب وہ اکانویں سیڑھی پر پہنچا تو اس کے ساتھ ایک زبردست حادثہ ہوگیا — یہ بھی ایک ایسا حادثہ تھا جو عنبر کی زندگی میں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا — عنبر چونکہ تاریخ کے بڑے بڑے پُراسرار چونکا دینے والے اور حیرت انگیز واقعات سے گزر چکا تھا، اس لیے وہ یہ حادثہ برداشت کر گیا —

حادثہ یہ ہوا کہ جونہی اس نے اکانویں سیڑھی پر پاؤں رکھا، اس کا نچلا دھڑ پاؤں سے لے کر کمر تک غائب ہوگیا — عنبر نے ہاتھ لگا کر دیکھا — اس کا ہاتھ اس کی ٹانگوں اور ران سے ٹکرا رہا تھا، مگر اُسے اپنی ٹانگیں دکھائی نہیں دے رہی تھیں — وہ حیران بھی ہوا اور کچھ پریشان بھی ہوا کہ کہیں اس کا سارا جسم ہی آگے چل کر غائب نہ ہو جائے — وہ اپنے آپ سیڑھیاں اتر رہا تھا۔ اس نے بدروح کو دیکھا — وہ سیاہ لبادے میں لپٹی اسی طرح

ایک قدم اٹھاتی سیڑھیاں طے کر رہی تھی — اس کا نچلا دھڑ غائب نہیں ہوا تھا —

پچورانویں، پچانویں، چھیانویں، ستانویں، اٹھانویں — جب عنبر اٹھانویں سیڑھی پر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ صرف ایک سیڑھی باقی رہ گئی تھی اور اس کے سامنے ایک کھلا میدان تھا جہاں دھندلی دھندلی روشنی پھیلی ہوئی تھی — جگہ جگہ نیچی نیچی شاخوں والے درخت کھڑے تھے — ان درختوں کی ٹنڈ منڈ ٹہنیوں پر کہیں کہیں مردوں کی کھوپڑیاں ٹنگی ہوئی تھیں۔ بدروح آخری ننانویں سیڑھی اتر کر کھڑی ہوگئی — اس نے پلٹ کر عنبر کو دیکھا اور ہڈیوں والے ہاتھ کو پھیلا کر آگے آنے کا اشارہ کیا —

عنبر ننانویں سیڑھی پر آگیا۔

— جوں ہی وہ ننانویں اور آخری سیڑھی سے گزرا اس کا باقی کا اوپر والا دھڑ بھی گردن تک غائب ہوگیا — صرف اس کا گردن سے اوپر تک کا سر باقی رہ گیا تھا — عنبر آنکھیں جھکا کر صرف اپنے ہونٹ، ناک اور گال ہی دیکھ سکتا تھا — اُسے اپنی گردن بھی نظر نہیں آ رہی تھی — ہاں وہ ہاتھ لگا کر اپنی گردن اپنا سینہ اور اپنی ٹانگیں بھی محسوس کر رہا تھا: گویا اس کا جسم موجود تھا، مگر اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا — صرف گردن اور سر دکھائی دیتا تھا۔

ایک بار تو عنبر کا سر چکرا گیا کہ یا اللہ یہ میں کس مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں — کہیں عبداللہ اور زبیدہ بھی تو اسی مصیبت میں نہیں پھنس چکے — بدروح لاش عنبر کو ساتھ لے کر کھوپڑیوں والے درخت کے قریب سے گذرنے لگی۔

عنبر اس کے پیچھے پیچھے تھا — درخت ختم ہوئے تو عنبر نے دیکھا کہ سامنے چھوٹے چھوٹے شکستہ گنبدوں والے مقبروں کی طرز کے مکان جگہ جگہ بنے ہیں۔ ان کے بیچ میں راستے جاتے تھے — گویا یہ ایک چھوٹی سی مُردوں کی بستی تھی — عنبر نے دیکھا کہ کچھ مردے کفن پہنے ادھر ادھر چل پھر رہے ہیں۔ اُوپر آسمان کی جگہ تاریک بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ ہر کفن پوش مردے نے کندھے پر ایک کدال اٹھا رکھی تھی جس سے گورکن قبریں کھودا کرتے ہیں۔ یہ مُردے ہڈیوں کے ڈھانچے تھے۔ جنہوں نے سفید کفن اوڑھ رکھے تھے —

بدروح لاش کو دیکھ کر مُردے ایک طرف کھڑے ہو کر جُھک جاتے تھے — جب تک بدروح لاش آگے سے گزرتی وہ جُھکے رہتے تھے — وہ اپنے ہڈیوں والے جبڑے ہلا کر

سے کوئی لفظ نکالتے تھے — ان کی آواز خشک اور ٹھنڈے سانس کی طرح تھی — عنبر ان مُردوں کے منہ سے نکلا ہوا لفظ نہیں سمجھ سکا تھا۔ بدروح لاش عنبر کو ساتھ لے کر ایک سیاہ رنگ کے بڑے گنبد والے مقبرے میں آ گئی۔

تنگ و تاریک سیڑھیاں اتر کر آگے ایک دالان آ گیا — اس دالان کی سیاہ دیواروں کے ساتھ ساتھ براؤن رنگ کے بڑے تابوت رکھے تھے — ان تابوتوں کے ڈھکن کھُلے تھے۔ ہر تابوت میں ایک ایک لاش پڑی تھی۔ یہ لاشیں ابھی گلی سڑی نہیں تھیں اور نہ ہی ہڈیوں کے ڈھانچے بنی تھیں۔ عنبر کی گردن اُن کے قریب سے گزری تو اس نے تابوتوں کی لاشوں پر نظر ڈالی —

ہر لاش سفید کفن میں گردن تک چھپی ہوئی تھی — آنکھیں بند تھیں اور مُردہ چہروں پر موت کی زردی چھائی ہوئی تھی — ان میں عورتوں کی لاشیں بھی تھیں اور مَردوں کی لاشیں بھی تھیں — بدروح لاش ایک دروازے میں سے گزر گئی — عنبر اس کے ساتھ تھا — ایک اونچی چھت والا کمرہ آ گیا جس کی دیواروں میں پتھروں کی جگہ انسانی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں — وہاں ایک چبوترہ تھا۔ جس پر سیاہ تخت بچھا تھا — بدروح اس تخت پر چڑھ کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تخت کے دونوں جانب دو تابوت کھلے پڑے تھے۔ عنبر کو بدروح نے اشارے سے بُلایا — عنبر تخت کے پاس گیا تو دہشت سے اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا — دونوں تابوتوں میں سے ایک تابوت میں زبیدہ کی لاش اور دوسرے تابوت میں عبداللہ کی لاش پڑی تھی۔ صرف ان کے منہ کھلے تھے۔ باقی جسم سفید کفن میں ڈھکا ہوا تھا —

عنبر نے بدروح سے بات کرنا چاہی۔ اس سے پوچھنا چاہا کہ وہ کیا چاہتی ہے — وہ کون ہے اور یہ مُردوں کی بستی کیسی ہے؟

مگر عنبر بول نہ سکا — اس کی زبان اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہلی۔ وہ سُن سکتا تھا — گردن گھما کر دیکھ سکتا تھا، مگر بول نہیں سکتا تھا — بدروح کی لاش اپنی اکلوتی آنکھ سے عنبر کو تکنے لگی — پھر وہ اٹھی اور چبوترے سے نیچے آ کر زبیدہ کے تابوت پر جُھک گئی — عنبر یہ دیکھ کر کانپ گیا کہ بدروح لاش اپنے منہ کا ہڈیوں والا حصہ زبیدہ کے منہ کے ساتھ رگڑ رہی تھی۔

پھر بدروح نے ہڈیوں والا بازو اوپر اٹھا کر ایک چیخ ماری — اس چیخ نے کمرے کو ہلا دیا — عنبر نے آنکھیں بند کر لیں وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا، مگر اس کے پاؤں جیسے

پتھر کے ہو گئے تھے۔

بدروح لاش نے عنبر کی طرف گھوم کر دیکھا — اپنا ہڈیوں والا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا — عنبر کے جسم کو ایک بار پھر بجلی کے کرنٹ کا جھٹکا لگا — بدروح نے عنبر کو دھکیل کر سیاہ چبوترے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عنبر چبوترے پر رکھے تخت پر بیٹھ گیا — اس نے جیسے اپنے آپ کسی غیبی طاقت کے اثر سے آلتی پالتی ماری — جوں ہی وہ آلتی پالتی مار کر بیٹھا وہ وہیں پتھر بن گیا۔

اب وہ اپنی مرضی سے نہ ہاتھ ہلا سکتا تھا، نہ پاؤں ہلا سکتا تھا — نہ گردن گھما کر دائیں بائیں دیکھ سکتا تھا۔ بدروح لاش نے آخری بار عنبر کو دیکھا، اپنا جبڑا ہلایا جیسے اسے کچھ کہہ رہی ہو — عنبر کو کچھ سنائی نہ دیا — صرف ایک ٹھنڈی آہ اس کے کانوں سے ٹکرا کر آگے نکل گئی۔

بدروح لاش واپس گھومی — چبوترے کی سیڑھیاں اُتری اور کمرے میں سے باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی دروازے کو پتھر کی ایک چوڑی سِل نے اوپر سے آہستہ آہستہ گر کر بند کر دیا۔ گویا اب عنبر زبیدہ اور عبداللہ کی لاشوں والے تابوت کے ساتھ اس اہرام کے اندر بند ہو گیا تھا اور وہ بھی اس طرح کہ صرف اس کی گردن اور سر چبوترے سے دو فٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اوپر اُٹھا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ باقی جسم غائب تھا۔ عنبر کے ناک میں لوبان کی تیز بُو گھُسنے لگی۔ اس کی آنکھیں اپنے آپ بند ہونے لگیں۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ اُس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ یہ بدروح لاش کون ہے اور اُسے وہاں کس لیے اپنے زبردست جادو کے اثر میں لا کر قید کیا گیا ہے۔ ان سوالوں کا عنبر کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہونے لگیں اور پھر وہ چبوترے پر بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند کر کے بے ہوش ہو گیا۔ وہ بیٹھا تھا۔ اس کی صرف گردن اور سر دکھائی دے رہا تھا اور وہ بے ہوش تھا۔

○

اب ہم ذرا ماریا اور ناگ کی طرف جاتے ہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ ماریا تو ایک بحری جہاز میں سوار دریائے سندھ سے نکل کر بحیرہ عرب میں سفر کرتی اس زمانے کے ملک انگلستان کی طرف آ رہی تھی، کیونکہ عنبر نے ایک بار اُسے کہا تھا کہ وہ ہندوستان سے یورپ کی طرف جائے گا تاکہ وہاں انگلستان کے ملک کی سیر کرے۔

دوسری طرف ناگ نے عنبر کے ساتھ چشمے میں ڈبکی لگا کر جب پانی سے سر باہر نکالا تو وہ بھی یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں نہ تو درخت ہیں، نہ چشمہ ہے اور نہ عنبر ہے اور نہ ماریا وہاں پر ہے۔ وہ ایک بنجر سے علاقے میں ہے جہاں زمین کا رنگ سُرخ ہے اور سُرخ بھربھرے پتھر کی بنی ہوئی ہے ناگ نے اپنے آپ کو ایک سُرخ بھربھرے پتھر والی چٹان کے سائے میں پایا۔

یا اللہ! یہ میں کہاں سے کہاں آ گیا ہوں؟ عنبر کہاں ہے؟

ناگ کو فوراً خیال آیا کہ وہ تاریخ میں چھلانگ لگا کر پیچھے چلے گئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی کئی بار ایسا ہو چکا تھا۔ وہ جب کبھی پیچھے جانے لگتے تھے تو ایک جھٹکا سا لگتا تھا اور وہ دو سو سال یا تین سو سال پیچھے چلے جاتے اور اکثر ایک دوسرے سے جُدا ہو جاتے تھے۔ اسی طریقے سے ان کا واپسی کا سفر جاری تھا۔

اب ناگ نے عنبر کو تلاش کرنا تھا۔ ماریا سے ملاقات کرنی تھی تاکہ وہ ایک دوسرے سے مل کر دوبارہ پانچ ہزار سال واپسی کا سفر اختیار کریں، لیکن وہ ایک دوسرے سے جدا ہو چکے تھے۔ اب خدا جانے کون کہاں پر تھا اور کن پُراسرار وقت کے بھیانک حادثوں میں سے گزرنے کے بعد اُن کی ایک دوسرے سے ملاقات ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ چٹان کی اوٹ سے نکل کر باہر آ گیا — اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑا کر دیکھا — سارے کا سارا علاقہ ویران ویران تھا — دُور دُور کہیں پر ایک آدھ درخت دکھائی دے رہا تھا۔ ناگ کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ کونسا ملک ہے اور اُس ملک کے کونسے شہر کا ویرانہ ہے — وہ ایک طرف روانہ ہو گیا۔ وقت دن کا تھا — دھوپ نکلی ہوئی تھی — آسمان کا رنگ صاف اور کھُلا نیلا تھا — موسم سرد تھا اور اس اعتبار سے ناگ نے محسوس کیا کہ وہ ہندوستان اور مصر و دمشق وغیرہ کے علاقے میں نہیں ہے۔ کیونکہ یہ علاقے عام طور پر گرم تھے — صحرا بھی نہیں تھا جس سے یہ سمجھا جاتا کہ وہ عرب کے علاقے میں ہے۔ زمین اگرچہ بھُربھُرے سرخ پتھر کی تھی، مگر ریت کا نام و نشان نہیں تھا۔ ناگ کا لباس وہی لمبا چغہ اور تنگ پونچے کی شلوار والا تھا۔ اس کی جیب میں ایک تھیلی تھی — اس تھیلی میں تین اشرفیاں پڑی تھیں۔ وہ خدا کا نام لے کر چلا جا رہا تھا کہ کوئی شہر یا گاؤں آئے تو معلوم کرے کہ یہ کونسا علاقہ ہے اور کس بادشاہ کا زمانہ ہے۔

ناگ کو سانپ کا مہرہ یاد آ رہا تھا جسے منہ میں رکھ کر وہ اُڑ کر سفر طے کر لیا کرتا تھا — اگرچہ اُسے تھکان وغیرہ نہیں ہوتی تھی اور وہ بغیر رُکے کئی کئی میل چل سکتا تھا۔

اس نے سوچا کہ غائب ہو کر اُڑنے کی بجائے کیوں نہ وہ عقاب بن کر سفر طے کرے۔ یہ خیال اسے پسند آیا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور عقاب بن کر فضا میں پرواز کر گیا۔ وہ زمین سے تھوڑی بلندی پر درختوں کی طرف اڑتا چلا جا رہا تھا۔ اس طریقے سے سفر جلدی طے ہو گیا۔ درخت آ گئے — ناگ نیچے اُتر آیا — یہاں ایک کنواں بنا ہوا تھا جس پر ایک پرانی لگی تھی اور ایک عورت کنوئیں میں سے پانی کا ڈول نکال کر اپنی صراحی میں ڈال رہی تھی۔ ناگ درخت کی شاخ پر بیٹھا تھا۔ اس نے دیکھا کہ تھوڑے فاصلے پر ایک کچے مکانوں والا گاؤں تھا — دیواروں پر گیروے رنگ کی مٹی کا لیپ کیا ہوا تھا۔ اور مکانوں کی چھتیں سُرخ اور ڈھلانی تھیں۔ ناگ نے اپنی چونچ والی گردن نیچی کر کے پانی بھرتی عورت کو دیکھا — اس کا لباس مسلمانوں ایسا تھا — یعنی کالی گھیر دار شلوار لمبا کُرتہ اور سر پر سیاہ دوپٹہ — عورت کا رنگ صاف اور گورا گورا تھا — عورت نے صراحی کندھے پر رکھی اور اس پگ ڈنڈی پر چل پڑی جو گاؤں کی طرف جاتی تھی۔

ناگ درخت پر سے اڑ کر گاؤں کی طرف چلا گیا — یہ ساڑھے سات مکانوں کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ جس کی کچی گلیوں میں بچے کھیل رہے تھے اور ایک کتا دھوپ میں سو رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کچھ سرخ سرخ گالوں والے بوڑھے مکانوں کی کھڑکیوں میں بیٹھے تھے۔ کچھ عورتیں اپنے گھروں کے دروازوں میں بیٹھی چرخہ کات رہی تھیں — ناگ گاؤں کے پیچھے جا کر زمین پر اُتر آیا اور عقاب سے دوبارا انسانی شکل میں آگیا۔

انسانی شکل میں آتے ہی وہ گاؤں میں داخل ہوگیا۔ وہی عورت جو کنوئیں پر پانی بھر رہی تھی، اس کے قریب سے گزری تو ناگ نے اسے سلام کردیا۔ یہ معلوم کرنے کے لیے کہ یہ مسلمان ہے کہ نہیں۔

عورت نے وعلیکم السلام کہا اور جلدی سے ایک مکان کے اندر چلی گئی۔ وہ ایک ناواقف مرد سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ آج سے چار ساڑھے چار سو سال پہلے کی مسلمان عورتیں بہت باحیا اور شرمیلی ہوا کرتی تھیں۔ عورت کو سلام کرتے ناگ کو ایک بوڑھے آدمی نے دیکھ لیا تھا — اس نے کھڑکی میں بیٹھے بیٹھے ناگ کو آواز دی۔ ناگ فوراً سمجھ گیا کہ وہ ترکی زبان میں بات کر رہا ہے — ناگ اس بوڑھے کی کھڑکی کے نیچے آگیا۔ بوڑھے نے پوچھا:

"برخوردار، تم کون ہو؟ لباس سے تم افغان مسلمان لگتے ہو، کہاں سے آئے ہو؟"

ناگ نے ترکی زبان میں کہا:

"میں مصر کا رہنے والا ہوں اور مسلمان ہوں — ایران میں کافی دیر رہا ہوں — میں دنیا کی سیر کرنے گھر سے نکلا ہوں۔"

بوڑھے نے کہا:

"مگر تم ترکی زبان اتنی اچھی کیسے بول لیتے ہو۔ کیا تم پہلے بھی کبھی ترکی آئے ہو؟"

ناگ سمجھ گیا کہ یہ ترکی کے ملک کا کوئی گاؤں ہے۔ اس نے بوڑھے کی طرف دیکھ کر مسکرا کر کہا:

"میرے والد صاحب ترکی میں کئی سال رہ چکے ہیں۔ ترکی زبان میں نے اُن سے سیکھی تھی۔"

بوڑھے نے کہا:

"مکان کی ڈیوڑھی میں تخت بچھا ہے، وہاں بیٹھو۔ میں آرہا ہوں۔"

ناگ تخت پر آکر بیٹھ گیا — اتنے میں ایک عورت آکر ناگ کے آگے ایک رکابی اور گلاس رکھ دیا۔ گلاس میں دودھ تھا اور رکابی میں انگور تھے — پھر بوڑھا بھی آگیا۔ اس کے بال سفید اور گال سُرخ تھے۔

"بیٹا، یہ انگور ہمارے اپنے باغ کے ہیں اور دودھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گھر کی بھینس کا ہے — کھاؤ اور پیو۔"

ناگ نے دودھ پیا۔ انگور کھائے اور بوڑھے سے باتیں کرنے لگا — باتوں ہی باتوں میں اسے پتا چل گیا کہ وہ ترکی کے ملک میں ہے اور ترکی پر خلیفہ دوم کی حکومت ہے — ناگ نے اندازہ لگا لیا کہ وہ کوئی ڈیڑھ سو سال پیچھے آ گیا ہے۔ اس کا مطلب تھا، عنبر بھی ڈیڑھ سو سال تاریخ میں پیچھے چلا گیا ہوگا اور ماریا بھی پیچھے کی طرف جا چکی ہوگی۔ وہ الگ الگ ملکوں میں کہیں جا کر نکلے ہوں گے اور اب ان کی ملاقات خدا جانے کب، کہاں اور کن حالات میں ہو۔

ناگ سوچنے لگا کہ بہتر ہوگا، وہ اس ملک کے سب سے بڑے شہر میں جائے جو دارالخلافہ بھی ہو — ہو سکتا ہے وہاں اس کی ملاقات ماریا اور عنبر سے ہو جائے، کیونکہ اس سے وہ ایک بار ایسا ہوا تھا کہ وہ جب تاریخ میں پیچھے کی طرف گئے تو ان کی ملاقاتیں اتفاق سے کسی بڑے شہر میں ہی ہوئی تھیں — ناگ نے بوڑھے سے پوچھا کہ ترکی کا دارالخلافہ وہاں سے کتنی دور ہے —

بوڑھے نے کہا:

"کیا تم دارالخلافے سے نہیں آ رہے؟"

ناگ نے کہا:

"نہیں، میں — دراصل میں نے شام کی طرف سے ترکی کی سرحد عبور کی تھی — ابھی مجھے دارالخلافے میں جانا ہے۔"

بوڑھے نے کہا:

"دارالخلافہ استنبول یہاں سے پانچ سو کوس کے فاصلے پر جنوب کی طرف ہے — اگلے گاؤں سے تمہیں سواری مل جائے گی جو ایک دن اور ایک رات کے سفر کے بعد تمہیں ازمیر پہنچائے گی — وہاں سے پھر تمہیں نئی سواری لینا ہوگی۔ اس طرح سفر کرتے تم سات آٹھ دنوں میں استنبول پہنچ جاؤ گے۔"

ناگ نے اس نیک دل بوڑھے کو یہ بتانے کی ضرورت محسوس نہ کی کہ وہ گھوڑے پر بیٹھ کر نہیں، بلکہ ہوا میں اڑ کر استنبول جائے گا اور بڑی جلدی پہنچ جائے گا — ناگ نے بوڑھے سے اجازت لی اور اس سڑک پر آ گیا جو اگلے گاؤں کی طرف جاتی تھی — یہ ویران اور کچی سڑک تھی۔ دو گھوڑ سوار سامنے سے گھوڑے دوڑاتے آتے اور ناگ کے پاس سے گرد اڑاتے گزر گئے — جب دونوں گھوڑ سوار دور چلے گئے تو ناگ نے گہرا سانس لے کر عقاب کی شکل اختیار کی اور ہوا میں اڑنا شروع کر دیا — وہ مغرب کی طرف اس طرح سے اڑ رہا تھا کہ سیدھا استنبول پہنچ جائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



ناگ کو عقاب کی شکل میں ہوا میں اڑتا ہوا چھوڑ کر ہم ایک بار پھر ماریا کی طرف جاتے ہیں کہ جب وقت نے ایک دم سے پیچھے کی جانب ڈیڑھ سو سال کی چھلانگ لگائی تو ماریا پر کیا گزری — اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں کہ ماریا دریائے سندھ سے نکل کر ایک بادبانی جہاز میں ملک انگلستان کی طرف سفر کر رہی تھی، کیونکہ عنبر نے ہندوستان میں ایک بار کہا تھا کہ وہ ملک انگلستان کی طرف جانا چاہتا ہے۔

جب وقت نے الٹی چھلانگ لگائی تو اُس سے ایک منٹ پہلے ماریا اپنے بادبانی جہاز کے عرشے پر جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی اور ایک بچے کو اپنی ماں کے پاس بیٹھے باتیں کرتے دیکھ رہی تھی — بچہ تین چار سال کا تھا اور بڑا پیارا تھا — اچانک جہاز کو ایک دھچکا لگا — اس دھچکے کو سوائے ماریا کے اور کسی نے محسوس نہیں کیا تھا — ماریا جنگلے سے چھوٹ کر دُور لکڑی کے فرش پر جا گری — وہ بڑی حیران ہوئی کہ اور کسی مسافر کو یہ جھٹکا نہیں لگا تھا۔ اس کا ماتھا ٹھنکا — کہیں وقت نے پیچھے کی طرف چھلانگ تو نہیں لگائی؟

اس نے سوچا، کیونکہ اس سے پہلے بھی ، اسے اس قسم
ہو چکا تھا — وہ جلدی سے فرش پر سے اُٹھی — اُس
جہاز کے بادبانوں، مسافروں اور جہاز کے ملاحوں کو دیکھا۔ ہر
اپنی جگہ پر رُک گئی تھی — ہر کوئی اپنی جگہ پر پتھر ہو
گیا تھا — پھر ماریا نے دیکھا کہ ہر شے دُھندلی ہو رہی ہے۔
وہ جہاز تھا جسے ابھی سفر پر روانہ ہونا تھا — یہ وہ مسافر
جنہیں ابھی پیدا ہونا تھا، کیونکہ ماریا ڈیڑھ سو سال پیچھے
آ رہی تھی — ہر شے دھندلی ہوتے ہوتے غائب ہونے لگی۔
مسافر غائب ہوئے، پھر جہاز کے بادبان بادلوں میں گم
ہو گئے — پھر جہاز غائب ہو گیا۔

ماریا نے آنکھیں بند کر لیں — وہ سمندر کے اوپر اکیلی
رہ گئی تھی — اُس نے اپنے پاؤں کے ساتھ سمندر کی لہریں
ٹکراتی محسوس کیں —

پھر اُسے اپنے پیر ٹھنڈی ٹھنڈی گیلی ریت پر لگتے محسوس
ہوئے — اس نے آنکھیں کھول دیں — کیا دیکھتی ہے کہ سمندر کے
ریت پر کھڑی ہے — سمندر دُور تک پھیلا ہوا ہے۔
لہریں دُور دُور سے آ رہی ہیں — ریت پر اس کے پاؤں کے
کر انہیں چھُو کر واپس چلی جاتی ہیں — اسے ٹھنڈک کا
احساس ہوا۔ یہاں سردی تھی — اس کے ایک جانب اونچی چٹانیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیں — درخت کہیں کہیں ان چٹانوں پر اُگے ہوئے تھے۔ آسمان بھورے سرد بادلوں میں چھپا ہوا تھا — ماریا کو سردی لگنے لگی کبھی کبھی اُسے شدید سردی لگنے لگتی تھی۔ پھر وہ گرم کپڑا لیتی یا آگ تاپتی تو سردی دُور ہو جاتی تھی۔ اس کے جسم شہاب الدین غوری کے زمانے کا لمبا کرتا شلوار تھی — پاؤں میں بھی کچھ نہیں تھا۔

ماریا چٹانوں کے درمیان بنے ہوئے راستے سے ہو کر سمت کے دوسری طرف آ گئی — یہاں اُسے سفیدے کے درختوں کی قطار نظر آئی، جس کے پتے جھڑ چکے تھے — اس قطار کے آگے ایک سڑک پر دو گھوڑا بگھی اُڑی جا رہی تھی — کوچوان نے اُونچا ٹوپ اور کالا گرم اوور کوٹ پہن رکھا تھا — وہ بگھی کی اوپر والی سیٹ پر بیٹھا تھا اور گھوڑوں پر چابک برسا رہا تھا۔

ماریا سفیدے کے درختوں کے نیچے سے گزر کر سڑک پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ یہ سڑک چھوٹی چھوٹی اینٹیں اور گول پتھر کو کر بنائی گئی تھی — اس کے کناروں پر کہیں کہیں درخت لگے آ رہے تھے — سڑک آگے جا کر چڑھائی پر جا کر دوسری طرف اُتر گئی تھی۔ ماریا نے اس طرف چلنا شروع کر دیا — ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جو ہڈیوں میں برف بن کر اُتر رہی تھی — ماریا نے اتنی سردی پہلے کبھی نہیں لگی تھی۔

شام ہونے والی تھی۔ خدا جانے یہ کون سا ملک تھا۔ ویسے ماریا کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ یورپ کا کوئی ملک ہے۔ سردی اور آسمانوں پر ٹھنڈے بادلوں کا پھیکا رنگ بتا رہا تھا کہ یہ کسی یورپ کے ملک کا ساحلی علاقہ ہے۔ ماریا سڑک کی چڑھائی پر پہنچ کر دوسری طرف آئی تو دیکھا کہ سامنے ایک وادی ہے جس کے نیچے گہری گھاٹی ہے۔ اس گھاٹی میں کیچڑ تھا۔ لمبی لمبی گھاس اُگی تھی۔ پُل لکڑی کا بنا ہوا تھا — ماریا پُل سے گزر گئی۔

یہاں سفیدے اور کرسمس کے درخت بہت اُگے ہوئے تھے۔ کافی آگے جا کر گھوم گئی — کوئی گھوڑا گاڑی یا بگھی بھی نہیں آئی تھی — اس زمانے میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک گھوڑا گاڑیاں یا بگھیاں چلا کرتی تھیں اور مسافر اُن میں سفر کیا کرتے تھے۔ سردی تیز ہو گئی۔ درختوں کے نیچے گرے ہوئے سوکھے پتے ہوا کے ساتھ اُڑنے لگے۔ سائپرس کے درختوں کے نوکیلے پتے ابھی نیچے گرے تھے — ہوا میں وہ اس طرح جھوم رہے تھے جیسے ہوا میں ہال سکھا رہی ہوں۔

ماریا پل پر سے گزر کر دوسری طرف آئی تو اس نے پل کے نیچے ایک سیاہ کوٹ اور سیاہ ہیٹ والے آدمی کو دیکھا — وہ ایک درخت کے نیچے بڑے سے پتھر پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیٹھا تھا اور بڑے غور سے سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ اُسے سواری کا انتظار ہے۔

ماریا نے سوچا، ضرور اس جگہ پر مسافر گاڑی آ کر کھڑی ہوتی ہوگی — اسے بھی اس جگہ رُک کر مسافر گاڑی کا انتظار کرنا چاہیے تاکہ وہ گرم گرم مسافر گاڑی میں بیٹھ کر سردی کا مقابلہ کر سکے اور پھر شہر پہنچ کر کم از کم کسی جگہ سے گرم کوٹ ہی لے کر پہن لے۔

ماریا سڑک پر ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہوگئی — پُل کے دوسری جانب اونچائی تک سڑک سنسان تھی — سیاہ پوش پُراسرار مسافر بھی بے چینی سے پہلو بدل بدل کر مسافر گاڑی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کی سیاہ ڈاکوؤں ایسی مونچھیں ماریا کو دُور سے نظر آ رہی تھیں۔ خدا جانے کیوں ماریا کو یہ آدمی پُراسرار لگا اور اُسے محسوس ہونے لگا کہ جیسے یہ آدمی اچھی نیت سے وہاں نہیں بیٹھا۔ لیکن ماریا نے اس خیال کو دماغ سے نکال دیا۔ وہ خواہ مخواہ کسی کے معاملے میں ٹانگ نہیں اڑانا چاہتی تھی۔ اسے تو اس وقت صرف اس شے کی ضرورت تھی کہ مسافر گاڑی آئے اور وہ اس میں بیٹھ کر شہر چلی جائے اور کسی جگہ سے گرم کوٹ حاصل کرے اور پھر یہ معلوم کرے کہ کون سا ملک ہے، کون سا شہر ہے؟

انسانی مغز کھانے والا سانپ

شام کا اندھیرا درختوں میں اترنے لگا۔

سردی بھی زیادہ ہوگئی تھی — ہوا اسی طرح چل رہی تھی۔ آسمان پر بادلوں کی وجہ سے شام ہوتے ہی اندھیرا سا ہو گیا تھا۔ اتنے میں دُور سے پتھریلی سڑک پر گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی — سیاہ پوش آدمی چوکنا ہو کر درخت کے نیچے سے اٹھا کر پل کی طرف تیز تیز قدموں سے چل پڑا۔ اس کے ہاتھ میں چاندی کی موٹھ والی کالی چھڑی تھی اور ہاتھوں پر بھی اس نے سیاہ دستانے چڑھا رکھے تھے — وہ پل پر ماریا کے بالکل قریب آ کر کھڑا ہو گیا — ماریا کو نہ تو وہ محسوس کر سکتا تھا اور نہ دیکھ سکتا تھا — ماریا نے اب اس سیاہ پوش آدمی کو غور سے دیکھا — ادھیڑ عمر کا پکے جسم والا آدمی تھا، جسیم ورزشی تھا۔ ناک لمبی اور آگے سے اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ مونچھیں ڈاکوؤں ایسی تھیں اور آنکھوں میں ایک عجیب و غریب قسم کی گلابی گلابی چمک تھی۔ وہ ٹکٹکی باندھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سڑک کی چڑھائی کی طرف دیکھ رہا تھا، جہاں سے اب ایک مسافر گاڑی کو دو گھوڑے اڑائے لیے چلے آ رہے تھے — اترائی کی وجہ سے کوچوان نے باگیں دونوں ہاتھوں سے پیچھے کو کھینچ رکھی تھیں —

ماریا نے محسوس کیا کہ پُراسرار سیاہ پوش نے ایک منٹ میں صرف ایک آدھ بار ہی آنکھیں جھپکی تھیں — گھوڑا گاڑی جب پل کے قریب آئی تو سیاہ پوش نے چھڑی اوپر اٹھا کر اسے رُکنے کو کہا — گاڑی اس کے پاس آ کر رک گئی۔ سیاہ پوش نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا — ماریا بھی اس کے پیچھے گاڑی میں داخل ہو گئی۔

گھوڑا گاڑی کے اندر آمنے سامنے چھ مسافروں کے بیٹھنے کی جگہ تھی — اس وقت گاڑی میں صرف چار مسافر بیٹھے تھے۔ دو بوڑھے مرد جو کمبل اوڑھے اونگھ رہے تھے — ایک بوڑھی عورت تھی اور اس کے ساتھ ایک بلور ایسی نیلی آنکھوں والی گوری لڑکی بیٹھی تھی — اس نے پرانے فیشن کا چیک دار گرم کوٹ اور گرم گاؤن پہن رکھا تھا — سر پر اسی کپڑے کی گول ٹوپی تھی — ٹوپی میں سے اس کے بھورے بال باہر نکل کر اس کے شانوں پر پڑے تھے۔ ماریا کو یہ لڑکی بڑی پیاری لگی — اس کا دل چاہا کہ اُسے اپنی سہیلی بنا لے۔ مگر مجبور تھی۔

وہ کسی کو اتنی آسانی سے اپنی سہیلی نہیں بنا سکتی تھی۔ پھر بھی اُس نے اپنا تھوڑا سا شوق پورا کر لیا اور لڑکی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

ماریا کو لڑکی کے جسم کی گرمی محسوس ہو رہی تھی مگر وہ لڑکی ماریا کے جسم کو محسوس نہیں کر سکتی تھی — لڑکی کے کپڑوں اور بالوں سے عطر کی ہلکی ہلکی بڑی خوشگوار خوشبو آ رہی تھی —

گھوڑا گاڑی آگے روانہ ہو گئی —

ماریا نے محسوس کیا کہ پر اسرار سیاہ پوش نیلی آنکھوں والی لڑکی کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا — بوڑھی عورت نے خالص انگریز عورتوں کے لہجے میں کہا:

"موسم بڑا خراب ہے۔ شاید بارش ہو"

ماریا سمجھ گئی کہ وہ انگلستان کے کسی ساحلی علاقے پر پہنچ چکی ہے — پر اسرار سیاہ پوش نیلی آنکھوں والی لڑکی کو گھورنے میں اتنا مصروف تھا کہ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب لڑکی نے بھی محسوس کیا تھا کہ وہ آدمی اسے گھور رہا ہے — اس نے منہ کھڑکی کی طرف کر لیا اور شیشے میں سے باہر دیکھنے لگی۔

بوڑھی عورت نے جب دوسری بار سیاہ پوش سے کہا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موسم کے بارے میں اُس کا کیا خیال ہے تو وہ چونکا۔

"ہاں میڈم، ہاں — ہاں — آج موسم خراب ہے۔"

وہ مسکرا کر بات کر رہا تھا — اس نے بوڑھی عورت سے پوچھا کہ وہ کہاں سے آ رہی ہے —

بوڑھی عورت پہلے ہی خاموش بیٹھے بیٹھے تنگ آ چکی تھی اس نے دھڑا دھڑ بولنا شروع کر دیا۔

"میں بورسٹل سے آ رہی ہوں۔ کنگز بری سے لندن جاؤں گی — وہاں میرا بڑا لڑکا کاروبار کرتا ہے — جہازوں پر اس کا مال جمیکا اور افریقہ کے ملکوں کو جاتا ہے اور....."

عورت بولے جا رہی تھی — سیاہ پوش نے اس کی بات کاٹ کر لڑکی سے مسکرا کر پوچھا:

"میڈم، آپ کہاں جا رہی ہیں؟ آج تو موسم سفر کے لیے بہت بُرا ہے۔"

نیلی آنکھوں والی لڑکی نے بے نیازی سے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے کہا:

"لندن۔"

سیاہ پوش لڑکی کی طرف گھورتے ہوئے بولا:

"میں بھی لندن جا رہا ہوں۔"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا — ماریا یہ سب باتیں خاموشی

سے سُن رہی تھی — وہ سوچ رہی تھی کہ وہ ایک عرصے کے بعد لندن جا رہی ہے — خدا کرے کہ وہاں ناگ اور عنبر سے اس کی ملاقات ہو جائے — ابھی تک اس نے سیاہ پوش مسافر کو کوئی اہمیت نہ دی تھی — اس کا خیال تھا کہ انگریز اس عمر کو پہنچ جاتا ہے تو وہ ایسا ہی ہو جایا کرتا ہے اور خواہ مخواہ لڑکیوں کو گھورنا شروع کر دیتا ہے — گھوڑا گاڑی پتھریلی سڑک پر ہچکولے کھاتی اپنی منزل کی طرف بھاگی جا رہی تھی —

ماریا نے دیکھا کہ سیاہ پوش آدمی نے اپنی واسکٹ کی جیب میں دو انگلیاں ڈال کر ایک نیلے رنگ کی بڑی خوبصورت شیشی باہر نکالی — اس کا ڈھکنا کھول کر اپنی ناک کے ساتھ لگایا، پھر بوڑھی عورت کی طرف بڑھا کر کہا:

"پیاری آنٹی، ذرا اس عطر کو سُونگھ کر تو دیکھو، یہ ہمارا خاندانی عطر ہے — دو سو برس سے ہمارے خاندان میں چلا آ رہا ہے — پلیز ذرا سونگھ کر دیکھو۔"

بوڑھی عورت تو پہلے ہی اس کے ساتھ باتیں کرنے کے موقعے تلاش کر رہی تھی — جھٹ سے شیشی لے کر ناک کے ساتھ لگائی اور سونگھ کر کہا:

"ونڈر فل، ایسا عطر میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیاہ پوش نے نیلی آنکھوں والی لڑکی کے منہ کے پاس عطر کی شیشی لے جا کر کہا:

"پلیز میڈم، کیا آپ اسے سونگھ کر میری عزت افزائی نہیں کریں گی۔" نیلی آنکھوں والی لڑکی نے دل پر جبر کر کے عطر کی شیشی کو ناک کے ساتھ لگا کر ایک ہلکا سا سانس اوپر کو کھینچا اور شیشی پرے کر دی۔

"کیا خیال ہے میڈم؟" سیاہ پوش نے پوچھا۔

نیلی آنکھوں والی لڑکی نے آہستہ سے کہا:

"اچھی خوشبو ہے۔"

اب سیاہ پوش نے باقی دو بوڑھوں کی طرف دیکھا جو اونگھ رہے تھے۔ اس نے شیشی باری باری ان کی ناک کے ساتھ لگا کر کہا:

"بڑے میاں، تم بھی ذرا عطر کے مزے لو۔"

بوڑھوں کے نتھنوں میں سانس کے ساتھ اپنے اپنے عطر کی خوشبو گھس گئی تھی۔ سیاہ پوش نے عطر کی شیشی کا منہ بند کر کے اسے واسکٹ کی جیب میں رکھ لیا اور غور سے بوڑھی عورت اور پھر نیلی آنکھوں والی لڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا:

"میرا خیال ہے، ہم آدھ گھنٹے تک کنگز بری پہنچ

جائیں گے۔"

بوڑھی عورت کو نیند آنے لگی تھی۔ یہ عجیب بات تھی۔ ابھی ایک منٹ پہلے وہ بڑی چاق و چوبند تھی اور چہک چہک کر سیاہ پوش آدمی سے باتیں کر رہی تھی، مگر اب اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی تھی اور گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ پُراسرار سیاہ پوش نے نیلی آنکھوں والی لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا:

"میڈم، لندن میں آپ کہاں رہتی ہیں؟"

ماریا نے دیکھا کہ نیلی آنکھوں والی لڑکی بھی اونگھنے لگی تھی۔ بڑی عجیب بات تھی۔ ابھی ابھی وہ بھی جاگ رہی تھی۔ اور اس پر نیند کا ذرا سا بھی اثر نہیں تھا۔ پُراسرار سیاہ پوش نے آہستہ سے پہلے بوڑھی عورت کو ہلایا۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ پھر نیلی آنکھوں والی لڑکی کو کندھے سے پکڑ کر ہلایا۔ اس کا سر پیچھے کو ڈھلک گیا۔ وہ بھی بے ہوش ہو چکی تھی۔ دو بوڑھوں کو بے ہوش ہونے میں ذرا سی دیر لگی نہیں لگی۔ وہ تو پہلے ہی اونگھ رہے تھے۔ پُراسرار سیاہ پوش نے اپنی چھڑی سے گھوڑا گاڑی کی چھت پر ٹھک ٹھک کی۔ کوچوان نے ہُو کی لمبی آواز نکالتے ہوئے گاڑی روک لی۔ پُراسرار سیاہ پوش نے کھڑکی میں سے سر باہر نکال کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوچوان سے کہا:

"ہنری، گھر کی طرف چلو۔"

کوچوان ہنری نے گاڑی پیچھے موڑ لی — ماریا یہ سارا خطرناک کھیل خاموشی سے دیکھ رہی تھی — پُراسرار سیاہ پوش پر اُسے پہلے ہی شبہ تھا کہ وہ کوئی غیر معمولی حرکت کرنے والا ہے — اُس نے بے ہوش کرنے والی تیز اور خوشبودار دوائی سنگھا کر سب کو بے ہوش کر دیا تھا — سیاہ پوش بڑے سکون سے بیٹھا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا جہاں رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا — وہ اپنے آپ کو گاڑی میں تنہا سمجھ رہا تھا — اُسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ ایک لڑکی اس کے سامنے بیٹھی اس کی ساری حرکتیں دیکھ رہی ہے —

گھوڑا گاڑی اب کھیتوں میں سے گزر رہی تھی — ماریا یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ پُراسرار سیاہ پوش کرنا کیا چاہتا ہے اس نے ان لوگوں کو کس لیے بے ہوش کیا ہے۔ ظاہر ہے کوچوان اس سیاہ پوش کے ساتھ ملا ہوا تھا — گاڑی پکے راستے والے ایک گیٹ کے اندر داخل ہو کر ایک طرف گھوم کر کھڑی ہو گئی — سیاہ پوش دروازہ کھول کر باہر نکل آیا — ماریا بھی باہر آ گئی — وہ ایک پرانی طرز کا دو منزلہ شکستہ سا مکان تھا، جس کے تنگ اور اونچے دروازے کے باہر تیل کا لیمپ

سردی اور دھند میں صرف اپنے ارد گرد ہی روشنی پھیلا رہا تھا —

سیاہ پوش نے جیب سے بٹوہ نکال سونے کے چار پونڈ کوچوان کی طرف اچھال دیے — کوچوان نے خوش ہو کر پونڈ اپنی جیب میں رکھ لیے اور ہیٹ اٹھا کر شکریہ ادا کیا — سیاہ پوش نے کہا:

"آج بڑا اچھا شکار لائے ہو تم ہنری — پچھلے ہفتے جو لڑکی لائے تھے اُس کا مغز بہت چھوٹا تھا۔"

کوچوان نے کہا:

"سر، اگلے ہفتے اس سے بھی اچھا مال لاؤں گا، مگر آٹھ پونڈ لوں گا۔"

سیاہ پوش نے کہا:

"مجھے منظور ہے — شب بخیر۔"

"شب بخیر سر۔"

کوچوان نے گھوڑوں کو ہلکی سی چابک ماری اور گاڑی کو [illegible] کے احاطے سے نکال کر رات کے سرد اندھیرے میں [illegible] ہو گیا۔ اس دوران میں سیاہ پوش نیلی آنکھوں والی بے [illegible] لڑکی کو گاڑی سے باہر نکال کر اپنے کندھے پر ڈال [illegible] تھا — وہ مکان کے تنگ دروازے میں سے گزر کر اندر [illegible] گیا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ مکان کا اندر کا حصہ باہر کی طرح خاموش اور آسیبی تھا۔ کوئی نوکر نہیں تھا۔ سیاہ پوش بے ہوش لڑکی کو اٹھائے سیڑھیاں اُتر کر مکان کے تہہ خانے میں آ گیا۔ اس تہہ خانے کی دیواروں کا رنگ سیاہ تھا اور گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف کونے میں ایک بڑی موم بتی جل رہی تھی، جس نے اندھیرے کو اور زیادہ بھیانک بنا دیا تھا۔

سیاہ پوش لڑکی کو لے کر اس کمرے سے نکل کر ایک دوسرے کمرے میں آ گیا۔ یہاں ایک ہسپتالوں والا سٹریچر پڑا تھا۔ سٹریچر کے پاس ایک اُونچا سٹول رکھا تھا۔ تپائی پر ایک تیل کا لیمپ پڑا تھا۔

سیاہ پوش نے بے ہوش لڑکی کو سٹریچر پر لٹا کر چمڑے کے تسمے اس کے سینے، ٹانگوں اور بازوؤں کے گرد کس کر باندھ دیے۔ اس کام سے فارغ ہو کر اُس نے جیب سے پتھر نکال کر اُسے رگڑا اور لیمپ روشن کر کے اُس کی بتی اُونچی کر دی۔ کمرے میں روشنی ہو گئی، مگر یہ روشنی بڑی ناکافی تھی اور کالی دیواریں اُسے اپنے اندر نگل رہی تھیں۔

سیاہ پوش نے اپنے سفید دستانے اتار کر جیب میں ڈالے۔ لڑکی کو جُھک کر غور سے دیکھا اور مسکرا کر اپنے سینے پر

ہاتھ مار کر بولا:

"میرا تازہ شکار — حسین شکار — ہیلن اور اس کے بچے اس کی دعوت اڑائیں گے۔"

کمرے سے باہر نکل کر اس نے دروازے پر تالا لگایا۔ دوسرے تہہ خانے میں آ کر موم بتی کو پھونک مار کر بجھا دیا۔ سیڑھیاں چڑھ کر مکان کی پہلی منزل کے کمرے میں آ کر اس نے اپنے کپڑے بدلے — کالی گرم پتلون، کالا سیاہ لبادہ اوڑھا — اور الماری کے نچلے تہہ خانے سے ایک چینی کا ڈھکا ہوا پیالہ اور چاندی کا چمچ لے کر دوسری طرف نکل گیا — ماریا اس کے پیچھے پیچھے تھی — اس کا خیال تھا کہ یہ ایک وحشی قسم کا پاگل آدمی ہے اور اُس نے خونخوار قسم کے کُتّے پال رکھے ہیں، جنہیں یہ انسانوں کا گوشت کھلاتا ہے، کیونکہ اس زمانے کے یورپ کے بڑے بڑے جاگیردار اور نواب ایسے کُتّے پالا کرتے تھے۔ مگر وہ انسانی گوشت انہیں نہیں کھلاتے تھے۔ یہ تو کوئی پاگل انسان تھا۔

سیاہ پوش مکان کی پچھلی سیڑھیاں اتر کر ایک لمبے سے کمرے میں آ گیا — یہاں ایک چڑیا گھر کی طرح کا الگ بڑا سا پنجرہ بنا ہوا تھا — اس پنجرے کے عین وسط میں پتھر کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیوار کھڑی تھی اور ایک جانب لوہے کی جالی کا دروازہ تھا۔ سیاہ پوش نے چابی لگا کر جالی دار دروازہ کھولا۔ اندر ایک صندوق پڑا تھا۔ صندوق کو کھول کر ڈھکنا اوپر اُٹھایا۔ ماریا کو کسی اژدہا کی زبردست پھنکار سنائی دی۔ سیاہ پوش نے سفید رومال نکال کر صندوق کے اُوپر لہرا کر کہا

"پیاری ہیلن، یہ میں ہوں، تمہارا دوست۔ آج میں نے تمہارے لیے ایک بڑا لذیذ شکار پکڑا ہے۔ لو یہ پچھلے شکار کا مغز کھا کر ختم کرو۔ کل سے تمہیں نئے شکار کا مغز کھلاؤں گا۔ آؤ۔ آؤ باہر۔ اپنے پیارے پیارے بچوں کو بھی لے آؤ۔"

ماریا نے دیکھا کہ صندوق میں سے سبز اور سیاہ رنگ کا ایک بہت بڑا اژدہا جس کی موٹائی ہاتھی کی سونڈ سے بھی دوگنی بڑی تھی۔ باہر نکلنے لگا۔ اس کے ساتھ دس بارہ اُسی رنگ کے بڑے بڑے سانپ بھی باہر نکلنا شروع ہو گئے۔ سیاہ پوش ان کے درمیان بیٹھ گیا اور پیالی میں سے انسان کا مغز چمچ سے نکال نکال کر انہیں کھلانے لگا۔

ماریا کانپ اٹھی۔

یہ خونی درندوں سے بھی بڑھ کر انسانی درندہ تھا۔ خوب صورت نوجوان لڑکیوں کو کوچوان ہنری کی مدد سے

بے ہوش کر کے یہاں لاتا تھا اور پھر ان کا مغز نکال کر اپنی اژدہا ناگن ہیلن اور اس کے بچوں کو کھلاتا تھا۔ نہ جانے یہ اب تک کتنی معصوم لڑکیوں کا خون کر چکا تھا۔ اژدہا اپنا گول منہ کھول کر بڑے مزے سے خوب صورت لڑکی کا مغز کھا رہا تھا۔

سیاہ پوش باری باری سب سانپوں کے منہ میں چمچ سے مغز ڈال ڈال کر انہیں کھلا رہا تھا۔ سانپ اس کے سامنے پھن اُٹھائے منہ کھولے کھڑے تھے اور انسان کا مغز کھا کر جھوم رہے تھے۔ ماریا نے محسوس کیا کہ اژدہا نے ایک بار اپنا بھاری سر اوپر اُٹھا کر چھت کی طرف منہ کر کے دو تین بار زبان لہرائی۔ پھر جدھر ماریا کھڑی تھی، اس طرف منہ کر کے زبان لہرائی اور ہلکی سی پھنکار ماری تھی۔ ماریا کے جسم میں ناگ کے ساتھ ہزاروں سال رہنے کی وجہ سے اس کی بُو آنے لگی تھی۔ لیکن ناگ سے جُدا ہونے کے بعد اس بُو میں کمی آ جاتی تھی۔ پھر بھی بڑے سانپ اس بو کو بھی محسوس کر لیتے تھے۔ چنانچہ اس آدھمکور اژدہا نے بھی ناگ کی خاص بُو کو محسوس کر لیا تھا، جس کی بڑی ہی مدھم اور ہلکی ہلکی لہریں ماریا کے جسم سے اُٹھ رہی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا نے اژدہا سے بات کرنے کی کوشش کی جس طرح عنبر اور ناگ کیا کرتے تھے۔ اس نے اژدہا کی طرف دیکھے ہوئے ایک جنگلی لہروں کی شکل میں اس کی طرف پھینکا کہ اس سیاہ پوش کا مغز کیوں نہیں کھاتے — مگر اُس اژ پر انسانی گوشت کھا کھا کر چربی کی ایک موٹی تہہ چڑھ تھی، جس نے ماریا کے دماغ سے نکل کر اس کے جسم ٹکرانے والی لہروں کو بالکل محسوس نہ کیا —

سیاہ پوش جب سانپوں کو پیالی والا سارا مغز چکا تو سانپ ایک ایک کرکے بڑے اژدہا کے ساتھ صند میں چلے گئے۔ سیاہ پوش نے صندوق بند کر دیا — جنگلے نکل کر باہر تالا لگایا اور واپس اپنے کمرے میں آ گیا آتش دان میں آگ جل رہی تھی۔ یہاں اس نے ہاتھ دھوئے۔ ایک کتاب لے کر کرسی پر بیٹھ گیا — کھڑکی بھاری پردہ گرا ہوا تھا — لیمپ جل رہا تھا — سیاہ پو نے دیوار کے ساتھ لٹکی ہوئی رسّی کو کھینچا — یہ نوکر بُلانے کی گھنٹی تھی — تھوڑی دیر بعد دروازہ کھول کر دُبلی پتلی سی ادھیڑ عمر کی عورت اندر آ گئی — اس نے ادب سے پوچھا:

"یس ماسٹر —"

سیاہ پوش نے کہا:

"میرا دودھ لے آؤ —"

نوکرانی چلی گئی — سیاہ پوش کتاب پڑھتا رہا — نوکرانی دودھ کا گلاس اس کے پاس رکھ کر چلی گئی۔ سیاہ پوش دودھ کا ایک ایک گھونٹ کرکے پینے لگا — پھر اُس نے کتاب بند کرکے شیلف میں واپس رکھی — میز کا دراز کھول کر اس میں سے ایک چمڑے کا بریف کیس نکال کر کھولا — ماریا نے اس کو جھک کر دیکھا — اس میں ڈاکٹروں کے آپریشن کرنے والے اوزار تھے — گوشت کاٹنے والی چھریاں، چاقو، ہڈی کاٹنے والی تیز آریاں —

گویا یہ خبیث شیطان اس نیلی آنکھوں والی لڑکی کی کھوپڑی کاٹ کر مغز نکالنے کی تیاریاں کر رہا تھا — آپریشن کے اوزار والا بریف کیس بند کرکے سیاہ پوش نے ایک طرف رکھ دیا — وہ کرسی پر سے اُٹھ کر بیڈ روم کے پچھلے کمرے کی سیڑھیاں اُتر کر ایک اور تہہ خانے میں آ گیا — یہاں ماریا کو بڑی زبردست بدبو محسوس ہوئی — اس نے رومال ناک پر رکھ لیا — کم بخت سیاہ پوش کو ذرا بھی بُو کا احساس نہیں ہو رہا تھا تہہ خانے میں اندھیرا تھا — سیاہ پوش نے موم بتی روشن کی ماریا کے جسم میں خوف کی سرد لہر دوڑ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہاں دیوار کے ساتھ ساتھ کئی انسانی پنجر لٹکے ہوئے تھے
ان سب کی کھوپڑیوں کے آدھے اُوپر والے پیالے غائب
تھے — یہ ان معصوم لڑکیوں کے ڈھانچے تھے جن کے دماغ
اس خبیث شیطان نے اپنے سانپوں کو کھلا دیے تھے،
ماریا کا جی چاہا کہ وہ اس شیطان کا اسی وقت گلا گھونٹ
ڈالے — سیاہ پوش نے ایک الماری میں سے دوائی کی بوتل
نکال کر جیب میں رکھی اور موم بتی بجھا کر باہر آ گیا — اپنے
کمرے میں آ کر اس نے آپریشن کے اوزاروں کو سفید کپڑے
سے چمکانا شروع کر دیا —

گویا وہ آپریشن کی تیاری کر رہا تھا —

ماریا نے اسے اسی جگہ چھوڑا اور سیڑھیاں اُتر کر اس
تہہ خانے کی طرف آ گئی، جہاں نیلی آنکھوں والی لڑکی سٹریچر
پر بندھی پڑی تھی۔

دروازے میں سے گزرنے کے لیے اسے تالا کھولنے
یا دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں تھی — وہ اپنے آپ آواز کی
لہر کی طرح لوہے کے بند دروازے میں سے گزر کر نکل گئی
وہ چھوٹے سے آپریشن روم میں آ گئی۔ نیلی آنکھوں والی لڑکی
سٹریچر پر بے ہوش پڑی تھی، مگر اب اُسے کچھ کچھ ہوش
آ رہا تھا — وہ کسی وقت آہستہ سے ہونٹ کھول کر تدھم

آواز نکال کر کسی کو آواز دینے کی کوشش کرتی تھی — ماریا
اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

سیاہ پوش نے لڑکی کی ٹوپی اُتار کر تپائی پر رکھی ہوئی
تھی — لڑکی کے بھورے بال سٹریچر سے نیچے لٹکے ہوئے
تھے — ماریا نے کان لگا کر سُنا — لڑکی شاید اپنی ماں کو
بلا رہی تھی —

"ماما — ماما —"

ماریا کو اس بھولی بھالی لڑکی پر بے حد ترس آیا —
اگر اتفاق سے ماریا اس گاڑی میں سوار نہ ہوتی تو
لڑکی زندہ نہیں بچ سکتی تھی — ماریا لڑکی کے جسم
کے ساتھ بندھے ہوئے چمڑے کے تسمے کھولنے لگی — ابھی
اس نے بازوؤں کے تسمے ہی کھولے تھے کہ دروازے کا
تالا کھلنے کی آواز آئی — ماریا رُک گئی — دروازہ کھلا اور
سیاہ پوش کی دُبلی پتلی ادھیڑ عمر کی نوکرانی پانی سے بھرا ہوا
جگ اور تام چینی کا ٹرے لے کر اندر داخل ہوئی — یہ
چیزیں اُس نے سٹریچر کے پیچھے دیوار کے ساتھ لگے میز
پر رکھ دیں اور واپس جانے لگی تو اس کی نظر لڑکی کے
کھلے ہوئے بازو کے تسمے پر پڑ گئی — وہ جلدی سے سٹریچر
کے پاس آئی اور تعجب سے دیکھنے لگی کہ یہ تسمے کس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھول ڈالے ہیں۔

لڑکی کو ہوش آ رہا تھا۔ اُس نے آہستہ سے کہا:

"ماما۔ ماما۔"

دُبلی عورت بولی:

"ماما کو بھول جاؤ۔ تم چند گھڑیوں کی مہمان ہو۔"

عورت نے تیزی سے اس کے کھُلے تسمے پھر سے کس کر باندھ دیے۔ ساتھ ساتھ وہ ایک نیم پاگل عورت کی طرح بولے بھی جا رہی تھی۔

"یہ تسمے کس بھوت نے آ کر کھول دیے تھے۔ تم تو بے ہوش تھیں۔ تم نہیں کھول سکتیں۔ بس اور تھوڑی دیر سانس لے لے، پھر تیرا مغز۔"

اس کے بعد وہ چُپ ہو گئی۔ نیلی آنکھوں والی لڑکی پوری طرح ہوش میں آ چکی تھی۔ اس نے جو اپنے آپ کو سٹریچر پر بندھے ہوئے دیکھا تو گھبرا کر بولی:

"میں کہاں ہوں؟ مجھے سٹریچر پر کیوں باندھا گیا ہے؟ تم کون ہو؟ یہ کونسی جگہ ہے؟"

عورت نے اُسے جھڑک کر کہا:

"بکواس بند کرو لڑکی۔ تم جہاں آ چکی ہو، اب یہاں سے تمہاری روح ہی نکل کر باہر جائے گی۔"

لڑکی کا رنگ زرد ہو گیا تھا۔ خوف سے اُس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔

"تم لوگ کون ہو؟ یا اللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں۔ میں تو لندن اپنی آنٹی کے پاس جا رہی تھی۔ گھوڑا گاڑی مجھے کہاں لے آئی ہے؟"

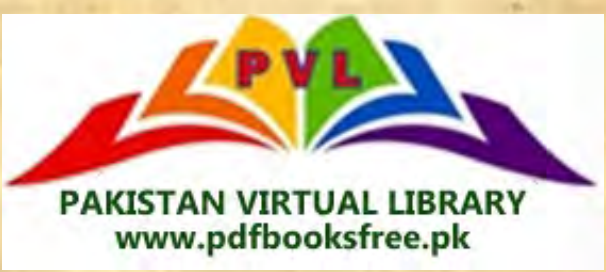
دُبلی عورت نے لڑکی کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے بلّی کی طرح غرّا کر کہا:

"اس سے پہلے بھی جو لڑکیاں یہاں آئی تھیں، وہ بار بار یہی سوال پوچھتی تھیں، مگر آج اُن کے ڈھانچے اور آدھی کٹی ہوئی کھوپڑیاں تہ خانے میں پڑی ہیں۔"

اور وہ عورت ایک شیطانی قہقہہ لگا کر ہنسی اور بلّی کی طرح مٹک مٹک کر چلتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ باہر سے اس نے دروازہ بند کر کے تالہ لگا دیا۔ اس سیاہ دیواروں والے جہنمی تاریک کمرے میں ایک دردناک خاموشی چھا گئی۔ پھر اس خاموشی میں نیلی آنکھوں والی لڑکی کی سسکیاں بھر کر رونے کی آواز آنے لگی۔ اس آواز نے کمرے کی مانوس فضا کو اور زیادہ دردناک بنا دیا۔ ماریا سوچنے لگی کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ اُسے اپنا کام کہاں سے شروع کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ اس ڈرامے کو کافی دیر تک تماشائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بن کر دیکھ چکی تھی — اب اس کے حملہ کرنے کا وقت آگیا تھا — کیا وہ لڑکی سے بات کرے ؟ کہیں وہ خوف زدہ نہ ہو جائے — ماریا اپنی موجودگی کے بارے میں کسی کو نہیں بتانا چاہتی تھی ، مگر وہاں کچھ مجبوری دکھائی دے رہی تھی نیلی آنکھوں والی لڑکی سے بات کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا —



سیاہ پوش کی موت

ماریا لڑکی سے بات کرنے ہی لگی تھی کہ تالہ کھلنے کی آواز آئی —

وہ ذرا رُک گئی — دروازہ کھول کر سیاہ پوش اندر آگیا۔ لڑکی نے اسے دیکھتے ہی چیخ ماری اور روتے ہوئے کہا :

"تم کون ہو ؟ مجھے یہاں کیوں باندھ رکھا ہے ؟"

سیاہ پوش نے گھبرا کر لڑکی کو دیکھا —

"تمہیں — تمہیں ہوش آگیا ہے ؟"

بجلی کی تیزی کے ساتھ ماریا کے دیکھتے دیکھتے اس سیاہ پوش نے جیب سے بے ہوش کرنے والی دوائی نکال کر زبردستی لڑکی کے ناک پر لگا دی — لڑکی ایک بار تڑپی اور پھر بے ہوش ہو گئی — سیاہ پوش نے جلدی جلدی تسمے کھول کر لڑکی کا کوٹ اُتار کر پرے پھینکا اور اس کے اوپر الماری میں سے سفید چادر نکال کر اس کے سارے جسم کو ڈھانپ دیا — پھر چادر کے اندر ہاتھ ڈال کر اس کے تسمے کس کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باندھ دیے — وہ لڑکی کے سر کی طرف آگیا — اس نے بے ہوش لڑکی کے سر پر ماتھے سے نیچے تک ایک سفید ٹوپی پہنا دی۔ اب صرف لڑکی کا ماتھے سے اُوپر اُوپر سر ہی ننگا تھا۔ اس نے جلدی سے اس کے سارے بال کاٹ ڈالے۔ ماریا حملہ کرنے کے لیے تیار ہو چکی تھی — اس نے ہر حالت میں لڑکی کو اس وحشی درندے سے بچانا تھا —

سیاہ پوش اس کام سے فارغ ہو کر پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا — اس نے جیب سے رومال نکال کر اپنے منہ پر آیا ہوا پسینہ پونچھا اور باہر نکل گیا — ماریا اس کو قابو کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہی تھی کہ وہ چلا گیا — جاتے ہوئے باہر سے اس نے دروازے پر تالا نہیں لگایا تھا — ماریا کے سامنے سٹریچر پر لڑکی اس طرح بندھی پڑی تھی کہ سوائے اس کے کٹے ہوئے بالوں والے سر کے، جسم کا اور کوئی حصہ دکھائی نہیں دے رہا تھا — اس کے منہ پر ایسی ٹوپی چڑھا دی گئی تھی جو سر کے درمیان سے کھلی تھی — یہ گویا لڑکی کی کھوپڑی کاٹ کر اس کا مغز نکالنے کی پوری تیاری ہو چکی تھی — ماریا سیاہ پوش کا انتظار کرنے لگی کہ وہ آئے تو اس کو قابو میں کر کے تمام پہلے کی گئی لڑکیوں کا اس سے بدلہ لیا جائے —

ماریا کو کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی — ماریا ہوشیار ہو گئی — دروازہ کھلا اور وہی دُبلی پتلی مکار بڑھیا اندر داخل ہوئی جو ہر لڑکی کی کھوپڑی کاٹنے میں — سیاہ پوش کی مدد کیا کرتی تھی — اور یوں ہر قتل میں اس کی برابر کی شریک ہوتی تھی۔ وہ اگر چاہتی تو لڑکیوں کو وہاں سے بھگا سکتی تھی۔ مگر اس نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ بلکہ اُلٹا بدقسمت لڑکیوں کو یہ کہہ کر اذیت دیا کرتی تھی کہ فکر نہ کرو، ابھی تمہاری رُوح یہاں سے نکل جائے گی — ابھی تمہاری کھوپڑی کاٹ کر تہہ خانے میں پھینک دی جائے گی۔ اس لیے یہ عورت بھی قاتل تھی —

اسے دیکھ کر ماریا کے ذہن میں ایک انوکھا خیال بجلی کی طرح چمکا — وہ مسکرائی — یہ بڑا ہی دلچسپ خیال تھا — عورت کے ہاتھ میں آپریشن کے اوزاروں والا طشت تھا۔ یہ طشت اس نے تپائی پر رکھا اور واپس مڑی کہ دروازے سے نکل کر باہر چلی جائے —

دروازے میں ماریا کھڑی تھی، جسے وہ قاتل عورت نہیں دیکھ سکتی تھی — ماریا نے اس عورت کی کنپٹی پر پورے زور سے ایک بھرپور مکا مارا — عورت چکر کھا کر گری اور بے ہوش ہو گئی۔

ماریا نے بڑی پھرتی سے بے ہوش لڑکی کے اوپر سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چادر کھینچ کر پرے پھینکی — تسمے کھول کر اسے سٹریچر سے اُتار کر نیچے فرش پر رکھا — اس کی جگہ قاتل عورت کو سٹریچر پر لٹا کر تسمے کس کر باندھے — اس کے اوپر سفید چادر ڈال کر سارا جسم ڈھانپا — پھر طشت میں سے قینچی اٹھا کر اس کی کھوپڑی کے بال کاٹے — لڑکی کے منہ پر ڈالی ہوئی بند ٹوپی اتار کر عورت کے منہ پر پہنا دی اور گردن کے اوپر والا تسمہ بھی کس کر باندھ دیا —

اب ماریا کے سامنے ویسے ہی قاتل عورت چادر اور ٹوپی کے نقاب کے اندر بے ہوش پڑی تھی جس طرح تھوڑی دیر پہلے نیلی آنکھوں والی لڑکی پڑی تھی — اس کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا — صرف کھوپڑی ننگی تھی۔ نیلی آنکھوں والی لڑکی فرش پر پڑی تھی — ماریا نے جلدی سے بے ہوش لڑکی کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا — ماریا کے کندھے پر آتے ہی لڑکی بھی ماریا کے ساتھ ہی غائب ہو گئی، کیونکہ زمین سے وہ اوپر اُٹھ آئی تھی اور اس کے پاؤں زمین سے نہیں ٹکرا رہے تھے — ماریا دروازے میں سے نکل کر دوسرے کمرے میں آ گئی — یہاں موم بتی جل رہی تھی — ماریا نے لڑکی کو کندھے پر اُٹھا رکھا تھا، وہ اسے کسی محفوظ جگہ پر لٹانا چاہتی تھی — اس کمرے سے آگے سیڑھیاں تھیں جو اوپر

[illegible] کو جاتی تھیں — ماریا اوپر آ گئی — پھر وہ مکان کی ڈیوڑھی [illegible] گزر کر باہر کھلی فضا میں آ گئی۔ یہاں آ کر اس نے پہلی بار دیکھا کہ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ سرد ہوا چل رہی تھی —

ماریا لڑکی کو کندھے پر اٹھائے ہوئے مکان کے عقب میں آ گئی۔ یہاں ایک ٹوٹی ہوئی چھت والا پرانا گیراج بنا ہوا تھا۔ یہاں شاید کسی زمانے میں گھوڑا گاڑی رکھی جاتی تھی — گاڑی کے دو بڑے بڑے پہیے دیوار کے ساتھ لگے تھے — فرش پر گھاس کا ڈھیر پڑا تھا — ماریا نے نیلی آنکھوں والی بے ہوش لڑکی کو گھاس پر لٹا دیا — اس کے اوپر بھی خشک گھاس ڈال دی تاکہ اُسے سردی نہ لگے۔ یہاں اندھیرا تھا —

اس کام سے فارغ ہو کر ماریا تیزی سے واپس تہہ خانے میں آ گئی — قاتل نوکرانی اسی طرح سٹریچر پر تسموں میں بندھی بے ہوش پڑی تھی — اس کا سارا جسم ماتھے سے لے کر نیچے پاؤں تک چادر میں ڈھکا ہوا تھا۔ اُسے دیکھ کر کسی کو شک نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ نوکرانی یعنی قاتل عورت ہے اور نیلی آنکھوں والی لڑکی نہیں ہے —

اتنے میں سیاہ پوش کے قدموں کی آواز آئی — دروازہ کھلا اور سیاہ پوش اندر داخل ہوا — اس نے سفید ڈاکٹروں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

والا لمبا کوٹ پہن رکھا تھا۔ منہ پر بھی آپریشن کرنے والے ڈاکٹروں ایسی سفید پٹی بندھی تھی۔

وہ آپریشن کرنے کے لیے تیار ہو کر آیا تھا۔ اس نے آتے ہی اوزاروں والی میز پر سے ایک باریک آری اٹھائی اور قاتل نوکرانی کے سرہانے کی طرف آ گیا۔ کمرے میں لیمپ جل رہا تھا۔ اس کی روشنی زیادہ تر قاتل عورت کے سر پر پڑ رہی تھی۔ سیاہ پوش سٹریچر کے سرہانے کی طرف سٹول پر بیٹھ گیا۔ اسے کچھ خبر نہیں تھی کہ جس عورت کی وہ کھوپڑی کاٹنے لگا ہے۔ وہ نیلی آنکھوں والی لڑکی نہیں، بلکہ خود اس کی نوکرانی ہے۔

سیاہ پوش کی آنکھوں میں درندوں ایسی چمک آ گئی تھی۔ اس نے تیز دندانوں والی آری کو سیدھے رُخ نوکرانی کے ماتھے سے ذرا اوپر رکھا اور پھر پوری طاقت سے اُسے آگے پیچھے چلانے لگا جس طرح کوئی ترکھان لکڑی کاٹتا ہے۔ خون نکل نکل کر اس کے ہاتھوں پر سے ہوتا ہوا اس کے سفید کوٹ اور فرش پر گرنے لگا۔

سیاہ پوش پورا درندہ بن چکا تھا۔ وہ کسی وحشی جانور کی طرح آری چلا رہا تھا۔ کھوپڑی ماتھے پر سے کٹ چکی تھی اور اس کے اندر سے اب سفید سفید داغ کا گودا خون کے

ساتھ باہر نکلنے لگا تھا۔ سیاہ پوش نے رومال سے ماتھے پر سے خون صاف کیا۔ گودے کو چمچ سے اٹھا کر پیالے میں ڈالا اور دوسرے رُخ سے آری چلانا شروع کر دی۔

کھوپڑی میں آری چلنے کی گھرگھر کی آواز آ رہی تھی۔ نرس خاموشی سے یہ خونی منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی کہ ایک قاتل عورت دوسرے قاتل مرد کے ہاتھوں اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچ رہی تھی۔ سیاہ پوش کو ابھی تک یہی معلوم تھا کہ وہ نیلی آنکھوں والی لڑکی کی کھوپڑی کاٹ رہا ہے۔ وہ زور شور سے اپنے کام میں لگا ہوا تھا۔ اس کے ماتھے سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگے تھے۔ کھوپڑی پوری کٹ چکی تو سیاہ پوش نے پک کر ڈبیہ میں سے ایک ہتھوڑی اٹھائی اور نوکرانی کے ماتھے پر ایک طرف آہستہ سے ماری۔

قاتل عورت کی آدھی کھوپڑی آدھے کٹے ناریل کی طرح اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ عورت کا سارا داغ افروٹ جیسے گودے کی طرح اس کے بغیر کھوپڑی کے سر پر ہی لگا ہوا تھا۔ اس میں سے سفید سفید مادہ سرخ خون کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ سیاہ پوش مشین کی طرح کام کر رہا تھا۔ اس نے ہتھوڑی پھینک کر ایک بڑا پیالہ اور چمچ اٹھا لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر عورت کے دماغ کو سارے کا سارا کھرچ کر پیالے میں ڈال لیا۔ ماریا نے آگے بڑھ کر دیکھا — قاتل عورت کے سر کا باقی آدھا حصّہ بالکل خالی ہو چکا تھا — اس کا سفید سفید دماغ پیالے میں پڑا تھا —

سیاہ پوش نے پیالہ تپائی پر رکھ کر پسینہ پونچھا۔ گیلے تولیے سے ہاتھ منہ پر لگے ہوئے خون کے چھینٹے صاف کیے۔ وہ سفید کوٹ اتار کر ایک طرف رکھ دیا جس پر قاتل عورت کے خون کے بڑے بڑے دھبّے پڑے ہوئے تھے۔

آپریشن ختم ہو چکا تھا — سیاہ پوش اپنی کامیابی پر بڑا خوش تھا — اس کی آنکھوں میں خوشی کی چمک تھی۔ ایک قاتل نے دوسرے قاتل کو ہلاک کر دیا تھا —

ماریا اب اس ڈرامے کا آخری چونکا دینے والا سین دیکھنے کا انتظار کر رہی تھی — آخر وہ سین بھی شروع ہو گیا۔ سیاہ پوش عورت کے جسم سے چادر اتارنے لگا — لیمپ کی مدھم روشنی میں دُبلی نوکرانی کا جسم سٹریچر پر صاف نظر آنے لگا۔ سیاہ پوش کو ایک جھٹکا سا لگا — چادر اُس کے ہاتھ میں پکڑی رہ گئی۔ چادر ایک طرف پھینک کر وہ تیزی سے عورت کے منہ کی طرف آیا اور اس کے منہ پر پڑا ہوا خون آلود نقاب اتار کر پرے پھینک دیا —

اس کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی —

وہ خوف زدہ سا ہو کر پیچھے دیوار کے ساتھ لگ گیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے سٹریچر کو دیکھنے لگا، جس پر اس کی پرانی اور وفادار نوکرانی کی بغیر کھوپڑی کے خون آلود لاش پڑی تھی۔

"اف میرے خدا، یہ میں نے کیا کر دیا — یہ کیسے ہو گیا — لڑکی کہاں چلی گئی؟ اسے یہاں کس نے باندھا؟"

سیاہ پوش دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے اپنے آپ تکلیف دہ انداز سے بڑبڑا رہا تھا — یہ وہ سوال تھے جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا اور جس کا جواب اس کے پاس ماریا کی شکل میں تھا، مگر جسے وہ نہیں دیکھ سکتا تھا — ماریا اس کی حالت دیکھ کر خوش ہو رہی تھی، لیکن ابھی اس کا اپنا انجام باقی تھا۔ ماریا کا نہیں، بلکہ سیاہ پوش قاتل کا جس کی گردن پر نہ جانے کتنی بھولی بھالی لڑکیوں کا خون تھا۔ اب اس کی باری تھی — ماریا اسے چھوڑ نہیں سکتی تھی — وہ اُسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتی تھی تاکہ پھر کوئی معصوم لڑکی اس کی درندگی کا شکار نہ ہو —

سیاہ پوش پاگلوں کی طرح سارے گھر اور تہ خانوں میں نیلی آنکھوں والی لڑکی کو تلاش کرنے لگا — اسے یقین نہیں آ سکتا تھا کہ وہ اپنے آپ سٹریچر سے اُٹھ کر بھاگ سکتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی نے ضرور اس کی مدد کی ہے اور اس کی جگہ نوکرانی کو بے ہوش کرکے سٹریچر پر ڈال دیا ہے۔ مگر وہ پُراسرار شخص کون تھا؟

سیاہ پوش اپنے کمرے میں آکر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ وہ کچھ ڈرا ڈرا سا بھی تھا۔ اسے وہم سا ہونے لگا تھا کہ مکان کے اندر کوئی بدروح گھس آئی ہے۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اس وقت بھی وہ اس کے قریب ہی تپائی پر پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی اور مزے لے لے کر سیاہ پوش قاتل کی ذہنی پریشانی کا لطف اٹھا رہی تھی۔

ماریا آہستہ آہستہ اپنی ٹانگیں ہلا رہی تھی۔ اچانک اس کا ہاتھ لگنے سے تپائی پر رکھا ہوا چینی کا بڑا گلدان فرش پر گر کر ٹوٹ گیا۔ اس کے چھناکے کی آواز پر سیاہ پوش قاتل گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

"کون ہے۔ کون ہے کمرے میں؟"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اس سے کھیل رہی تھی، جس طرح بلی کبھی کبھی چوہے سے کھیلا کرتی ہے۔ سیاہ پوش اٹھ کر میز کے پاس آگیا۔ جھک کر گلدان کے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا۔

ماریا آہستہ سے اٹھ کر سیاہ پوش کے پلنگ کے پاس آ

گئی۔ وہاں اس کا خون سے بھرا ہوا سفید کوٹ کونے میں پڑا تھا۔ ماریا نے اسے اٹھا کر زور سے سیاہ پوش کے منہ پر دے مارا۔ سیاہ پوش خوف زدہ ہو کر پیچھے کو گرا۔ اسے پسینہ آگیا۔ وہ پھٹی ہوئی آنکھوں سے پلنگ کی طرف تک رہا تھا کیونکہ کوٹ اسی طرف سے آیا تھا۔ اس نے خشک لرزتی آواز میں کہا:

"کہ۔ کہ۔ کون ہو تم؟"

ماریا نے اب بھی کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آرام کرسی کی طرف آگئی۔ یہاں میز پر سیاہ پوش کی چاندی کی موٹھ والی چھڑی پڑی تھی۔

سیاہ پوش نے دیکھا کہ چھڑی اچانک غائب ہو گئی ہے۔ چھڑی ماریا نے اٹھالی تھی۔ پھر چھڑی بڑے زور سے اس کی گردن پر آکر پڑی۔ سیاہ پوش کی چیخ نکل گئی اور چھڑی دو ٹکڑے ہو کر فرش پر گر پڑی۔ سیاہ پوش اب غصے میں آگیا۔ اس کی مونچھیں پھڑکنے لگیں۔ وہ چلایا۔

"تم اگر سچوت ہو تو سن لو۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میرے پاس ایک ایسا عمل ہے جس کو پڑھ کر میں تمہیں جلا کر راکھ کر دوں گا۔ بتاؤ تو بتاؤ تم کون ہو؟"

اب ماریا نے زبان کھولی اور کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سنو، میں اس لڑکی کی روح ہوں جسے تم نے پچھلے ہفتے قتل کرکے اس کا دماغ اڑدہا اور اس کے بچوں کو کھلا دیا تھا۔"

سیاہ پوش نے کہا:

"تم — تم یہاں کیا لینے آئی ہو؟"

ماریا نے کہا:

"کچھ نہیں لینے آئی — صرف تمہارا دماغ کھوپڑی میں سے نکال کر تمہارے سانپوں کو کھلانے آئی ہوں۔"

سیاہ پوش کا رنگ سفید پڑ گیا —

"تو — تو کیا تم نے — ؟"

ماریا نے اس کی بات کاٹ کر کہا:

"ہاں، میں نے ہی نیلی آنکھوں والی لڑکی کو غائب کرکے اس کی جگہ تمہاری ساتھی قاتل نوکرانی کو سٹریچر پر لٹا دیا تھا —"

سیاہ پوش کمرے میں اُس طرف دیکھ رہا تھا جدھر سے اُسے ماریا کی آواز آ رہی تھی — وہ اب بھی روح پر رُعب ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا کہ شاید روح اس کی باتوں سے ڈر کر بھاگ جائے —

مگر یہ روح بھاگنے والی شے نہیں تھی — یہ ماریا تھی، جس

ہمیشہ ظالم لوگوں سے اُن کے ظلم کا بدلہ لیا تھا اور نیک دل لوگوں کی اپنی جان مصیبت میں ڈال کر بھی مدد کی تھی — سیاہ پوش ایک بار پھر رعب دار آواز میں بولا:

"سُن اے روح، تم سے پہلے میں کئی لڑکیوں کو قتل کر کے اُن کے دماغ سانپوں کو کھلا چکا ہوں۔ ان کی روحیں بھی مجھ سے انتقام لینے آئی تھیں — مگر میں نے اپنا خاص عمل پڑھ کر انہیں اپنے تہہ خانے کے اندھے کنوئیں میں ہمیشہ کے لیے بند کر دیا — میں تمہیں خبردار کرتا ہوں — اگر تو اپنی خیریت چاہتی ہے تو یہاں سے بھاگ جا — نہیں تو تمہارا بھی دوسری روحوں جیسا انجام ہوگا۔"

ماریا جانتی تھی، یہ بکواس کر رہا ہے — وہ اس کی دھمکیوں کی بھلا کیا پروا کرتی تھی — اس نے مسکرا کر کہا:

"سُن اے قاتل درندے، میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے — اب تو اپنی کھوپڑی کا آپریشن کروانے کے لیے تیار ہو جا — کیونکہ تمہارے سانپ بڑے بھوکے ہیں اور وہ تمہارے گرم گرم، نرم نرم بدکردار دماغ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

اب تو سیاہ پوش کچھ گھبرایا، کیونکہ روح پر اُس کی دھمکیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا — وہ وہاں سے بھاگنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بارے میں سوچنے لگا — اُس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ دروازہ آدھا کھلا تھا — ماریا بھی سمجھ گئی کہ وہ فرار ہونے کا پروگرام بنا رہا ہے — اُس نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا :

"تم بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ تمہارے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ یہاں سے سیدھا تمہارے تہہ خانے کو جاتا ہے۔ جہاں سٹریچر اور آپریشن کے اوزار چاقو چھریاں اور آریاں تمہاری کھوپڑی کا انتظار کر رہی ہیں"

سیاہ پوش کے جسم میں سنسناہٹ دوڑ گئی — وہ کیا کرے؟ کدھر سے بھاگے، اس رُوح سے کیسے جان چھڑائے — کمرے کی کھڑکی بھی اندر سے بند تھی — ماریا اب اس کو زیادہ مہلت نہیں دینا چاہتی تھی، کیونکہ خطرہ تھا کہ اُسے فرار ہونے کا موقع نہ مل جائے — اُس نے آخری حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور سیاہ پوش کے پیچھے آ گئی — سیاہ پوش کے گاؤن میں سے ریشمی دوڑی نکالی اور پیچھے سے سیاہ پوش کے دونوں بازو پکڑ لیے — یہ گرفت اتنی مضبوط تھی کہ سیاہ پوش ایسا بھاری بھرکم آدمی بھی بے بس ہو کر رہ گیا۔ اُسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے اس کے دونوں بازو کسی نے لوہے کے شکنجے میں جکڑ دیے ہیں — پھر بھی اس نے اپنے جسم کی ساری طاقت لگا کر ایک زور دار جھٹکا دیا اور ماریا کی گرفت

سے آزاد ہو گیا —

چوہا بلی کے پنجے سے نکل گیا تھا۔

سیاہ پوش کمرے کے دروازے کی طرف بھاگا — ماریا چھلانگ لگا کر اس کے آگے آ گئی — اس نے ریشمی رسّی سیاہ پوش کی گردن میں ڈال کر بل دینے شروع کر دیے سیاہ پوش نے دونوں ہاتھوں سے رسی کو پیچھے کرنے کی جدو جہد شروع کر دی۔

لیکن ماریا کا حملہ بڑا کامیاب اور درست رہا تھا — رسی سیاہ پوش کی گردن میں دھنستی چلی گئی — اس کی آنکھیں باہر کو اُبل آئیں — ماریا اُسے کھینچتی ہوئی سیڑھیوں میں لے آئی — پھر اسے تہہ خانے کے برآمدے میں سے گھسیٹتی ہوئی آخر اس تہہ خانے میں لے آئی، جہاں سٹریچر پر ابھی تک قاتل نوکرانی کی آدھے سر والی لاش پڑی تھی

سیاہ پوش پوری طاقت خرچ کر کے بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا، مگر گردن کے پھندے نے اُسے بے بس کر دیا تھا — ماریا نے اسے دھکا دے کر فرش پر منہ کے بل گرا دیا۔ اس کے ساتھ ہی ماریا نے ریشمی رسّی سے سیاہ پوش کے دونوں پاؤں جکڑ دیے — وہ اچھل اچھل کر ہاتھ پاؤں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلانے لگا۔

ماریا نے کہا:

"اب کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جو سلوک تم دوسروں کے ساتھ کرتے تھے۔ وہی سلوک اب تمہارے ساتھ ہونے والا ہے۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔"

سیاہ پوش نے کہا:

"اے رُوح، مجھے معاف کر دے۔ آئندہ سے میں نیک زندگی بسر کروں گا۔"

ماریا نے کہا:

"تمہارا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ تم ایک کمینے اور ظالم جلاّد ہو۔ اگر تمہیں چھوڑ دیا گیا تو قیامت کے دن مجھ سے ان لڑکیوں کی روحیں جنہیں تم نے یہاں لا کر مار ڈالا، ضرور سوال کریں گی کہ میں نے ان کا بدلہ کیوں نہیں لیا اور میرے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔ اس لیے تمہارے ساتھ رحم نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ تم نے کسی پر رحم نہیں کیا۔"

ماریا نے جلدی سے اس کے ہاتھوں کو جھٹک کر پیچھے کھینچا اور رسّی سے جکڑ ڈالے۔ سیاہ پوش بے بس ہو کر فرش پر پڑا تھا۔ ماریا نے عورت کی لاش کو سٹریچر سے

اٹھا کر کونے میں پھینکا اور سیاہ پوش کو یوں اٹھا کر سٹریچر ڈال دیا جس طرح کوئی فرش پر سے پنسل اٹھا کر میز پر رکھتا ہے۔ ماریا نے اپنی پوری طاقت کو بیدار کر لیا تھا سیاہ پوش تڑپ رہا تھا، اچھل رہا تھا اور بھاگنے کے لیے جدوجہد کر رہا تھا، مگر ماریا کی گرفت سے نکلنا آسان بات نہیں تھی۔ ماریا نے بڑی تیزی سے سیاہ پوش کو سٹریچر پر چمڑے کے تسموں سے خوب کس دیا۔

ماریا نے کہا:

"اسی طرح تم معصوم لڑکیوں کو بے ہوش کر کے بے بس کر دیا کرتے تھے۔ مگر میں تمہیں بے ہوش نہیں کروں گی۔ تمہاری کھوپڑی زندہ حالت میں کاٹوں گی۔"

سیاہ پوش نے چیخ مار کر کہا:

"خدا کے لیے ایسا نہ کرنا، مجھے بے ہوش کر دو۔ میرے سر پر ہتھوڑا مار کر مجھے بے ہوش کر دو۔ مجھے بڑا عذاب نہ دو۔"

ماریا نے کہا:

"تم نے آج تک کسی پر رحم نہیں کھایا۔ تم نے جانے کیسے کیسے گھروں کی بھولی بھالی لڑکیوں کی زندگیوں کے چراغ گل کر دیے۔ تم پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپریشن کے لیے تیار ہو جاؤ — میں تمہارے سر پر ٹوپی بھی نہیں ڈالوں گی —"

سیاہ پوش تڑپ تڑپ کر سٹریچر سے اُٹھنے کی کوشش کرنے لگا، مگر چمڑے کے تسمے بڑے مضبوط تھے اور وہ ایک منہ زور گھوڑے کی طرح بندھا ہوا تھا — ماریا نے کسی ماہر سرجن کی طرح ٹرے میں سے آری اٹھائی اور سیاہ پوش کی کھوپڑی پر سیدھی رکھ دی — ٹھنڈی آری کے تیز دندانے سیاہ پوش کے سر میں لگے تو اس پر موت کی کپکپی چھا گئی — وہ کانپنے لگا۔

ماریا نے کہا:

ابھی تھوڑی دیر بعد تمہارا دماغ تمہاری اژدہا ناگن ہیلین اور اس کے بچے کھا رہے ہوں گے۔ بڑے مزے لے لے کر —"

ماریا نے آری چلانا شروع کر دی — ماریا میں طاقت بہت زیادہ تھی — اس کے ہاتھوں کا آری پر بڑا زبردست دباؤ تھا — چنانچہ آری تھوڑی سی آگے پیچھے گئی ہوگی کہ سیاہ پوش کی چیخیں نکل گئیں۔

آری نے اس کی آدھی کھوپڑی کاٹ ڈالی تھی۔ خون نے اس کے چہرے کو سرخ کر دیا — ماریا کے ہاتھ چلتے رہے۔

آری آگے پیچھے ہوتی رہی اور سیاہ پوش کی چیخیں بلند ہوتی رہیں — سیاہ پوش تکلیف اور درد کی شدت سے بے ہوش ہو گیا —

ماریا نے اس کی کھوپڑی کاٹ کر الگ پھینک دی — اس کا مغز پیالے میں نکال کر ڈالا اور تہہ خانے سے نکل کر راہداری میں سے گزر کر اس پنجرے میں آ گئی جس کے اندر صندوق میں اژدہا اور اس کے بچے بند تھے — پنجرے پر تالا لگا تھا، لیکن ماریا بڑی آسانی سے پنجرے کے اندر چلی گئی — اُس نے صندوق کا ڈھکنا اٹھایا —

اژدہا اپنی لال لال زبان نکال کر پھنکارا۔ دوسرے سانپ بھی منہ کھول کر پھنکاریں مارنے لگے — وہ بھوکے تھے، ماریا نے سیاہ پوش قاتل کے مغز سے بھرا ہوا پیالہ ان کے اوپر الٹ دیا — اژدہا اور اس کے سانپ بچے مغز پر ٹوٹ پڑے اور اسے چاٹ چاٹ کر کھانے لگے —

ماریا نے صندوق کا ڈھکنا بند کر دیا — اس کا کام ختم ہو گیا تھا — لیکن ایک آخری چھوٹا سا کام باقی تھا — اُس نے اِدھر اُدھر سے پرانے کپڑے اور گھاس جمع کر کے پنجرے کے اندر سانپوں کے صندوق پر بکھیر دی — پھر جلتی ہوئی مشعل کو دیوار سے اتار کر گھاس کے اوپر پھینک دیا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہاں فوراً آگ لگ گئی — ماریا ان سانپوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتی تھی، جنہوں نے انسانی مغز کھا کر پرورش پائی تھی —

ماریا یہاں سے نکل کر اس تہہ خانے میں آگئی، جہاں سٹریچر پر سیاہ پوش کی لاش اور فرش پر اُس کی قاتل اور وفادار نوکرانی کی لاش پڑی تھی — لیمپ جل رہا تھا — ماریا نے لیمپ اتار کر اس کا سارا تیل لاشوں اور الماری پر چھڑکا اور لیمپ کو زور سے دیوار پر دے مارا۔ تیل نے ایک دم آگ پکڑ لی — ماریا تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھ کر اُوپر آگئی — یہاں سیاہ پوش کا پلنگ اور بستر پڑا تھا — یہاں بھی کونے میں ایک لیمپ روشن تھا — ماریا نے یہاں بھی لیمپ بستر پر الٹ دیا — پلنگ نے فوراً آگ پکڑ لی —

ماریا مکان سے باہر نکل آئی —

باہر بوندا باندی رُک گئی تھی — اچانک ماریا کو نیلی آنکھوں والی لڑکی کے گرم کوٹ کا خیال آیا جو سیاہ پوش نے اُتار کر فرش پر پھینک دیا تھا — باہر بڑی سردی تھی — ابھی ماریا نے نیلی آنکھوں والی لڑکی کے پاس جانا تھا، تاکہ اُسے اس کے گھر پہنچا سکے — کوٹ کے بغیر تو اُسے ٹھنڈ لگے گی۔

ماریا کوٹ لینے واپس مکان میں داخل ہوئی — وہ تہہ خانے کی سیڑھیاں اُتر کر آپریشن والے کمرے کے قریب گئی تو وہاں زبردست آگ لگی تھی اور دونوں شیطانوں کی لاشیں جل رہی تھیں، وہاں دھواں ہی دھواں تھا۔ ماریا آگ میں جا سکتی تھی مگر آگ میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کیونکہ نیلی آنکھوں والی لڑکی کا کوٹ بھی جل رہا تھا —

وہ واپس مکان سے باہر نکل آئی — اب اوپر والی منزل کی کھڑکیوں سے بھی دھواں نکلنے لگا تھا — کمرے کی ہر شے آگ میں جل رہی تھی — ماریا بھاگ کر مکان کے پچھواڑے گھوڑا گاڑی کے اصطبل میں آئی — ایک دھڑکا اسے لگا تھا کہ کہیں لڑکی ہوش میں آنے کے بعد وہاں سے غائب نہ ہو گئی ہو — جب اس نے گھاس پر دیکھا تو دھک سے رہ گئی۔ آخر وہی ہوا، جس کا اُسے ڈر تھا — نیلی آنکھوں والی لڑکی غائب ہو چکی تھی — ظاہر ہے اسے ہوش آیا ہو گا اور وہ اصطبل سے نکل کر بھاگ گئی ہو گی تاکہ سیاہ پوش قاتل سے اپنی جان بچا سکے — ماریا سے اس کی ابھی تک کوئی بات نہیں ہو سکی تھی — ماریا پریشان ہو گئی کہ اس سرد اندھیری بارش والی سنسان رات میں وہ اکیلی کہاں گئی ہو گی۔ کہیں وہ کسی ڈاکو کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔ اس زمانے میں ڈاکو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عورتوں کو اُٹھا کرلے جاتے تھے اور پھر دوسرے ملک میں انہیں کنیزیں بنا کر بیچ دیتے تھے۔

ماریا مکان کے بڑے دروازے سے نکل کر لکڑی کے پُل کی طرف چل پڑی۔ اس نے پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ سیاہ پوش قاتل کے ظلم وستم کا دومنزلہ محل آگ کی لپیٹ میں دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ماریا اُڑنے لگی

آدھی رات کا وقت، ٹھنڈی ہوا اور کالی گھٹائیں۔

ماریا سوچنے لگی۔ کہ نیلی آنکھوں والی لڑکی اس سرد اندھیری رات میں اکیلی کہاں گئی ہوگی؟ بارش کی وجہ سے ایک تو سردی زیادہ ہوگئی تھی۔ دوسرے کھیتوں کے بیچ میں سے جاتے راستے میں جگہ جگہ پانی کھڑا تھا۔ یہ راستہ کھیتوں کھیت چکر کھاتا لکڑی کے پُل والی سڑک پر نکل جاتا تھا۔ ماریا ایک کھیت کی ڈھلان سے اُتر کر نیچے آئی تو دیکھا، کہ پیچھے سیاہ پوش کا دومنزلہ مکان شعلوں کی لپیٹ میں تھا۔ آگ کے زرد اور نیلے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ مکان کے ارد گرد کا علاقہ روشن ہوگیا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ اس قسم کے مکان کا ایسا ہی انجام ہونا چاہیے تھا۔ جو لوگ دوسروں پر ظلم کرتے ہیں، آخر وہ جہنم کے شعلوں میں ڈال دیے جاتے ہیں۔

ماریا لکڑی کے پُل پر اس جگہ پر آگئی، جہاں سے وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پُراسرار سیاہ پوش کے ساتھ گھوڑا گاڑی میں سوار ہوئی تھی۔
ماریا کو کوچوان ہنری کا خیال آ گیا — سیاہ پوش کے بھیانک گناہ میں وہ بھی برابر کا شریک تھا۔ اس کا زندہ رہنا بھی انسانیت کے لیے سخت نقصان دہ تھا۔ اسے بھی اپنے گناہوں کی سزا ملنی چاہیے تھی۔

ہاں — ماریا نے سوچا، ظالم کو اس کے ظلم کی سزا کبھی نہ کبھی ضرور مل کر رہتی ہے — کوچوان ہنری بھی اپنے کیے کی سزا ضرور بھگتے گا —

ماریا نے چاروں طرف ایک نگاہ ڈالی۔ رات اندھیری اور قبر کی طرح تاریک تھی — آسمان پر سیاہ گھٹائیں چھائی تھیں، سرد ہوا کے جھونکے چل رہے تھے — نیلی آنکھوں والی لڑکی کہاں چلی گئی تھی؟ کہیں اُسے کوئی حادثہ تو پیش نہیں آ گیا تھا — ماریا کو طرح طرح کے خیال آ رہے تھے۔

ایک دم سے ماریا کے کانوں میں کسی عورت کی چیخ کی آواز آئی — یہ آواز کافی فاصلے سے آئی تھی۔ ماریا نے چونک کر اس کچی سڑک کی طرف دیکھا جو کھیتوں میں سے ہوتی سیاہ پوش کے جلتے ہوئے مکان کی طرف جا رہی تھی۔ اندھیرے میں ماریا کو اُدھر کچھ بھی نظر نہ آیا — پھر بھی وہ جدھر سے چیخ کی آواز آئی تھی ادھر کو چل پڑی — وہ بہت تیز تیز

چل رہی تھی اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ جب ماریا تیز چلے تو وہ زمین سے تھوڑا سا بلند ہو جاتی تھی اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ اُڑ رہی ہے —

بادلوں میں بجلی چمکی تو سارا علاقہ ایک پل کے لیے روشن ہو گیا — اس روشنی میں ماریا کو دُور ایک گھوڑا دوڑتا دکھائی دیا۔ بجلی چمک کر بجھ گئی۔ اس کے ساتھ ہی بادل زور سے گرجے۔ ماریا نے گھوڑے کی طرف اپنا رُخ کر لیا — اندھیرے میں اسے اب گھوڑے کا سایہ سا بھاگتا دکھائی دینے لگا تھا — پھر اسے گھوڑے کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں اور وہی چیخ ایک بار پھر بلند ہوئی — مگر اب یہ چیخ دبی دبی گھٹی گھٹی تھی جیسے کسی نے عورت کے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہو۔

ماریا کو آواز پہچاننے میں ذرا دیر نہ لگی — یہ اسی نیلی آنکھوں والی لڑکی کی آواز تھی — ماریا نے اپنی رفتار تیز کر دی اب وہ زمین سے ایک گز اونچی ہو کر ہوا میں تیر رہی تھی وہ آن کی آن میں گھوڑ سوار کے سر پر پہنچ گئی — اس نے دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار نے آگے نیلی آنکھوں والی لڑکی کو ڈال رکھا تھا اور گھوڑا دوڑاتے چلا جا رہا تھا اور لڑکی کو اغوا کرکے لیے جا رہا تھا — ماریا کی رفتار گھوڑے سے زیادہ تیز ہو گئی — وہ گھوڑ سوار کے آگے نکل کر سامنے آ گئی —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جُوں ہی گھوڑا اس کے قریب سے گزرا، اس نے زمین سے اُوپر اٹھے اٹھے گھوڑے کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ گھوڑے کو منہ کے بل، گرانا نہیں، چاہتی تھی — اس طرح سے لڑکی کو سخت چوٹ لگنے کا خطرہ تھا — گھوڑے نے اپنی آنکھوں پر کسی غیبی روح کا ہاتھ محسوس کیا تو زور سے ہنہنایا اور اپنی دونوں ٹانگیں اوپر کو اٹھالیں اور وہیں خوف کے مارے چکر کھانے لگا —

گھوڑ سوار اور لڑکی دونوں کھیتوں میں گر پڑے — ماریا نے پلک کر لڑکی کو دیکھا، وہ ڈر کے مارے سہمی ہوئی کھیت میں پڑی تھی — گھوڑ سوار الٹ کر کچے راستے پر گرا تھا اور اس کی گردن ٹوٹ چکی تھی — ماریا نے اس کے پاس جا کر دیکھا، وہ مر چکا تھا —

لڑکی وہی نیلی آنکھوں والی تھی اور دہشت اور سردی کے مارے کانپ رہی تھی — ماریا نے گھوڑ سوار کا لمبا کوٹ اُتار لیا — کوٹ اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا — ماریا لڑکی کے پاس آ گئی — اس نے گرم کوٹ ٹھٹھرتی ہوئی لڑکی کے اوپر پھینک دیا —

غیب سے اپنے اوپر ایک کوٹ کو گرتے دیکھ کر لڑکی کی چیخ نکل گئی۔ ماریا نے آگے بڑھ کر کہا:

"میری آواز سُن کر ڈرنا نہیں — میں نہ تو کوئی چڑیل ہوں، نہ کوئی بدروح ہوں اور نہ کوئی بھوت ہوں۔"

لڑکی نے ایک دوسری لڑکی کی آواز سُنی جو اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی — تو وہ اور زیادہ خوف سے کپکپانے لگی۔ اندھیرے میں اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں — ماریا نے کہا:

"میں تمہاری طرح کی ایک لڑکی ہوں — میرا نام ماریا ہے۔ میں کرسچن ہوں — مجھ پر کسی نے جادو کر رکھا ہے جس کی وجہ سے تم مجھے نہیں دیکھ سکتیں۔"

ماریا نیلی آنکھوں والی لڑکی کا خوف دُور کرنے کے لیے ایک دم سے اسے سب کچھ سچ سچ بتا رہی تھی — اُس نے کہا:

"میں نے ہی تمہیں سیاہ پوش خونخوار انسان کے گھر سے اٹھا کر اصطبل میں لا کر رکھا تھا — تم بے ہوش تھیں اور وہ درندہ انسان تمہاری کھوپڑی کاٹنے والا تھا — میں اس گھوڑا گاڑی میں سفر کر رہی تھی، جس میں تم بھی سوار تھیں — اور سیاہ پوش قاتل نے تمہیں بے ہوشی کی دوا سونگھنے کو دی تھی — تم بالکل نہ گھبراؤ — اس گھر کو آگ لگ چکی ہے اور وہ ظالم قاتل اس آگ میں جل کر راکھ ہو چکا ہے — میری باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرو — میں تمہاری سہیلی ہوں۔ مجھے اپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوست سمجھو — میرا نام ماریا ہے، میں کرسچن ہوں اور تمہاری طرح ایک لڑکی ہوں — مجھے جادو کے ذریعے ایک جادوگر نے غائب کر رکھا ہے — کیا تم میری باتیں سُن رہی ہو؟"

لڑکی نے سر ہلا کر آہستہ سے کہا:

"ہاں — مگر — مگر تم مجھے نظر کیوں نہیں آتیں — تم ضرور کوئی بھوت ہو —"

ماریا نے ہنس کر کہا:

اگر میں بھوت ہوتی تو تمہاری مدد کیوں کرتی — کیا کبھی بھوت بھی کسی انسان کے ساتھ اس طرح ہمدردی کیا کرتے ہیں — وہ تو انسان کو کھا جاتے ہیں — اٹھو، اور یہ گرم کوٹ اوپر لے لو۔ تمہیں بھگا لے جانے والا اپنی موت آپ مر چکا ہے۔ آؤ میرے ساتھ لکڑی کے پل پر — میں تمہیں تمہارے گھر تک لندن چھوڑ کر آؤں گی — تم لندن ہی جا رہی تھیں نا؟"

"ہاں" لڑکی نے کہا۔

ماریا کی اتنی لمبی گفتگو سُن کر اس کا دل کا خوف کچھ کچھ دُور ہو گیا تھا — وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی — اس نے لمبا گرم کوٹ اپنے کندھوں پر ڈال کر آگے سے بند کر لیا اور اس کے کالر اوپر چڑھا لیے —

ماریا نے کہا:

"آؤ اس گھوڑے پر بیٹھ جاؤ — میں تمہارے ساتھ ساتھ چلوں گی —"

لڑکی گھوڑے پر بیٹھ کر لکڑی والے پُل کی طرف روانہ ہو گئی۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی — پُل پر آ کر ماریا نے کہا:

"میں تمہارے ملک میں پہلی بار آئی ہوں — کیا تمہیں معلوم ہے کہ آدھی رات کے بعد یہاں کوئی مسافر گھوڑا گاڑی آتی ہے؟"

لڑکی نے کہا:

جب صبح ہونے والی ہوتی ہے تو مسافر گاڑی آنا شروع ہو جاتی ہیں —"

ماریا نے پوچھا:

"تمہیں سردی تو نہیں لگ رہی؟"

"نہیں —" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔

ماریا نے پھر پوچھا:

"تم مجھ سے ڈرتی تو نہیں ہو نا؟"

"نہیں —"

لڑکی نے آہستہ سے جواب دیا — لیکن وہ ابھی تک ما سے تھوڑا تھوڑا ڈر رہی تھی — ماریا اس کا رہا سہا خوف دُور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی — اس نے لندن کے بارے میں لڑکی سے پوچھا — پھر اس کا نام دریافت کیا۔ لڑکی نے کہا :

"میرا نام الزبت ہے۔ میں چلسی لندن میں اپنی آنٹی کے پاس جا رہی تھی —"

پھر اس نے آنکھیں بند کرکے سر کو ہلکا سا جھٹکا دے کر کہا :

"میرے خدا، وہ ایک ڈراؤنا خواب تھا — ایک بھیانک خواب —"

ماریا نے کہا :

"خداوند کا شکر ادا کرو الزبت، اس نے عین وقت پر مجھے بھیج کر تمہاری مدد کی — نہیں تو وہ درندہ اس سے پہلے کئی لڑکیوں کی کھوپڑیاں توڑ کر ان کا مغز اپنے سانپوں کو کھلا چکا تھا —"

"مائی گاڈ!" الزبت نے اپنی آنکھوں کو ہاتھوں سے ڈھانپ لیا — "کس قدر بھیانک بات ہے —"

ماریا نے کہا :

"مگر اب وہ شخص ایسا نہیں کر سکے گا — جب میں تمہیں نکال کر باہر لائی تو اس کے بعد اس کے مکان کو آگ لگ

گئی تھی — مگر تم وہاں سے بھاگ کیوں گئی تھیں — یہ تو میں نے تمہاری چیخ کی آواز سن لی — نہیں تو تمہیں ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑ جاتا —"

الزبت نے رُک رُک کر کہا :

"میں — میں سخت ڈری ہوئی تھی۔ میں نے سٹریچر پر پڑے پڑے اس دُبلی چڑیل کی خوف ناک باتیں سُن لی تھیں — مجھے پتا چل گیا تھا کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے والے ہیں — پھر اس سیاہ پوش آدمی نے مجھے دوبارہ بے ہوش کر دیا۔ اس کے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اصطبل میں گھاس پر پڑے دیکھا — میرے اوپر بھی گھاس پڑی تھی —"

ماریا نے ہنس کر کہا :

"وہ میں نے ڈالی تھی — تاکہ تم سردی سے بچی رہو۔ کیونکہ میں تمہارا گرم کوٹ اور ٹوپی مکان کے اندر ہی بھول آئی تھی —"

الزبت کے ہونٹوں پر پہلی بار ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس کا خوف کافی حد تک دُور ہو چکا تھا — وہ کہنے لگی :

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ مجھے مکان کے اندر سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کس نے نکال کر اصطبل میں پھینک دیا ہے۔ میں یہی سمجھی کہ خدا نے میری مدد کی ہے — میں اُٹھی اور وہاں سے نکل کھڑی ہوئی — اس وقت میں نے مکان کی ایک کھڑکی سے دھواں نکلتے دیکھا تھا — میں گرتی پڑتی کسی نہ کسی طرح کھیتوں میں آگئی اور اندازے سے سڑک کی طرف چلنے لگی — پھر ایک گھوڑ سوار اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا میرے پاس آیا اور اس نے مجھے زبردستی اٹھا کر گھوڑے پر ڈال لیا۔"

الزبت خاموش ہوگئی — وہ گھوڑے پر خاموش اور اداس بیٹھی تھی۔ اس نے اپنے سر کے کٹے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیر کر کہا :

" اس شیطان نے میرے بال بھی کاٹ دیے — ماریا تم نے میرے بال دیکھے تھے نا ؟ کتنے لمبے لمبے بھورے بال تھے۔"

الزبت کے منہ سے اپنا نام سُن کر ماریا کو بڑی خوشی ہوئی — اُسے الزبت اپنی پیاری سہیلی لگنے لگی تھی اور اب الزبت کا خوف بھی دُور ہو چکا تھا —

ماریا نے کہا :

" ہاں، مجھے تمہارے بال اور تمہاری آنکھیں بہت اچھی لگی تھیں — خیر کوئی بات نہیں — بال پھر اُگ آئیں گے۔"

الزبت نے افسوس کے ساتھ کہا :

" میری آنٹی نے جب میرے کٹے ہوئے بال دیکھے تو اسے بہت دُکھ ہوگا۔"

ماریا نے پوچھا :

" تمہارے ماں باپ کہاں رہتے ہیں الزبت ؟"

الزبت بولی :

" میں چھوٹی سی تھی کہ میرے ماں باپ اس دُنیا سے رخصت ہوگئے — تب سے لے کر میں اپنی پھوپھی کے گھر پر پلی ہوں — میرے پھوپھا کا لندن میں کپڑے کا کاروبار ہے۔"

الزبت خاموش ہوگئی — بجلی کبھی کبھی بادلوں میں چمک جاتی تھی — بوندا باندی رُکی ہوئی تھی — سرد ہوا اسی طرح چل رہی تھی — ماریا نے الزبت سے پوچھا کہ اُسے سردی تو نہیں لگ رہی — اس نے کہا :

" نہیں، ٹھیک ہے۔"

جدھر سے ماریا کی آواز اسے آرہی تھی، الزبت نے اس طرف منہ کرکے کہا :

" ماریا، کیا میں تمہیں چھو بھی نہیں سکتی ؟"

ماریا نے کہا :

" نہیں، میں خائف ہوں۔ اس طرح سے غائب ہوں کہ کوئی مجھے چھو بھی نہیں سکتا — میں اگر کسی شے کو پکڑ کر زمین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے اٹھا لوں تو وہ بھی غائب ہو جائے گی۔"

الزبت کا حیرت سے منہ کھلا تھا۔ اس نے کہا:

"تم کب سے غائب ہو۔ تم پر — میرا مطلب ہے تم پر کب کسی نے جادو کیا تھا؟"

ماریا نے کہا:

"آج سے چار ہزار سال پہلے۔"

"کیا؟" الزبت کی حیرت سے چیخ نکل گئی۔

ماریا نے سوچا کہ کہیں وہ پھر خوف زدہ نہ ہو جائے۔ جلدی سے بولی:

"میں تم سے مذاق کر رہی تھی الزبت — اصل میں پچھلے سال میں اپنے چچا کے ساتھ مصر سے افریقہ کے جنگل میں شکار کھیلنے گئی تو ایک جادوگر نے مجھ پر جادو کر دیا۔ میرے بھی ماں باپ مر چکے ہیں اور صرف مصر میں ایک چچا رہتا ہے۔"

الزبت نے پوچھا:

"تم لندن کس لیے آئی ہو اور تم تو مصر سے یہاں تک ہوا میں اُڑ کر آئی ہو گی؟"

ماریا ہنس پڑی:

"ہاں، میں مصر سے یہاں تک ہوا میں اُڑ کر آئی ہوں۔

مگر میں ہوا میں زیادہ اونچا نہیں اڑ سکتی — بس زمین سے کوئی دو تین گز یا زیادہ سے زیادہ ایک منزل اونچا اڑ سکتی ہوں — اور ہاں، لندن میں اس لیے جا رہی ہوں کہ میرے چچا نے بتایا ہے کہ لندن میں ایک جادوگر رہتا ہے، جو روحوں کو بلاتا ہے — ہو سکتا ہے وہ میرا علاج کر کے مجھے پھر سے انسانی شکل میں لے آئے۔"

ماریا نے یوں ہی الزبت کی تسلی کے لیے یہ کہہ دیا تھا۔ اتنے میں دُور سے گھوڑا گاڑی کی آواز قریب آتی سنائی دی۔ الزبت نے کہا:

"گاڑی آ گئی ہے — ماریا تم لندن میں ہمارے ہاں رہنا — میں آنٹی کو تمہارے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گی — رہو گی نا — تم میرے کمرے میں میرے ساتھ رہنا۔"

ماریا کو لندن میں ایک ایسی جگہ کی ضرورت بھی تھی کہ جہاں رہ کر وہ شہر میں ناگ اور عنبر کو تلاش کر سکے۔ اُس نے کہا:

"اگر تم وعدہ کرتی ہو کہ میرے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گی تو میں تمہارے ساتھ رہنے کو تیار ہوں۔ دیکھو، اگر تم نے کسی کو میرے بارے میں بتا دیا تو خواہ مخواہ وہاں شور مچ جائے گا اور ارد گرد کے لوگ تمہارے گھر کو بھوت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا گھر کہنے لگیں گے۔ وعدہ کرتی ہو کہ تم میرا ذکر کسی سے نہیں کرو گی۔"

"وعدہ کرتی ہوں۔" الزبت نے کہا۔

ماریا بولی:

"بس ٹھیک ہے۔ میں تمہارے پاس رہ کر اپنے علاج کے لیے جادوگر کو تلاش کروں گی۔"

الزبت بڑی خوش ہوگئی۔ اندھیرے میں گھوڑا گاڑی کا سایہ پُل کے قریب آتا دکھائی دے رہا تھا۔

الزبت نے کہا:

"ماریا، تم گاڑی کے اندر میرے ساتھ بیٹھو گی یا ہوا میں اُڑ کر ساتھ جاؤ گی۔"

ماریا نے کہا:

"اب مجھے ہوا میں اُڑنے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔ میں تمہارے ساتھ گاڑی میں بیٹھوں گی۔ میں تو شام کو بھی تمہارے ساتھ ہی گاڑی میں بیٹھی تھی۔ مجھے کوئی محسوس نہیں کر سکتا۔ میں تو اگر چاہوں تو کسی عورت کی گود میں بھی بیٹھ سکتی ہوں۔ اور اُسے میرا ذرا سا بھی بوجھ محسوس نہیں ہوگا۔"

الزبت نے بڑے شوق کے ساتھ کہا:

"نہیں ماریا، تم میرے بالکل ساتھ بیٹھنا، بڑا مزہ رہے گا۔"

ماریا نے کہا:

"لیکن راستے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔ نہیں تو لوگ تمہیں پاگل سمجھنے لگیں گے۔"

الزبت ہنس پڑی:

"میں کوئی پاگل تھوڑے ہوں۔"

گھوڑا گاڑی قریب آئی تو الزبت نے اپنا گھوڑا آگے کر کے اسے رُکنے کا اشارہ کیا۔

ماریا نے کہا:

"اس گھوڑے کو یہیں چھوڑ دینا۔"

گاڑی پل پر آ کر رُک گئی۔ کوچوان نے جُھک کر پوچھا:

"کہاں جانا ہے؟"

ماریا اور الزبت نے چونک کر اوپر دیکھا۔ یہ وہی کوچوان ہنری تھا جو سواریاں چھینا کر سیاہ پوش کے ساتھ فروخت کیا کرتا تھا۔ کوچوان نے بھی نیلی آنکھوں والی لڑکی کو پہچان لیا تھا۔ وہ گھور کر الزبت کو تکنے لگا۔

"لڑکی، تم۔ تم یہاں کیسے آ گئیں؟"

الزبت نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم نے تو مجھے ایک قاتل کے ہاتھ بیچ دیا تھا، لیکن خدا نے مجھے بچا لیا — میں لندن پہنچ کر تمہیں پولیس کے حوالے کروں گی۔"

گاڑی میں بیٹھی سواریوں میں سے ایک مسافر نے اپنا سر باہر نکال کر کہا:

"ہماری راہ کیوں کھوٹی کرتے ہو — لڑائی جھگڑا بعد میں کر لینا، پہلے ہمیں لندن پہنچاؤ۔"

سواریوں کو کیا معلوم کہ ان کا کوچوان ایک خطرناک انسان دشمن درندہ ہے جو ان کو قاتل کے حوالے کرنے کی نیت لے کر چلا ہے —

کوچوان کو پھانسی کا پھندا نظر آنے لگا۔ اس نے الزبت کو جواب دینے کے بجائے گھوڑوں کو چابک ماری اور انہیں دوڑا دیا — گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے — ماریا نے الزبت سے کہا:

"گھوڑے پر اس کا پیچھا کرو — یہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتا۔"

الزبت نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور گاڑی کا تعاقب کرنے لگی —

ڈھلتی رات کے سرمئی اندھیرے کی دھند میں گھوڑا گاڑی

کچی سڑک پر بھاگی جا رہی تھی — الزبت بھی اپنے گھوڑے کو بھگائے لیے جا رہی تھی — ماریا نے بھی اپنی رفتار تیز کر دی تھی — اور وہ زمین سے ایک فٹ بلند ہو کر ہوا میں اڑی جا رہی تھی — گاڑی کے آگے دو گھوڑے جتے ہوئے تھے —

کوچوان بڑا تجربے کار گھوڑ سوار تھا؛ چنانچہ وہ کافی آگے نکل گیا — اور الزبت کا گھوڑا پیچھے رہ گیا۔ اس نے بلند آواز میں ماریا کو پکارا:

"ماریا قاتل غائب ہو رہا ہے۔"

ماریا کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا — الزبت کا خیال تھا کہ ماریا اس کے ساتھ ساتھ بھاگ رہی ہے اور یا پھر اس کے گھوڑے پر سوار ہے — ایسا نہیں تھا — ماریا اس سے کافی آگے جا چکی تھی اور اب قاتل کوچوان ٹیلے کے اوپر پہنچ گئی تھی — اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ اگر گھوڑا گاڑی الٹ گئی تو مسافر زخمی ہو جائیں گے — وہ چاہتی تھی کہ گاڑی روک دی جائے — کوچوان نے پیچھے گھوم کر دیکھا — اسے الزبت کا گھوڑا کہیں دکھائی نہ دیا — گاڑی کے مسافر پریشان ہو کر شور مچا رہے تھے کہ وہ گاڑی کو اتنا کیوں چلا رہا ہے —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوچوان ہنری بڑا خوش ہوا کہ وہ مشکل سے نکل آیا ہے۔ اور اب کوئی اُسے گرفتار نہیں کر سکتا۔ لیکن انسان کو دنیا میں جہاں اس کی نیکی کا اجر ملتا ہے، وہاں اُس کی بُرائی کی بھی اُسے سزا ضرور مل کر رہتی ہے۔ ماریا گاڑی کے اوپر کوچوان کی ساتھ والی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ پھر اس نے گھوڑوں کی باگیں کوچوان کے ہاتھوں سے جھٹک کر چھین لیں۔ کوچوان ہکا بکا سا ہو گیا کہ اس کے ہاتھوں سے باگیں کس نے چھین لی ہیں۔ ماریا نے باگیں کھینچ کر گاڑی کو روک لیا اور کوچوان کے کان کے پاس منہ لے جا کر کہا:

"تم سیاہ پوش خونی درندے کے ہاتھوں قتل ہونے کے لیے مسافر لڑکیوں کو فروخت کرتے تھے۔ تم اب اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

کوچوان ہنری کی خوف کے مارے جان ہی نکل گئی اس نے چیخ ماری اور بھوت بھوت کہہ کر گاڑی سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ مسافر گاڑی سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے کوچوان کو پہاڑی میں بھاگتے دیکھا تو چیخ کر کہا:

"ارے، تم کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ یہ گاڑی تمہارے باپ چلائے گا۔"

اتنے میں الزبت بھی گھوڑے پر سوار وہاں پہنچ گئی۔ اس نے مسافروں سے پوچھا کہ کوچوان کہاں ہے؟ ایک مسافر نے بتایا کہ خدا جانے وہ پاگل ہو گیا ہے۔ گاڑی چھوڑ کر پہاڑیوں کی طرف فرار ہو گیا ہے۔

الزبت سمجھ گئی کہ ماریا نے اسے ڈرا کر بھگایا ہے۔ اور وہ ضرور اس کے پیچھے گئی ہو گی۔ الزبت نے مسافروں سے کہا:

"آپ لوگ فکر نہ کریں۔ یہ کوچوان ایک مفرور قاتل تھا۔ میں اُسے پکڑ کر لاتی ہوں۔ اگر وہ بھاگ گیا تو گاڑی میں لندن لے جاؤں گی۔"

اتنا کہہ کر الزبت پہاڑیوں کی طرف گھوڑا دوڑاتی چلی گئی۔

کوچوان پر بھوت کا خوف سوار تھا۔ وہ ہانپتا کانپتا پہاڑیوں میں بھاگا جا رہا تھا۔ اور چوہے کی طرح ادھر اُدھر چھپنے کے لیے کوئی پناہ ڈھونڈ رہا تھا۔ مگر ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے کان میں کہہ دیتی تھی:

"تمہارے گناہوں کی سزا تمہارا پیچھا کر رہی ہے۔ تم خدا کے انصاف سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔"

کوچوان کے گناہ اس کی آنکھوں کے سامنے آ گئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ سمجھ گیا کہ جن لڑکیوں کو اُس نے سیاہ پوش کے ہاتھوں بیچ کر قتل کروایا تھا، ان کی روحیں اس سے بدلہ لینے آ گئی ہیں۔ وہ بوکھلایا ہوا تھا۔ اور ایک چٹان کے اوپر ہانپ ہانپ کر چڑھ رہا تھا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی اور اس کا تماشہ دیکھ رہی تھی۔ کوچوان ہنری کو کچھ خبر نہیں تھی کہ چٹان کے دوسری جانب ایک سیکڑوں فٹ گہری کھائی ہے، جس کے اندر نوکیلے پتھر اُبھرے ہوئے ہیں۔ وہ چٹان کے اوپر آ کر رُک گیا۔ اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ موت کے خوف سے آنکھیں پھٹی پھٹی سی تھیں۔ ماریا نے کہا:

"یہی وہ جگہ ہے جہاں تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا ملنے والی ہے۔ تمہارا روزِ حساب آ گیا ہے۔ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

کوچوان ہنری نے ایک چیخ ماری اور چٹان پر سے دوسری طرف چھلانگ لگا دی۔ گہری کھائی میں دُور نیچے تک اُس کی بھیانک چیخ کی آواز سنائی دیتی رہی۔ اس کے بعد گہری موت کی خاموشی چھا گئی۔

پُراسرار جنازہ

ایک اور قاتل کو اپنے گناہوں کی سزا مل چکی تھی۔

ماریا چٹان سے اُتر کر واپس سڑک کی طرف روانہ ہوئی۔ راستے میں اسے الزبت کا گھوڑا آتا نظر آیا۔ الزبت اُس پر سوار تھی۔

جب وہ ماریا کے قریب سے گزری تو وہ اچھل کر الزبت کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ الزبت کو ذرا سا بھی محسوس نہ ہوا کہ ماریا اس کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو چکی ہے۔ وہ گھوڑا دوڑاتے چٹان کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔ ماریا نے اس کے کان میں کہا:

"واپس چلو الزبت۔"

الزبت ڈر گئی۔ ماریا نے مسکرا کر کہا:

"اب تو تمہیں مجھ سے نہیں ڈرنا چاہیے۔"

الزبت نے کہا:

"کیا تم میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں، کیوں — اگر تم کہتی ہو تو میں اُتر جاتی ہوں"۔

"نہیں نہیں"۔ الزبت بولی: "مگر — وہ — وہ کوچوان کہاں ہے؟"

ماریا نے اسے بتایا کہ کوچوان اپنی موت آپ مر گیا ہے — اُسے اپنے کیے ہوئے بُرے کاموں کی سزا مل چکی ہے — اب ہمیں واپس گھوڑا گاڑی کے مسافروں کے پاس چلنا چاہیے —

دونوں واپس گھوڑا گاڑی کے پاس آ گئیں۔ مسافر گھوڑا گاڑی کے پاس کھڑے الزبت کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے —

الزبت نے جاتے ہی کہا:

"کوچوان فرار ہو گیا ہے۔ اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لیکن آپ لوگوں کو گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے — میں اس راستے سے واقف ہوں — میں گاڑی لے کر آپ کو لندن پہنچا دوں گی — آپ برائے مہربانی گاڑی میں بیٹھ جائیں"۔

اگرچہ سردی بہت شدید تھی، پھر بھی مسافر بے چینی سے گرم مفلر لپیٹے باہر کھڑے تھے — الزبت کے یقین دلانے پر وہ گاڑی میں بیٹھ گئے — الزبت نے اپنا گھوڑا چھوڑ دیا اور گاڑی کی اوپر والی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی — اس نے باگیں ہاتھ

میں پکڑ لیں — ماریا اس کے پاس بیٹھی تھی۔

الزبت نے ماریا سے کہا:

"مجھ سے باگیں نہیں کھینچی جاتیں — گھوڑے بڑے منہ زور ہیں —"

ماریا نے کہا:

"تم خاموشی سے اسی طرح بیٹھی رہو اور باگیں مجھے پکڑا دو"۔

ماریا نے باگیں اپنے ہاتھ میں لے کر گھوڑوں کو ایک ہلکی سی چابک ماری۔ گھوڑے شاید ماریا کے خوف کی وجہ سے سڑک پر بھاگنے لگے — کنکز بری پہنچتے پہنچتے دن چڑھ آیا تھا، مگر دھوپ نہیں کھلی تھی — آسمان پر بادل تھے اور زمین پر دھند چھا رہی تھی — کنکز بری پہنچ کر الزبت نے گاڑی سرائے میں دوسرے کوچوان کے حوالے کی اور اسے بتایا کہ ہنری نام کا کوچوان ایک مفرور قاتل تھا — اُسے پکڑنے کے لیے ہم نے چھاپہ مارا تو وہ گاڑی چھوڑ کر بھاگ گیا —

گھوڑا گاڑی والوں نے ایک دوسرا کوچوان دے دیا اور وہ الزبت اور دوسرے مسافروں کو لے کر لندن شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

صبح کو روانہ ہو کر شام کے وقت مسافر گاڑی لندن پہنچ گئی۔ الزبت نے ماریا کو ساتھ لیا اور اپنی آنٹی کے مکان پر آ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کی آنٹی کا مکان شہر کے ایک ایسے گنجان علاقے میں تھا، جس کے ایک جانب شہر کی پرانی دیوار تھی اور دریا بہتا تھا — الزبت کی آنٹی نے اُسے گلے لگا لیا — دوسرے لوگوں کی خیریت پوچھی اور پھر کہا :

"الزبت، اب تم میرے ہاں ہی رہو گی — بے شک کسی مدرسے میں پڑھائی شروع کر دو — نہیں تو جہاں چاہو گی، میں تمہاری شادی کر دوں گی —"

الزبت نے شرماتے ہوئے کہا :

"آنٹی، میں ابھی شادی نہیں کروں گی"

الزبت اپنے اوپر والے کمرے میں چلی گئی — اُس نے کمرے میں داخل ہو کر پیچھے دیکھا — اس کا خیال تھا کہ ماریا ضرور اس کے ساتھ ہو گی —

اس نے آہستہ سے کہا :

"ماریا، تم میرے ساتھ ہو نا ؟"

ماریا نے کہا :

"ہاں، میں تمہارے پاس ہوں —"

الزبت نے مسکرا کر کہا :

"میں نے اسی لیے دروازہ کھلا رکھا تھا —"

ماریا کہنے لگی :

"ویسے میں بند دروازے سے بھی گزر سکتی ہوں"

الزبت نے حیرت سے ذرا اونچی آواز میں کہا :

"کیا سچ مچ ؟"

اچانک اُس کی آنٹی کمرے میں داخل ہوئی — اس کے ہاتھ میں بستر کی نئی چادریں تھیں — اس نے تعجب سے الزبت کی طرف دیکھا اور کہا :

"الزبت، یہ تم کس سے باتیں کر رہی ہو ؟"

الزبت پہلے تو گھبرا گئی۔ پھر سنبھل کر بولی :

"آنٹی، دراصل میں لندن تھیٹر میں ڈرامے میں کام کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں — بس ایک مکالمہ یاد کر رہی تھی"

"اوہ — پھر تو میرے خاوند کا چھوٹا بھائی جان تمہاری بڑی مدد کرے گا — وہ تھیٹر میں اداکاری کرتا ہے —"

"اچھا آنٹی، یہ تو بڑی اچھی بات ہے —"

الزبت نے یوں ہی کہہ دیا — اس کی آنٹی پلنگ پر چادریں رکھ کر واپس چلی گئی۔

ماریا نے ہنس کر کہا :

"اب تم تھیٹر میں کام کرو گی الزبت ؟"

الزبت ہنسنے لگی :

"تم میرے ساتھ رہو گی — تو میں ہر کام کر لوں گی"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا نے الزبت کے کمرے میں ڈیرا جما لیا اور شہر میں ناگ اور عنبر کی تلاش شروع کر دی — الزبت گھر کے کام کاج میں لگ جاتی اور ماریا شہر کے گنجان گلی کوچوں، دریا کے کناروں اور شہر سے باہر جنگل میں ناگ اور عنبر کو تلاش کرنے نکل جاتی —

۱۰

اب ہم ذرا عنبر اور ناگ کی طرف چلتے ہیں —

عنبر جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں، فرانس کے شہر پیرس کے قلعے بٹائیل کے پچھواڑے والے پرانے آسیبی قبرستان کے نیچے ننانوے سیڑھیوں والے مُردوں کے شہر کے ایک تہہ خانے میں قید ہے — جس کی دیواروں میں پتھروں کی جگہ انسانی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں — بدروح لاش جس کا سر سے لے کر پاؤں تک جسم کا ایک حصہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے اور دوسرا حصہ زندہ عورت ایسا ہے۔ عنبر کو ننانوے سیڑھیوں پر سے اتار کر اس مُردوں کے شہر کے تہہ خانے میں لائی ہے — عنبر کو عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ کی تلاش تھی، جن کو وہ قلعے سے بھگا کر ہپناٹزم کے ذریعے قبرستان میں لایا تھا کہ دونوں غائب ہو گئے اسی کمرے میں چبوترے کے آس پاس دو تابوت پڑے ہیں، جن

میں اسلامی مجاہد عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ کی لاشیں
طرح پڑی ہیں کہ اُن کے سارے جسم کفن میں ڈھکے ہو
ہیں اور صرف منہ کھلے ہیں — بدروح کی لاش جا چکی ہے
عنبر کا صرف سر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کا باقی کا دھڑ
سیڑھی اُترنے کے ساتھ ہی غائب ہو گیا تھا — چبوترے پر
کا سر اوپر ہوا میں رُکا کھڑا ہے — عنبر پتھر بنا ہوا ہے
وہ سُن سکتا ہے — دیکھ سکتا ہے — مگر بول نہیں سکتا
ہاتھ پیر بھی نہیں ہلا سکتا — وہ دل ہی دل میں سوچ رہا
کہ اس مردوں کے شہر کا راز کیا ہے؟ ننانوے سیڑھیوں
کیا بھید چھپا ہے — یہ بدروح جو اس مُردوں کے شہر
ملکہ ہے، کہاں سے آئی ہے؟ یہ کوئی چڑیل ہے یا بھوت
اس نے زبیدہ اور عبداللہ کی لاشیں تابوت میں کس لیے
ہیں۔ اس نے عنبر کا سارا دھڑ غائب کر کے اس کا سر کیو
باقی رہنے دیا ہے؟ پھر اُسے پتھر کا بُت بنا کر چبوترے پر
بٹھا دیا ہے؟ یہ وہ سوال تھے جو بار بار عنبر کے ذہن
پیدا ہوتے تھے مگر جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں
اسے ناگ اور ماریا کا بھی خیال آتا — کاش وہ کسی طرح
پہنچ کر اسے اس بدروح سے نجات دلائیں — عنبر اپنی
لمبی زندگی اور سارے سفر میں کبھی اتنا بے بس نہیں ہوا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ اس وقت اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ عنبر کو ہم اسی حالت میں اسی جگہ مردوں کے شہر میں چھوڑ کر ذرا ناگ کی طرف جاتے ہیں۔

ناگ ترکی ملک میں داخل ہو چکا ہے۔ یہ ترکی آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے کا ترکی ہے۔ یہاں مسلمان آباد ہیں اور خلیفہ پاشا اس ملک کا بادشاہ ہے۔

ناگ ترکی کے ایک سرحدی گاؤں میں نیک دل مسلمان بوڑھے کے ہاں کھانا کھانے کے بعد عقاب بن کر ہوا میں اڑ گیا تھا اور اب وہ ترکی کی پہاڑیوں کے اوپر سے اڑتا ہوا، ترکی کے اس زمانے کے دارالخلافے استنبول کی طرف جا رہا ہے۔

ناگ کو بھی ماریا اور عنبر کی تلاش ہے۔ عنبر فرانس کے قلعے کے پیچھے آسیبی قبرستان کے نیچے مردوں کے شہر کے ایک تہ خانے میں بدروح لاش کے قبضے میں ہے اور اس کا سر کے سوا نچلا سارا دھڑ غائب ہے۔ ماریا لندن شہر کے ایک گنجان آباد دریا کنارے والے علاقے میں اپنی سہیلی الزبت کے ہاں ٹھہری ہوئی ہے اور شہر میں گھوم پھر کر عنبر اور ناگ کو تلاش کرتی پھرتی ہے۔ اور ناگ استنبول کی طرف اڑا جا رہا ہے۔

استنبول تک ابھی بڑا سفر باقی تھا۔ ناگ بہت تیز اڑ رہا تھا۔ وہ دوپہر کے بعد گاؤں سے چلا تھا۔ اڑتے اڑتے اسے شام ہونے لگی تھی۔ سورج مغرب میں پہاڑیوں کے پیچھے غروب ہو رہا تھا۔ سرمئی رنگ کا اندھیرا پہاڑیوں کے دامن میں پھیل رہا تھا۔

ناگ اڑتا چلا گیا۔ اس کے تھکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ جب رات ہو گئی اور اندھیرے میں راستہ نظر آنا بند ہو گیا تو ناگ ایک جگہ چراغ کی روشنی دیکھ کر اتر آیا۔ یہ ایک چھوٹا سا پہاڑی گاؤں تھا۔ سات آٹھ مکان تھے۔ ایک مکان میں دیا جل رہا تھا۔ ناگ ایک درخت کی شاخ پر بیٹھ گیا۔ ناگ نے سنا کہ اس مکان کے اندر سے عورتوں کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔

ناگ کے دل میں انسانی ہمدردی نے جوش مارا۔ یہ سب لوگ مسلمان تھے اور وہ بھی مسلمان تھا۔ اس کا فرض تھا کہ مصیبت میں اپنے مسلمان بھائی بہنوں کی مدد کرے۔ وہ درخت سے نیچے آ گیا اور اس نے عقاب سے بدل کر انسانی شکل اختیار کر لی۔ وہ مکان کی طرف بڑھا۔ اس مکان کا دروازہ تھا۔ کمرے میں ایک چارپائی پر کسی معصوم بچے کی لاش پڑی تھی، اور گرد عورتیں بیٹھی رو رہی تھیں۔ بچے کی ماں کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حالت دیکھی نہیں جاتی تھی —

ناگ نے ایک عورت کو باہر بُلا کر پوچھا کہ اس کے بچّے کو کیا ہوا ہے ؟

عورت نے ناگ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور کہا :

"اسے سانپ نے کاٹا ہے ۔ وہ مر گیا ہے — اُس کی ماں کی بڑی بُری حالت ہے — اللہ اسے صبر دے ۔"

عورت یہ کہہ کر آنسو پونچھتی اپنے گھر کی طرف چلی گئی ۔ ناگ مکان کے اندر چلا گیا — عورتیں ایک اجنبی کو دیکھ کر پردہ کرنے لگیں —

ایک عورت نے کہا :

"تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو ؟"

ناگ نے کہا :

"میری بہنو، میں ایک مسافر ہوں — یہاں رونے کی آواز سُنی تو آ گیا — اس بچّے کو سانپ نے کب کاٹا تھا ؟"

بچّے کی ماں نے روتے ہوئے کہا :

"ابھی ایک گھنٹہ پہلے گھر سے باہر نکلا تھا ۔ کھیت میں سوکھی لکڑیاں لینے گیا اور سانپ نے ڈس لیا — آہ، میرا اکلوتا بیٹا مجھ سے رُوٹھ کر چلا گیا ۔"

ماں اپنا سر پیٹنے لگی — ناگ نے آگے بڑھ کر بچّے کو

غور سے دیکھا — چراغ کی روشنی میں اس کا چہرہ سانپ کے زہر کی وجہ سے نیلا ہو رہا تھا — کسی بڑے زہریلے سانپ نے اسے کاٹا تھا —

ناگ نے کہا —

"میری بہن، تمہارا بچّہ مرا نہیں، زندہ ہے ۔"

اتنا سُننا تھا کہ عورتوں نے ایک دم رونا بند کر دیا ۔ اور ناگ کا منہ تکنے لگیں — بچّے کی ماں نے ناگ کے پاؤں پکڑ لیے —

"بیٹا، کیا تم سچ کہتے ہو ؟ مگر یہ تو بولتا نہیں، مجھ سے بات نہیں کرتا — یہ کیسے زندہ ہو سکتا ہے ۔ نہیں نہیں، تم ماں کا دل رکھنے کے لیے کہہ رہے ہو ۔"

ناگ کہنے لگا :

"آپ سب عورتیں چارپائی سے پیچھے ہٹ جائیں ۔ میں اس بچّے کو زندہ کر دوں گا — اس کے جسم کا سارا زہر نکال دوں گا ۔"

عورتیں جلدی جلدی پرے ہٹ کر دیوار کے ساتھ لگ گئیں — ناگ نے کہا :

"کوٹھڑی میں ابھی وہ سانپ آ جائے گا جس نے اس بچّے کو کاٹا ہے — آپ لوگ گھبرائیں بالکل نہیں ۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے آنکھیں بند کر کے اُس سانپ کو خاموش آواز کا سگنل دیا — وہ سانپ بچے کو کاٹنے کے بعد مست ہو کر کھیتوں میں ایک جگہ پتھر کے نیچے پڑا تھا کہ اس کے جسم سے ناگ دیوتا کا سگنل ٹکرایا — وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا — اسے ناگ دیوتا کی بڑی تیز بُو آ رہی تھی — وہ کوٹھڑی کی طرف بھاگا — عورتوں نے دیکھا کہ ایک کالا سانپ پھن اٹھائے کوٹھڑی میں داخل ہو رہا ہے —

چراغ کی روشنی میں اس کی سرخ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ناگ چارپائی کے سرہانے بیٹھا تھا — سانپ ناگ کے آگے آ کر جھک گیا — عورتیں سانس روکے اپنی اپنی جگہ پر بُت بنی بیٹھی تھیں —

ناگ نے کالے سانپ کو کہا:

"بدبخت کیا قدرت نے تمہیں اس لیے پیدا کیا ہے کہ گاؤں کے معصوم بچّوں کو ڈستے پھرو؟"

سانپ نے سر جھکا کر کہا:

"عظیم ناگ دیوتا — مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف کر دو۔"

ناگ نے حکم دیا:

"اس بچے کے جسم میں سے اپنا سارا زہر واپس نکالو۔"

کالا سانپ فوراً بچّے کی لاش کے پاؤں کی طرف آ گیا۔ اس نے بچّے کی ٹانگ پر ٹخنے کے پاس اپنا منہ لگا کر اپنا زہر چوسنا شروع کر دیا — عورتیں دم سادھے یہ سارا عجیب و غریب تماشا دیکھ رہی تھیں — بچّے کی ماں کا رنگ فق تھا اور چہرہ حیرت میں گم تھا — جب سانپ سارا زہر چوس چکا تو ناگ نے اس کی طرف اشارا کر کے کہا:

"اس گاؤں سے نکل کر جنگل میں دفع ہو جاؤ — اور خبردار پھر کبھی انسانی بستی کا رُخ نہ کرنا — نہیں تو تمہیں جلا کر راکھ کر دوں گا۔"

سانپ نے سر جھکا کر کہا:

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر میرے آقا۔"

یہ کہہ کر سانپ جدھر سے آیا تھا، اُدھر کو واپس چلا گیا۔ سانپ کوٹھڑی سے نکلا تو عورتوں نے بچّے کی لاش دیکھ لیا — بچّے کی ماں اپنے بیٹے کی لاش پر لوٹ پڑی۔ ناگ نے کہا:

جھگڑا نہ کرو میری بہنو، صبر کرو — اللہ تعالیٰ نے بچّے کو زندگی واپس کر دی ہے — وہی زندگی دیتا اور زندگی واپس لیتا ہے — موت اور زندگی اُسی کے قبضے میں ہے۔ اس کا شکر ادا کرو، بچہ پھر سے زندہ ہو گیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بچے کے چہرے کا رنگ پھر سے سرخ و سفید ہو گیا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر ماں کی طرف دیکھا اور کہا:

"ماں، میں سو گیا تھا کیا؟"

ماں خوشی سے چیخ مار کر اپنے بیٹے سے لپٹ گئی۔ وہی گھر جہاں تھوڑی دیر پہلے موت کی اداسی چھائی تھی اور رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، اب خوشیوں سے بھر گیا تھا۔ عورتیں ناگ کو عقیدت سے دیکھنے لگیں۔ بچے کی ماں تو ناگ کے آگے بچھی جا رہی تھی۔

ناگ نے کہا:

"میری بہن، اس میں میری کوئی کرامت نہیں ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوا ہے۔ خدا نے سانپ کو حکم دیا تھا کہ بچے کا زہر واپس لے لو۔ زہر سانپ نے واپس لے لیا اور بچہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو گیا ہے۔"

وہ رات ناگ نے اسی چھوٹے سے گاؤں میں گزاری۔ دوسرے دن سارے گاؤں کے لوگ اس کو بہت بڑا پیر سمجھ کر اس کے گرد جمع ہو گئے اور بڑی خاطریں کرنے لگے۔ ناگ کو یہ بات پسند نہیں تھی، کیونکہ اس کا ایمان تھا کہ نیکی کی توفیق اللہ ہی دیتا ہے اور وہی ہر شے کا مالک ہے۔ وہ ان لوگوں کی خاطر داریوں سے گھبرا کر اٹھا اور بولا:

"میں ذرا کنوئیں تک جا رہا ہوں۔ ابھی واپس آتا ہوں۔"

ناگ سب لوگوں کو چھوڑ کر گاؤں سے باہر نکل آیا۔ تھوڑی دور ایک گھنا درخت تھا۔ ناگ نے اس کے نیچے آ کر ایک گہرا سانس لیا اور عقاب بن کر ہوا میں اڑ گیا۔ وہ اپنے لمبے سفر پر روانہ ہو چکا تھا۔

سارا دن وہ اڑتا چلا گیا۔ تیسرے پہر اس نے دور سبز رنگ کے سمندر کو دیکھا، جس کے کنارے پر ایک اونچی مسجدوں کے چمکتے میناروں اور بادشاہ کے محل کی یاد دریوں والا شہر آباد تھا۔ یہی ترکی کا دارالخلافہ استنبول تھا۔

آج سے چار سو سال پہلے کا استنبول بڑا گنجان اور تنگ تنگ چھتے ہوئے بازاروں اور گلی کوچوں والا شہر تھا۔ شہر کے ارد گرد ایک دیوار بنی ہوئی تھی۔ مگر دروازے کھلے تھے۔ دروازے آدھے زمین کے اندر دھنسے ہوئے تھے۔ مسافر بلا روک ٹوک شہر میں داخل ہوتے تھے۔ مسجدوں میں نمازی نماز پڑھ رہے تھے۔

بادشاہ یعنی خلیفہ پاشا کا محل شہر کی ایک پہاڑی کے اونچے قلعے کے اندر تھا اور دور سے بڑا خوب صورت لگ رہا تھا۔

سمندر ایک کھاڑی کی شکل میں شہر کے اندر آ گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جس کے اوپر کشتیوں کا پُل بنا تھا۔ لوگ اس پل پر سے گزر کر شہر کے دونوں حصوں میں آتے جاتے تھے۔ شہر میں آج کل کے زمانے کی نہ کوئی موٹر کار تھی نہ ٹرک اور نہ سکوٹر چلتے تھے۔ پرانی پتھریلی اونچی نیچی سڑکیں تھیں۔ جن پر گھوڑا گاڑیاں اور چھکڑے چلتے تھے۔ لوگ پیدل چل پھر کر سودا سلف خرید رہے تھے۔ دکانوں میں چیزوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔

ناگ شام تک شہر میں گھومتا پھرا۔ اس کے دل میں ایک ہی خواہش تھی کہ کاش کہیں عنبر کی شکل دکھائی دے جائے۔ کاش کسی جگہ سے اسے ماریا کی خوشبو آجائے۔ مگر نہ عنبر ہی اسے کہیں دکھائی دے رہا تھا اور نہ ماریا کی خوشبو کہیں سے آرہی تھی۔

جب وہ تھک گیا اور گلی کوچوں میں شام کے چراغ روشن ہوگئے تو ناگ نے سوچا کہ کسی جگہ رات بسر کرنے کا ٹھکانہ تلاش کرنا چاہیے۔ وہ شہر کی سب سے بڑی سرائے میں آکر ٹھہر گیا۔ کیونکہ اُسے امید تھی کہ اگر عنبر یا ماریا اس شہر میں داخل ہوئے تو وہ اسی سرائے میں اُتریں گے۔ یہ انہوں نے آپس میں فیصلہ کر رکھا تھا کہ جب کبھی وہ ایک دوسرے سے جُدا ہوکر کسی شہر میں داخل ہوں، تو

اس شہر کی سب سے بڑی اور پُرانی سرائے میں ہی اتریں گے۔

استنبول کی یہ سرائے بھی کافی پُرانی تھی۔ اس کی کئی کوٹھریاں تھیں۔ اور کوٹھریوں میں مسافر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ناگ نے ایک ایک کوٹھری میں جاکر کسی بہانے جھانک کر دیکھا، اُسے عنبر کی شکل کہیں دکھائی نہ دی۔ ایک ایک جگہ پر اُس نے لمبے سانس لے کر فضا کو سُونگھا۔ ماریا کی خوشبو کہیں سنگھائی نہ دی۔ ویسے بھی اسے یقین تھا کہ اگر ماریا آس پاس ہوئی تو وہ اُسے دیکھ کر اس کے قریب آجائے گی۔

رات ناگ نے اپنی کوٹھری میں گزار دی۔

استنبول میں بھی سردی کا موسم تھا اور رات بھر ٹھنڈی یخ ہوائیں سمندر کی طرف سے چلتی رہی تھیں۔ سمندر میں بندرگاہ پر بادبانی جہاز ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔

دوسرے دن کی چمکیلی دھوپ میں سمندر کا سبز رنگ بڑا شوخ ہو گیا تھا۔ مسافر کشتیوں میں سوار ہوکر شہر کے دوسرے کنارے کی طرف جارہے تھے۔ دوسرا دن بھی ناگ نے شہر کے دونوں حصوں میں گھوم پھر کر عنبر ماریا کی تلاش میں گزار دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شام کو وہ پھرتا پھراتا اُس پہاڑی کی طرف نکل گیا، جس پر بادشاہ کا شان دار محل تھا — جب وہ محل کے قریب پہنچا تو اسے ایک سپاہی نے روک کر پوچھا کہ وہ کون ہے؟ اور کدھر جا رہا ہے؟

ناگ نے بتایا کہ میں مسافر ہوں اور پہاڑی کی سیر کر رہا ہوں — سپاہی نے اسے واپس جانے کو کہا۔ ناگ واپس چلا آیا —

سردی کی وجہ سے پہاڑی پر محل کے ارد گرد دُھند چھا رہی تھی، جو شام کے بڑھتے پھیلتے سایوں میں سیاہ ہوتی جا رہی تھی —

ناگ پہاڑی سے اُترنے لگا — نیچے آ کر اس نے دیکھا، کہ ایک جنازہ جا رہا ہے — چار آدمیوں نے جنازے کے تابوت کو اٹھا رکھا ہے — جنازے کے ساتھ سوائے ان چار آدمیوں کے اور کوئی بھی نہیں تھا — ناگ کے دل میں بڑا درد پیدا ہوا کہ اس بے چارے مرنے والے کے جنازے کو کوئی کندھا بدلوانے والا بھی نہیں ہے۔

وہ جنازے کے ساتھ ساتھ چلنے لگا — آگے سے آ کر اس نے جنازے کو کندھا دینا چاہا تو جنازہ اٹھانے والوں نے اسے گھور کر دیکھا — مگر ناگ کو کچھ نہ کہا اور خاموشی

سے کندھا بدلوا لیا — ناگ کچھ دیر تابوت اُٹھائے چلتا رہا — اس کے بعد چوتھے آدمی نے اس سے تابوت لے لیا اور ناگ کے کان میں کہا:

"واپس چلے جاؤ بھائی، تمہارا شکریہ —"

ناگ دل میں سوچنے لگا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ کسی دوسرے مسلمان کو جنازے کے ساتھ شریک ہوتا نہیں دیکھ سکتے —

ناگ نے کہا:

"بھائی، میں بھی مسلمان ہوں اور ملک مصر کا رہنے والا ہوں — یہاں مسافر ہوں — کیا تم اس میّت کی نمازِ جنازہ پڑھ کر مجھے ثواب نہیں حاصل کرنے دو گے؟"

چاروں آدمیوں نے جنازہ روک لیا۔ آگے والے ایک آدمی نے غصّے سے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"مرنے والے کی وصیت تھی کہ جب وہ مر جائے تو صرف چار آدمی اُسے دفن کریں — ہم مرنے والے کی وصیت پوری کر رہے ہیں — تم یہاں سے واپس چلے جاؤ۔"

ناگ خاموش ہو گیا — وہ خاموشی سے واپس مڑ گیا — جنازے والے جنازہ لے کر آگے روانہ ہو گئے، لیکن ناگ کو ان لوگوں پر شک گزرا کہ وہ ضرور کوئی پُراسرار لوگ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں — دن کی روشنی کافی کم ہو گئی تھی — ناگ ایک طرف درخت کے پیچھے ہو گیا — اُس نے فوراً ایک کالے سانپ کی شکل بدلی اور جنازے کی طرف واپس آ گیا — جنازہ اب تھوڑی دُور ایک قبرستان میں داخل ہو چکا تھا۔

قبرستان میں کتنی ہی قبریں بنی ہوئی تھیں — ایسا لگتا تھا کہ یہ کوئی تاریخی قبرستان ہے، کیونکہ ان قبروں پر پُرانی اینٹوں کے نقش نگار والے کتبے لگے تھے جن پر عربی کی آیات لکھی ہوئی تھیں —

ناگ جنازے کا راز حل کرنا چاہتا تھا —

چاروں آدمیوں نے ایک جگہ رُک کر پیچھے مُڑ کر دیکھا، کہ کوئی ان کا پیچھا تو نہیں کر رہا — جب انہیں اطمینان ہو گیا کہ قبرستان میں اُن کے سوا اور کوئی نہیں ہے تو وہ جنازے کو لے کر قبرستان میں بائیں جانب مُڑ گئے۔ ناگ بھی سانپ بن کر جھاڑیوں میں سرکتا ان کے پیچھے لگا رہا۔ جنازہ ایک سرخ پتھروں والی قبر کے پاس پہنچا تو وہ لوگ ٹھہر گئے — انہوں نے جنازے کو زمین پر رکھ دیا — ناگ ایک سوکھے درخت کی شاخ پر چڑھ کر اُن کو دیکھ رہا تھا۔ ان میں سے ایک آدمی نے جنازے کی چادر کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک بڑی موم بتی نکالی، اُسے جلایا اور پتھر پر رکھ

دیا — موم بتی کی روشنی میں جنازہ اور زیادہ ڈراؤنا لگنے لگا — وہ چاروں کے چاروں خاموش تھے اور آپس میں کوئی بات نہیں کر رہے تھے — ناگ نے دیکھا کہ وہاں کوئی ایسی قبر نہیں کھُدی ہوئی — جس میں وہ مردے کو دفن کرتے — کیا یہ لوگ تازہ قبر کھودیں گے؟

اُن میں سے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر جنازے پر سے سیاہ چادر اُتار دی — چاروں خاموش سر جُھکا کر جنازے کے ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ جنازے کے اندر کیا تھا؟ ناگ کو درخت کے اُوپر سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا — اچانک جنازے کے اندر ایک سائے نے حرکت کی اور پھر ایک انسان جنازے کی چارپائی سے باہر نکل آیا — اُسے دیکھ کر چاروں نے سر جھکا دیے — جنازے سے نکلنے والا آدمی ایک ٹانگ کو لنگڑا کر چلتا تھا — اس کی شکل بڑی ڈراؤنی تھی۔ لمبی ناک، بڑی اور زرد آنکھیں، گلے میں منکوں کی مالا اور ہاتھ میں ایک انسان کی کھوپڑی — اس لنگڑے پُر اسرار آدمی نے کھوپڑی والا ہاتھ بلند کر کے پُرانی یونانی زبان میں کہا:

"اے دیوتا زیوس کی بیٹی، میں تیرے نام پر تمہارے اس تاریخی قبرستان میں اپنی جان کی قربانی پیش کر رہا ہوں"

اتنا کہہ کر لنگڑے آدمی نے تابوت کے اندر سے ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بوتل اور پیالہ نکالا — بوتل میں سے سفید عرق تھوڑا سا پیالے میں ڈال کر اپنے جنازہ اٹھانے والوں سے کہا:

"اسے ایک ایک گھونٹ پی لو، میں مر رہا ہوں — دیوی پر قربان ہو رہا ہوں — یہ شربت تمہیں قیامت تک کی زندگی بخش دے گا۔"

وہ چاروں آدمی بڑے خوش ہوئے — انہوں نے پیالے میں سے سفید شربت کا ایک ایک گھونٹ پی لیا — لنگڑے آدمی نے پیالہ زور سے قبر کے سرخ پتھر پر دے مارا اور ایک ٹانگ پر ناچتے ہوئے خوشی سے نعرے لگانے شروع کر دیے۔

"زیوس کی بیٹی، ان چار آدمیوں کی قربانی قبول کر اور مجھے قیامت تک کی زندگی عطا کر۔"

چاروں آدمی چونک کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے — اُن کے ساتھ دھوکا ہوا تھا — لنگڑے عیار نے انہیں سفید اور میٹھا زہر پلا دیا تھا — انہوں نے خنجر نکال لیے اور لنگڑے عیار پر حملہ کر دیا — مگر ان کی طاقت سفید زہر نے چھین لی تھی — اُن کے خنجر والے ہاتھ اوپر ہی اُٹھے رہ گئے۔ وہ بے حس پتھر کے بُتوں کی طرح ایک دوسرے کے اُوپر قبروں پر گر پڑے — لنگڑا عیار ابھی تک خوشی سے ناچ رہا تھا۔ پھر وہ ایک دم رُک گیا — اس نے جنازے کے اندر

سے ایک کُدال نکالی اور ایک قبر کے پاس جُھک کر سوراخ کو تکنے لگا —

موم بتی اس نے قبر کے ایک طرف رکھ دی تھی — اس کی روشنی قبر کے سوراخ پر پڑ رہی تھی — لنگڑے عیار نے قبر کے سوراخ کو کدال سے بڑا کرنا شروع کر دیا — جب سوراخ کافی بڑا ہو گیا تو اس کے ایک رسّی اندر ڈال کر اُسے کسی شَے سے باندھا اور باہر کو کھینچنے لگا — قبر کے بڑے سوراخ میں سے ایک بوری باہر نکل آئی — لنگڑے عیار نے بوری کا منہ کھولا تو ناگ نے دیکھا کہ بوری میں ایک جوان عورت کی لاش بند تھی — لنگڑے عیار نے لاش کو بوری سے نکال کر تابوت میں لٹا دیا اور کھوپڑی اس کے سینے پر رکھ کر بولا:

"اے دیوی، ان چار انسانوں کی قربانی قبول کر اور مجھے اتنی طاقت عطا کر کہ میں قیامت تک زندہ رہ سکوں۔ میں نے تیری شرط پوری کر دی ہے اور اپنے چار شاگردوں کی لاشیں تیری قبر پر لا کر رکھ دی ہیں — اب تو ان کا گوشت کھا اور مجھے ہمیشہ کی زندگی عطا کر۔"

ناگ یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ شخص کس قدر ظالم ہے کہ پلک جھپکتے میں چار آدمیوں کو بے گناہ ہلاک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دیا اور یہ لاش خدا جانے کس دیوی کی ہے اور وہ مُردوں کا گوشت کیسے کھائے گی —

ناگ یہ دیکھ کر ٹھٹک گیا کہ عورت کی لاش آہستہ آہستہ اُٹھ کر بیٹھ گئی —

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ناگ بدروح کی تلاش میں

موم بتّی کی روشنی اور قبرستان کی سرد رات —

بڑا پر اسرار ماحول بن گیا تھا — لاش کے بال کھُلے تھے۔ اس کی آنکھیں بند تھیں — ایک ہاتھ اُوپر کو اُٹھا تھا — اس کے منہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلنے لگی — وہ پرانی یونانی زبان میں کہہ رہی تھی :

"اے میرے شیطانی دوست، سُن — میں نے تیری قربانی قبول کی — اب تو یہاں سے ملک فرانس میں جا — وہاں ایک قلعہ ہے — اس قلعے کے پیچھے تاریخی قبرستان ہے۔ اس قبرستان کے اندر ایک بارہ دری ہے — اس بارہ دری کے نیچے مُردوں کے شہر کو راستہ جاتا ہے — وہاں تمہیں ایک بدروح کی لاش ملے گی۔ آدھی رات کو وہ بارہ دری کی قبر سے باہر نکل کر زندہ انسان کی تلاش میں گھومتی ہے۔ وہ تمہیں ہمیشہ زندہ رہنے کا راز بتائے گی — جا یہاں سے نکل جا — اب میں ان لاشوں سے اپنا پیٹ بھروں گی اور اپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قبر میں جا کر سو جاؤں گی۔"

لنگڑے عیار نے کہا:

"وہ بدروح لاش کہیں مجھے تو نہیں ہلاک کر دے گی۔ اس کی نشانی کیا ہے؟"

لاش بولی:

"اس کا آدھا جسم گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا ہے مگر باقی آدھا جسم ایک جوان اور تندرست عورت کا ہے۔ اُسے جا کر میرا نام لے کر کہنا کہ تمہیں زیوس کی لاش نے بھیجا ہے — وہ میری سہیلی رہ چکی ہے، پھر وہ تمہیں کچھ نہیں کہے گی۔"

لنگڑا عیار جھک کر جانے لگا تو اب لاش نے ایک ایسی بات کہہ دی جسے سُن کر ناگ کے کان کھڑے ہو گئے اور وہ چونک اُٹھا —

لاش نے کہا:

"بدروح لاش کے مردہ شہر میں آج کل ایک ایسا انسان قید ہے، جسے ہمیشہ کی زندگی مل چکی ہے — بدروح لاش اس آدمی پر ایک جادو کا عمل کر کے اپنے جسم سے جلے سڑے حصے کو پھر سے زندہ کرنا چاہتی ہے۔ اُس نے کئی

انسانوں کے دھڑ غائب کر کے ان کے سر تابوتوں میں بند کر رکھے ہیں — اب پہلی بار اُسے اس آدمی کا سر ملا ہے جو صدیوں سے زندہ چلا آ رہا ہے — خبردار، بدروح لاش سے اس آدمی کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا — نہیں تو وہ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

لنگڑے عیار نے کہا:

"ہرگز نہیں دیوی، میں وہی کروں گا جو تم کہو گی۔"

لاش نے کہا:

"موم بتی بجھا دو اور مجھے لاشیں کھانے دو اور تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔"

لاش نے چیخ کر کہا — لنگڑا عیار وہاں سے رفو چکر ہو گیا —

ناگ کے دل کو یقین سا ہو گیا تھا کہ لاش جس آدمی کی بات کر رہی ہے وہ عنبر ہی ہو گا۔ اُسے اپنے کھوئے ہوئے دوست کا سراغ مل گیا تھا — کیا خبر ماریا بھی وہیں کہیں ہو —

ناگ نے فرانس کے قبرستان میں جا کر بدروح لاش سے ملنے کا فیصلہ کر لیا — وہ درخت سے اُتر کر قبرستان کے دروازے کی طرف بڑھا — وہ نہیں چاہتا تھا کہ لنگڑا عیار بدروح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لاش کے پاس جاتے — ناگ خود زیوس کا نام لے کر بدروح لاش کے پاس جانا چاہتا تھا — اس کے لیے ضروری تھا کہ لنگڑے عیّار کا کام تمام کر دیا جائے — وہ چار انسانوں کا قاتل تھا —

ناگ نے قبرستان سے باہر نکل کر دیکھا — کہ لنگڑا عیّار تیز تیز قدموں سے شہر کو جانے والی سڑک پر بھاگا جا رہا تھا۔

رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیلا ہوا تھا — اس اندھیرے میں وہ لنگڑا عیار ایک بہت بڑا چمگادڑ لگ رہا تھا۔ ناگ نے عقاب کی شکل بدلی اور آسمان کی طرف اڑ گیا — پھر لنگڑے کے سر کے عین اوپر آ کر ناگ نے غوطہ لگایا اور لنگڑے کی گردن پر اپنے تیز پنجے گاڑ دیے — لنگڑا عیّار بوکھلا گیا۔ وہ گر پڑا — اس کے گرتے ہی ناگ سانپ کی شکل میں آ گیا — لنگڑے نے سانپ کو دیکھا تو کھوپڑی آگے کر دی اور کہا:

"اے زیوس کی دیوی، میری مدد کر اور اس سانپ کو پتھر کر دے —"

لیکن دیوی زیوس کا جادو ناگ پر نہیں چل سکتا تھا۔ ناگ نے اچھل کر لنگڑے کی گردن پر ڈس دیا — ناگ کا زہر ایسا نہیں تھا کہ لنگڑے کو زیادہ سانس لینے کی مہلت ملتی، زہر

نے اس کے سرخ ذرّات کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔

ناگ اسی وقت انسانی شکل میں آ گیا — اس نے لاش کا جملہ یاد کیا جو قبرستان کی بدروح لاش کے سامنے جا کر کہنا تھا —

"مجھے زیوس دیوی کی لاش نے بھیجا ہے"

ناگ نے یہ جملہ ذہن میں اچھی طرح سے پکا لیا اور پھر شہر کی طرف روانہ ہوا — سرائے میں مسافر سو چکے تھے — ناگ بھی اپنی کوٹھری میں جا کر لیٹ گیا — وہ دل میں سوچنے لگا، دعا کرے کہ یہ بدروح لاش کے خفیہ کمرے میں عنبر اُسے مل جائے — کیا وہ میرے جانے تک بدروح کے ہاتھوں محفوظ رہ سکے گا۔ کیا میں اسے تلاش کر سکوں گا — اسی قسم کی باتیں سوچتے سوچتے ناگ کو نیند آ گئی۔ وہ سو گیا —

دوسرے روز وہ سیدھا بندرگاہ پر پہنچا — ایک جہاز تجارتی مال لے کر انگلستان کی طرف جا رہا تھا۔ ناگ کو انگلستان کے راستے سے فرانس جانا تھا — اس نے جہاز کے ملاح سے بات کی کہ وہ اُسے سونے کی پندرہ اشرفیاں دے گا اگر وہ اسے جہاز میں کسی طرح سوار کروا کر انگلستان لے جائے — ملاح لالچ میں آ گیا — اس نے ناگ سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا :

"پہلے پندرہ اشرفیاں نکالو۔"

ناگ نے کہا کہ اس وقت اُس کے پاس صرف پانچ اشرفیاں ہیں، باقی دس وہ اُسے انگلستان جا کر دے گا۔ ملّاح نے ناگ کو ساتھ لے جانے کا خطرہ مول لینے سے انکار کر دیا۔

ناگ نے کہا :

"ٹھیک ہے، میں تمہیں کچھ بھی نہیں دوں گا اور تمہارے جہاز پر سفر بھی کروں گا۔"

"کیا تم بھوت ہو؟"

ناگ نے کہا :

"میں بھوت کا بھی باپ ہوں۔"

ملّاح نے قہقہہ لگایا اور جہاز کی طرف چل دیا۔ ناگ بڑی آسانی سے عقاب بن کر اڑ سکتا تھا مگر خطرہ تھا کہ کہیں وہ راستہ نہ بھول جائے — اس لیے وہ جہاز پر سفر کرنا چاہتا تھا۔ اب اُس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عقاب بن کر جہاز کے ساتھ ساتھ اُڑتا ہوا سفر کرے گا — جہاز کے چلنے تک ناگ بندرگاہ کے علاقے میں پھرتا رہا — جب جہاز نے لنگر اٹھا دیا اور اُس کے بادبان کھول دیئے گئے تو ناگ بندرگاہ سے نکل کر سمندر کے کنارے کنارے دُور نکل گیا۔ یہاں سمندری چٹانیں لہروں

سے سر باہر نکالے کھڑی تھیں —

ناگ ایک چٹان پر چڑھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ دُور انگلستان کو جانے والا بادبانی جہاز سمندر میں نکل آیا ہے — اس جہاز کے سفید اور نیلے رنگ کے بادبان تھے — ناگ نے غور کیا کہ جہاز کی رفتار زیادہ تیز نہیں ہو گی — وہ کب تک آسمان پر ہوئے ہوئے جہاز کے ساتھ اُڑتا رہے گا — کیوں نہ کسی اور طریقے سے جہاز پر سوار ہو کر سفر کرے اور کونسا طریقہ ہو سکتا تھا — کیا وہ سانپ بن جائے — اس طرح جہاز کے ملاحوں سے اسے اپنی جان کا خطرہ تھا، پھر کیا وہ ملّاح بن جائے، مگر اس طرح بھی دوسرے ملّاح اسے پہچان لیں گے کہ یہ کوئی غیر آدمی ہے —

ناگ کو خیال آیا کہ اس نے جہاز پر پہاڑی بکروں کے ایک ریوڑ کو چڑھتے دیکھا تھا — شاید ترکی کے سینگوں والے یہ پہاڑی بکرے ولایت لے جائے جا رہے تھے۔ ناگ مسکرا دیا :

"کیوں نہ وہ بکرا بن کر جہاز پر سفر کرے۔"

آج تک ناگ کبھی بکرا نہیں بنا تھا — یہ تجربہ بھی کر کے دیکھنا چاہیے — ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ سانپ یا عقاب بننے کی جگہ اس بار بکرا بن کر جہاز میں سفر کرے گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس نے گہرا سانس لیا اور عقاب بن کر چٹان سے اُڑ گیا۔

بادبانی جہاز سمندر میں آ کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ ناگ ہوا میں اُڑتا ہوا جہاز کے اوپر آ گیا۔ اُس نے جہاز کے ارد گرد دو تین چکر لگائے، پھر جہاز کے پچھلی طرف جہاں ترپالوں اور رسیوں کے بڑے بڑے ڈھیر پڑے تھے۔ چپکے سے اتر آیا۔ کسی نے اُسے جہاز پر اترتے نہیں دیکھا تھا۔ رسیوں کے ڈھیر کے پیچھے اس نے ایک گہرا سانس لیا اور آن کی آن میں بھورے سینگوں والا سفید رنگ کا خوب صورت پہاڑی بکرا بن کر ممیانے لگا۔

اس کی آواز سُن کر ایک ملاح اس کی طرف لپکا۔

"ارے، یہ کم بخت سٹور سے نکل کر یہاں کیسے آ گیا۔ پکڑو اسے۔ پکڑو اسے۔"

دو تین ملاح اپنا کام چھوڑ کر اس کی طرف بھاگے۔ اب بکرا آگے آگے اور ملاح پیچھے پیچھے تھے۔ ناگ نے دیکھا کہ جہاز واقعی بہت بڑا اور خوب صورت ہے۔ وہ بکرے کی شکل میں عرشے پر بھاگ رہا تھا۔ یہ مسافر جہاز نہیں تھا سارا عرشہ سامان سے بھرا ہوا تھا۔ آخر وہ جان بوجھ کر ایک جگہ گر پڑا۔ ملاحوں نے اسے قابو کر لیا۔ ان میں وہ ملاح بھی شامل تھا جس نے ناگ کو جہاز پر بٹھانے سے انکار کر

دیا تھا۔ بکرے کے گلے میں رسّی ڈال کر وہی ملاح اُسے کھینچتے ہوئے اپنے ساتھی کو کہنے لگا:

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ یہ بکرے کا بچہ سٹور روم سے نکل کر اوپر کیسے آ گیا؟"

دوسرے ملاح نے کہا:

"سٹور کا دروازہ اچھی طرح سے بند نہیں ہوا ہوگا۔"

"میں نے تو نہ صرف دروازہ بند کیا تھا، بلکہ کنڈی بھی لگا دی تھی۔"

دوسرا ملاح بولا:

"ارے یار یہ کسی طرح سے نکل آیا ہوگا۔ خواہ مخواہ تم بھی دماغ کیوں چاٹ رہے ہو۔ جاؤ اس مصیبت کی نانی کو نیچے چھوڑ کر آؤ۔"

ملاح ناگ کو یعنی پہاڑی بکرے کو لے کر سٹور روم کے پاس آ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ بھونچکا سا ہو کر رہ گیا کہ سٹور روم کا دروازہ بند تھا اور باہر کنڈی لگی ہوئی تھی۔ پھر یہ بکرا باہر کیسے نکل آیا تھا؟ ملاح کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ کہ یہ کیا پہیلی ہے۔ اس نے کنڈی کھولی اور بکرے کو اندر دھکیل دیا۔ اندر بکرے بھرے ہوئے تھے۔ ملاح نے جو ایک انوکھے اور اجنبی بکرے کو اپنے درمیان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھا تو شور مچا دیا —

ملّاح دروازے پر کنڈی چڑھا کر چلا گیا تھا۔ بکروں نے شور مچا دیا اور ناگ کو گھیر لیا تھا اور اپنی زبان میں بے بے مے مے کر کے ناگ پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی — کون ہو تم ؟ یہاں کیسے آ گئے ، پہلے تمہیں کہیں نہیں دیکھا ؟ ایک بھاری بھرکم صحت مند بکرے نے ناگ کو اپنے خطرناک نوکیلے سینگوں سے پرے دھکیلتے ہوئے پوچھا :

"کون ہو تم ؟"

یہ بکرا اُن بکروں کا بدمعاش لگتا تھا — تھوتھنی پر زخم کا نشان تھا۔ ایک سینگ اوپر سے کسی زبردست لڑائی میں ٹوٹا ہوا تھا — ناگ نے بکرے کی آواز نکال کر بڑی شرافت سے کہا :

" میں پردیسی ہوں — ولایت کی نرم نرم خوشبودار گھاس کھانے کو دل چاہتا تھا — اس لیے آپ لوگوں میں چھپ کر شامل ہو گیا ۔"

بدمعاش بکرے نے حلق سے ڈراؤنی آواز نکالی اور ناگ کے ماتھے پر اپنا سینگ زور سے مارا —

" تمہیں میری اجازت کے بغیر جہاز پر آنے کی جرأت کیسے ہوئی ؟ سنو، اب تمہیں اپنے راشن میں سے آدھا

چنے روزانہ مجھے رشوت کے طور پر دینے ہوں گے۔ نہیں تو یاد رکھو، میں اپنے اس سینگ سے کتنے ہی بکرے ہلاک کر چکا ہوں —"

ناگ نے دیکھا کہ ایک نیلی آنکھوں والی بڑی خوبصورت بکری بدمعاش بکرے کے بالکل ساتھ لگ کر کھڑی تھی اور اپنی تھوتھنی یوں چلا رہی تھی جیسے چیونگ گم کھا رہی ہو — وہ بدمعاش بکرے سے ڈری ہوئی لگتی تھی —

دوسرے بکرے بھی بڑی نفرت سے ناگ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ بدمعاش بکرا اشارا کرے اور یہ سینگ مار کر ناگ کو ہلاک کر دیں —

ناگ نے بدمعاش بکرے سے کہا :

"بھائی، میں لڑائی جھگڑا پسند نہیں کرتا — تمہارے ساتھ مل کر سفر کرنا چاہتا ہوں — لندن پہنچ کر تمہارا شکریہ ادا کر کے تم سے الگ ہو جاؤں گا — مجھے یہاں پڑا رہنے دو۔"

بدمعاش بکرے نے کہا :

" تمہیں اپنا آدھا راشن مجھے دینا ہوگا —"

اور پھر بڑی شان سے اپنی نیلی آنکھوں والی بکری کی طرف دیکھ کر بڑے غرور سے مے کی آواز نکالی۔ بکری نے بھی اسی طرح کی آواز نکالی اور بدمعاش بکرے کے پیٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ساتھ اپنی چھوٹی سی سری لگا دی — بدمعاش بکرے نے گرج کر کہا :

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا اے اجنبی بکرے، جواب دو — نہیں تو ابھی سینگ مار مار کر تمہاری تکا بوٹی کرتا ہوں —"

نیلی بکری بڑے فخر سے اپنے ساتھی بکرے کو دیکھ رہی تھی — آخر وہ سارے بکروں کا سردار تھا اور اس کی بہادری کی سب پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی — ناگ نے سوچا، کہ ان بکروں کے آگے بُزدلی دکھائی تو یہ تو میری شامت لے آئیں گے اور لنڈن تک جینا دوبھر کر دیں گے — ان کو ذرا ایک جھلک دکھا دینی چاہیے، تاکہ یہ ٹھنڈے ہو جائیں اور لنڈن تک بالکل نہ بولیں — اس کے باوجود ناگ نے ایک بار پھر انہیں مہلت دی اور کہا :

"میرے بکرے بھائیو، جنگ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا — میں امن پسند بکرا ہوں اور تم سے امن کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ لڑائی جھگڑا اچھی بات نہیں ہوتی، اس سے پرہیز ہی کرنا چاہیے —"

مگر بدمعاش بکرے پر تو بدمعاشی کا بھوت سوار تھا۔ وہ دوسرے بکروں اور خاص طور پر اپنی پیاری بکری پر

رعب جمانا چاہتا تھا — یا یوں سمجھ لیں کہ اس کی موت کا وقت آن پہنچا تھا — ناگ کی طرف ہونٹ چڑھا کر اگلے دانت نکال کر زور سے ہنسا اور چیخ مار کر بولا :

"بتا اپنا سارا راشن دے گا یا نہیں — اب میں تیرا سارا راشن خود کھا جایا کروں گا — تو نے جواب دینے میں اتنی دیر لگا کر میری توہین کی ہے — اے ذلیل پہاڑی بکرے — اے بکروں کے بھائی بکرے — مرنے کے لیے تیار ہو جا —"

اب ناگ کا بھی پارہ چڑھ گیا — اُسے بڑا غصہ آیا کہ یہ کم بخت کوئی ایسا اکھڑ بکرا ہے کہ اس پر شرافت کی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا — اُس نے ایک بار پھر بڑے آرام سے کہا :

"بھائی، مجھے تنگ نہ کرو — میں امن پسند بکرا ہوں!"

"تیرے امن پسند بکرے کی ایسی تیسی —"

بدمعاش بکرے نے ناگ کو گالی دی تو اُس سے برداشت نہ ہو سکا — اس نے اپنا سینگوں والا سر اُٹھا کر کہا :

"اب تمہیں سبق سکھانا ہی پڑے گا — مگر افسوس سبق سیکھنے کے بعد تم زندہ نہیں ہو گے —"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدمعاش بکرے نے پوری طاقت سے ناگ کو ایک ٹکر ماری۔ ناگ آگے سے ہٹ گیا۔ بدمعاش بکرا سامنے دیوار سے جا ٹکرایا — دوسرے بکرے شور مچا کر اس کا دل بڑھانے لگے —

"مار ڈالو اسے سردار، زندہ نہ چھوڑنا استاد — جانے نہ پائے یہ کمینہ۔"

بدمعاش بکرا پیچھے ہٹا اور ریل کے انجن کی طرح زوں زوں کرکے ناگ کی طرف دوڑا — اب ناگ بکرا نہیں تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور ایک خونخوار افریقہ کا شیر بن کر گرجا — اس کی دھاڑ سے سٹور روم کے درو دیوار ہل گئے — بدمعاش بکرا تو وہیں ایک چیخ مار کر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا — دوسرے کئی بکروں کو غش آ گیا — کئی بکروں کو ہارٹ اٹیک ہو گئے — نیلی آنکھوں والی بکری بھی غش کھا کر گر چکی تھی، جو بکرے زندہ اور ہوش میں تھے، وہ تھر تھر کانپ رہے تھے — ان کی آواز تک نہیں نکلتی تھی — ناگ نے سوچا کہ کام ختم ہو گیا ہے — وہ فوراً واپس بکرے کی شکل میں آ گیا — اسے دوبارہ بکرا بنتے دیکھ کر زندہ بکرے دوڑ کر دیوار کے ساتھ جا لگے۔ وہ ابھی تک خوف کے مارے کانپ رہے تھے۔ نیلی آنکھوں

والی بکری کو ہوش آ چکا تھا — بدمعاش بکرے کی لاش دوسرے کمزور دل بکروں کی لاشوں کے ساتھ پڑی تھی۔ اس حادثے میں گیارہ بکرے اگلے جہان کو سفر کر چکے تھے۔ ناگ نے بکروں کی طرف دیکھ کر کہا:

"بولو تمہاری کیا صلاح ہے؟"

بکروں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا:

"تم ہمارے سردار ہو — ہم تمہارے غلام ہیں۔ ہم راشن تمہاری خدمت میں لا کر رکھ دیا کریں گے — ہمار جان بخشی کر دو۔"

ناگ نے کہا:

"مجھے تمہارے راشن کی ضرورت نہیں — میں کسی کا نہیں مارا کرتا — میں تمہارا سردار بھی نہیں ہوں، بلکہ تمہارا بھا ہوں۔ امن سلامتی سے بھائی چارے کے ساتھ سفر کرو ا کرنے دو۔"

نیلی آنکھوں والی بکری ناگ کے ساتھ لگ کر اپنی تھوتھ اس کی تھوتھنی کے ساتھ رگڑنے لگی — ناگ کو بکری کے جسم بڑی تیز بو آئی — اس نے زور سے چیخ مار کر بکری سے کہا:

"خبردار، جو میرے قریب آنے کی کوشش کی۔ تمہار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جسم سے بُو آ رہی ہے۔"

نیلی آنکھوں والی بکری نے کہا:

"میں لندن جا کر بڑا خوشبو دار عطر لگا لوں گی۔ میرے اچھے دوست بن جاؤ پیارے بکرے۔"

ناگ نے بکری کو پرے دھکیلتے ہوئے کہا:

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے — میں تم سب کا دوست ہوں اور خبردار، مجھ سے یہ مت پوچھنا کہ میں شیر کیسے بن گیا تھا۔ نہیں تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا جو ان بکروں کا ہوا ہے۔"

اتنے میں سٹور روم کا دروازہ کھل گیا — تین ملاح اندر داخل ہوئے — وہ ہنس ہنس کر ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے — جوں ہی ان کی نگاہ بکروں کی لاشوں پر پڑی وہ شور مچاتے بھاگے —

"بکرے مر گئے، بکرے مر گئے — ان میں بیماری پھیل گئی —"

جہاز کا کپتان خود وہاں آ گیا — ڈاکٹر بھی آ گیا — اُس نے ایک ایک بکرے کی لاش کو غور سے دیکھا، پھر کپتان سے کہا:

"سمجھ میں نہیں آتا، ان سب کی موت دل کی حرکت بند ہو جانے سے ہوئی ہے۔"

کپتان نے کہا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے — آج تک کبھی نہیں سُنا کہ کسی بکرے کو ہارٹ اٹیک ہوا ہو — کوئی اور وجہ ہوگی ڈاکٹر، غور سے دیکھو۔"

ڈاکٹر نے کہا:

"میں ڈاکٹر ہوں، جو کچھ میں نے کہا ہے وہی ٹھیک ہے۔ ان سارے بکروں کی موت ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اور یہ ہارٹ اٹیک کسی زبردست خوف کی وجہ سے ہوا ہے، کیونکہ سب کے دل ایک ساتھ بند ہوئے ہیں۔"

ناگ اور نیلی بکری اور دوسرے بکرے یہ ساری باتیں چپ چاپ کھڑے جگالی کرتے ہوئے سُن رہے تھے — ایک بکرے نے اپنی زبان میں ناگ سے کہا:

"سردار، یہ لوگ بیماری پھیلنے کے ڈر سے کہیں ہم سب کو ذبح نہ کر دیں۔"

ناگ نے کہا:

"فکر نہ کرو — جب تک میں یہاں ہوں، تمہیں کوئی ذبح نہیں کر سکے گا۔"

نیلی آنکھوں والی بکری نے ناگ سے کہا:

"سردار، چلو یہاں سے نکل کر سمندر میں چھلانگ لگا دیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور کسی جزیرے پر جا کر نئی زندگی شروع کریں۔"

"شٹ اپ۔" ناگ نے اسے جھاڑ دیا۔

نیلی آنکھوں والی بکری سہم کر خاموش ہو گئی اور جگالی کرنے لگی۔ ڈاکٹر نے کپتان سے کہا، ہو سکتا ہے ان بکروں کو کسی خاص بیماری کی وجہ سے ہوا ہو۔ اس لیے میرے رائے تو یہ ہے کہ ان سب کو ایک ایک کر کے ذبح کر دیا جائے نہیں تو ہو سکتا ہے، لندن پہنچنے سے پہلے پہلے یہ سارے کے سارے دل کی بیماری سے مر جائیں۔

یہ سُن کر بکروں کے دل دہل گئے۔ نیلی آنکھوں والی بکری کے منہ سے لمبی "مَے" نکل گئی۔ ناگ نے کہا:

"ڈرو نہیں بکرو، شیر بنو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

کپتان نے کہا:

"کیا یہ تمہاری آخری رائے ہے ڈاکٹر؟"

"ہاں کیپٹن۔" یہ کہہ کر ڈاکٹر باہر نکل گیا۔

ایک ملاح نے کپتان سے کہا:

"سر، اگر یہ سارے بکرے مر گئے تو اس کا مالک ہم سے تین گنا قیمت وصول کرے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ ہم انہیں پکا کر کھا جائیں۔"

کپتان خاموشی سے ملاحوں کو ساتھ لے کر باہر نکل گیا۔

سٹور کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اب سارے بکروں نے ناگ کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ وہ سارے موت کے خوف سے کانپ رہے تھے۔ اُن کے رنگ اُڑے ہوئے تھے۔

نیلی آنکھوں والی بکری نے کہا:

"یہ لوگ ہمیں بھون کر کھا جائیں گے سردار، اگر کچھ کر سکتے ہو تو کرو۔"

سارے بکرے ناگ کی منت سماجت کرنے لگے۔ ایک نے کہا:

"سردار، شیر بن کر سارے ملاحوں کو کھا جاؤ۔"

ناگ نے کہا:

"گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، جب وقت آئے گا دیکھا جائے گا۔"

تھوڑی دیر بعد چھ سات ملاح آئے اور مرے ہوئے بکروں کی لاشیں اُٹھا کر لے گئے۔ باقی بکروں کے آگے چارا ڈال دیا گیا اور پانی بھی رکھ دیا گیا، مگر ان پر موت کا اتنا خوف تھا کہ کسی کو بھوک ہی نہیں لگی تھی۔ بڑی مشکل سے ناگ نے انہیں تسلی دے کر حوصلہ دلایا اور وہ تھوڑا تھوڑا چارا کھانے لگے۔ لیکن آخر وہی ہوا جس کا بکروں کو دھڑکا لگا ہوا تھا۔ جہاز کے کپتان نے فیصلہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دے دیا کہ باقی جو بکرے بچے ہیں، انہیں ایک ایک کرکے ذبح کر دیا جائے۔

اس کی خبر بکروں کو اس وقت ہوئی جب ایک موٹا تازہ ملاح اپنی توند پر ہاتھ پھیرتا ڈکار مار کر سٹور روم میں داخل ہوا اور ہنس کر بولا:

"پیارے بکرو، جہاز کے ملاح تمہارے کباب بنا کر کھائیں گے۔ خوب دعوتیں اڑیں گی سارے سفر میں۔"

بکرے تو کانپ اٹھے۔

موٹا ملاح آگے بڑھا اور بکروں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھنے لگا کہ آج کون سے بکرے کو ذبح کرکے کھایا جائے۔ اس نے ایک بکرے کو پسند کر لیا اور اسے سینگوں سے پکڑ کر سٹور روم سے باہر کھینچنے لگا تو بکرے نے چیخ کر ناگ کو آواز دی:

"سردار، اپنا وعدہ پورا کرو۔"

ناگ نے گہرا سانس لیا اور سانپ بن کر پھنکارتا ہوا ملاح کی طرف بڑھا۔ ملاح نے جو ایک کالے سانپ کو اپنی طرف پھن اٹھائے آتے دیکھا تو بکرے کو چھوڑ باہر کو بھاگا۔ مگر ناگ نے دروازے پر ہی اسے ڈس دیا۔ ملاح گرا اور اس کے منہ سے جھاگ بہنے لگی۔ ناگ پھر سے بکرا بن گیا۔

جہاز کا بھوت

جہاز پر شور مچ گیا کہ ایک ملاح کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔

ڈاکٹر نے لاش دیکھ کر کہا کہ یہ کوئی بڑا ہی زہریلا سانپ تھا۔

کپتان نے حیرانی سے کہا:

"جہاز پر سانپ کہاں سے آ گیا اور پھر بکروں کے گودام میں کیسے پہنچ گیا۔ اس نے بکروں کو کچھ نہیں کہا اور میرے ملاح کو ڈس دیا۔"

کپتان نے حکم دے دیا کہ سارے جہاز میں سانپ کو تلاش کرکے مار دیا جائے۔ بکروں کو ایک دوسرے سٹور میں بدل دیا گیا، لیکن وہاں سانپ ہوتا تو ملتا۔

دوسرے روز اس کمرے میں بھی ایک ملاح کیلا لینے گیا۔ بکروں نے واویلا مچانا شروع کر دیا۔ وہ ناگ کی منتیں کرنے لگے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سردار، ہمیں ان جلادوں سے بچاؤ۔"

ناگ نے سوچا کہ خواہ مخواہ ایک اور ملاح کو ہلاک کرنا ٹھیک نہیں — کیوں نہ اسے ڈرا کر بھگا دیا جائے — پس جوں ہی ملاح نے بکروں کو ٹٹولنے کے بعد ایک بکرے کو باہر لے جانے کے لیے کھینچا اور اس بکرے کے حلق سے چیخ نکلی — ناگ نے گہرا سانس لیا اور دھاڑیدار بنگال کا شیر بن کر دھاڑا۔

ملاح نے شیر کو دیکھا تو پیچھے کو گرا — اس کا رنگ اُڑ گیا — ہونٹ کانپنے لگے — ٹانگیں لرزنے لگیں۔ وہ چیخ مار کر شیر شیر شیر پکارتا باہر کو بھاگا —

آن کی آن میں وہاں کپتان اور سارے ملاح جمع ہو گئے —

"کہاں ہے شیر؟" کپتان نے غرّا کر پوچھا۔

ملاح نے کہا:

"سر، اسی جگہ تھا، ان بکروں کے پاس۔"

کپتان نے جھنجلا کر غصّے سے کہا:

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے، بھلا کبھی بکروں کے ساتھ بھی شیر ہوا کرتے ہیں — اُٹھاؤ اس موٹے بکرے کو میرے سامنے اور کچن میں لے جا کر کاٹ ڈالو — میں دیکھتا ہوں

کہاں سے شیر آتا ہے۔"

دو ملاح ڈرتے ڈرتے آگے بڑھے اور انہوں نے ایک بکرے کو پکڑ لیا — اس بکرے نے بھی ناگ کی دہائی دی — ناگ نے دیکھا کہ کپتان کے ساتھ وہاں دس گیارہ ملاح بھی کھڑے تھے۔ اور ان سب کے پاس خنجر تھے — ناگ کو زخمی ہونے کا خطرہ بھی تھا لیکن وہ ایک کرامت دکھا کر ان سب کو ایک بار ہی خوف زدہ کر دینا چاہتا تھا تاکہ باقی سفر آرام سے کٹے — اس نے گہرا سانس لیا اور ایک دم سے افریقہ کا سب سے بڑا ہاتھی بن کر لمبی سونڈ اٹھا کر زور سے چنگھاڑا —

اس سے پہلے کہ ڈر سے کانپتے ہوئے ملاح باہر بھاگتے، ہاتھی نے ایک ملاح کو اپنی سونڈ میں اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دیا۔ کپتان چھلانگ لگا کر باہر نکل گیا اور چلّایا۔

"دروازہ بند کر دو — دروازہ بند کر دو۔"

کمرے کا لوہے کا دروازہ بند کر دیا گیا — زخمی ملاح کو اسی وقت اٹھا کر ڈاکٹر کے پاس لے جایا گیا — کپتان کے ہوش اڑے ہوئے تھے — اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے جہاز میں یہ کیا جادوگری ہو رہی ہے — کیا یہاں کوئی بھوت آن گھسا ہے؟ اس نے تمام ملاحوں کو بلا کر مشورہ کیا — ڈاکٹر سے پوچھا کہ جہاز میں ہاتھی کہاں سے آ گیا؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈاکٹر نے کہا :

" میں کیا بتا سکتا ہوں، کوئی جادوگر نہیں ہوں — میں خود حیران ہوں کہ اس جہاز پر یہ کیا ہو رہا ہے "

کپتان نے حکم دے دیا کہ بکروں والے گودام میں کوئی نہ جائے — کمرے کو بند کر دیا گیا۔ کپتان نے دوپہر کے بعد خود آ کر گودام کے سوراخ میں سے اندر دیکھا — ہاتھی کہیں نہیں تھا — بکرے بڑے مزے سے بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ کپتان اور زیادہ چکر کھا گیا کہ یہ قصہ کیا ہے ؟ اس کی زندگی میں آج تک کبھی کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا تھا۔ بکرے بڑے خوش تھے — اب کوئی انہیں ذبح کرنے کے واسطے لے جانے نہیں آتا تھا — ایک ملاح ڈرتے ڈرتے دن میں ایک بار آتا اور پانی کا تسلا اور چارے کا گٹھا پھینک کر دروازہ بند کر کے بھاگ جاتا۔

بکرے ناگ کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے۔ اُس نے اُن کی جان بچائی تھی۔ نیلی آنکھوں والی بکری تو ناگ کے ساتھ لگی رہتی — اس نے دبی زبان میں ایک بار ناگ سے کہہ بھی دیا

" پیارے سردار، کیا تم مجھ سے شادی کرو گے "

ناگ دل میں بہت ہنسا —

جہاز سمندر میں سفر کرتا رہا۔ ناگ بکرا بن کر کمرے میں بند رہنے سے گھبرا گیا — اس نے اپنے ساتھی بکروں سے کہا کہ

وہ ذرا سیر کرنے جہاز کے عرشے پر جا رہا ہے۔ نیلی آنکھوں والی بکری سے کہا :

" سردار، کیا مجھے ساتھ نہیں لے جاؤ گے ؟"

ناگ نے اسے جھڑک دیا :

" خبردار جو باہر جانے کا نام لیا — وہ لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے "

ناگ نے ایک نیلے رنگ کی چھوٹی سی چڑیا کا رُوپ بدلا اور دروازے کے سوراخ میں سے باہر نکل گیا — وہ راہداری میں اُڑتا سیڑھیوں پر سے ہو کر اوپر کھلی ہوا میں عرشے پر آ گیا — دُور دُور تک کھلے سمندر پر دھوپ چمک رہی تھی — ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی — ملاح اپنے اپنے کام میں لگے تھے۔ ایک ملاح نے نیلی چڑیا کو دیکھ کر اپنے ساتھی سے کہا :

" اس قسم کی چڑیا کھلے سمندر میں پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ یہ کہاں سے آ گئی ہے ؟"

دوسرے ملاح نے ناگ کی طرف غور سے دیکھ کر کہا :

" خاموش رہو بھائی، اس جہاز پر سب کچھ ہو سکتا ہے — جانتے نہیں کبھی شیر آ جاتا ہے، کبھی ہاتھی اور کبھی سانپ — اب چڑیا آ گئی ہے تو کیا ہوا — میں تو لندن پہنچ کر کسی دوسرے جہاز پر نوکری کر لوں گا — اس جہاز پر بھوتوں نے قبضہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر لیا ہے۔"

ناگ ان کی باتیں سُن کر بڑا خوش ہوا — اس نے سوچا کہ ذرا جہاز کے کچن میں چل کر کافی سے دل بہلایا جائے اس نے اُڈاری ماری اور سیڑھیوں پر سے اُڑ کر جہاز کی پہلی منزل میں آ گیا — ایک طرف سے اسے تڑکا لگنے کی خوشبو آئی کچن زیادہ دُور نہیں تھا — وہ کچن کے دروازے پر آ کر رُک گیا — اتفاق سے وہاں کوئی نہیں تھا — ناگ انسانی شکل میں آ گیا — اس نے دروازہ کھولا اور کچن میں داخل ہو گیا — یہاں ملاحوں کے کھانا کھانے کے لیے لمبی لمبی لکڑی کی میزیں لگی تھیں — کچھ ملاح بیٹھے کھانا کھا رہے تھے — کچھ کافی پی رہے تھے۔ ناگ نے دیکھا کہ ایک کونے میں وہی ملاح بیٹھا کافی پی رہا ہے، جس نے ناگ کو جہاز پر بٹھانے سے انکار کر دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر وہ پندرہ اشرفیاں نہیں دے گا تو وہ اسے جہاز پر اپنے ساتھ نہیں لے جائے گا۔

ناگ خاموشی سے چلتا اس ملاح کے پاس جا کر بیٹھ گیا — کچھ ملاحوں نے ناگ کے لباس کو غور سے دیکھا کہ یہ اجنبی شخص جہاز پر کہاں سے آ گیا ہے، کیونکہ وہ مسافر جہاز نہیں تھا اور سارے ملاح نیلی اور سفید جہازی وردی میں تھے جس ملاح کے پاس ناگ جا کر بیٹھا، وہ تو ناگ کو دیکھ کر

ہکا بکا سا ہو کر رہ گیا — کافی کی پیالی اس کے ہونٹوں پر ہی رُک گئی —

"تم — تم یہاں کہاں؟"

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"میں نے تمہیں کہا تھا نا، کہ میں اسی جہاز پر سفر کروں گا — دیکھ لو — میں اسی جہاز پر تمہارے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔"

ملاح نے پیالی میز پر رکھ دی اور پوچھا:

"مگر — تم جہاز پر کیسے آ گئے؟"

ناگ بولا:

"یہ مت پوچھو، بس آ گیا ہوں۔ مجھے آنا ہی تھا — میرا ان پہنچنا بہت ضروری تھا — اب اگر تم نے شور مچانا ہے چلا کر دیکھ لو، کچھ بھی نہیں ہو گا — اگر شیر گودام میں آ سکتا ہے، ہاتھی گودام میں آ سکتا ہے تو کچن میں بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔"

ناگ نے قہقہہ لگایا — ملاح ناگ کی باتیں سُن کر اُس سے ڈر گیا تھا — ناگ نے اُسے اور زیادہ ڈراتے ہوئے کہا:

"میں بھوت ہوں اور بھوت جب چاہیں، جس جہاز پر چاہیں ظاہر کر سکتے ہیں، انہیں کوئی نہیں روک سکتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملاح نے آہستہ سے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا:

"یکن — کیا — کیا تم بھوت ہو؟"

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"نہیں، میں تو بکرا ہوں۔ پہاڑی بکرا۔"

ملاح جلدی سے اٹھا اور بولا:

"میں ابھی — ابھی آیا۔"

اور یہ کہہ کر وہ دم دبا کر کچن سے بھاگ گیا۔ دوسرے ملاح اسے تعجب سے دیکھتے رہے — پھر انہوں نے ناگ کو دیکھا ایک ملاح نے دور سے آواز لگا کر پوچھا:

"تم کون ہو؟ اس جہاز پر کیسے آ گئے؟"

ناگ نے وہیں بیٹھے بیٹھے بلند آواز سے کہا:

"بھائیو، مجھ سے بار بار سوال مت پوچھو — میں تمہارے جہاز کا بھوت ہوں اور یہاں کافی پینے آیا ہوں۔"

اگر جہاز پر پہلے ہی سے جادوگری کے ڈرا دینے والے عجیبی واقعات نہ ہوئے ہوتے تو شاید ملاح ناگ کی بات کو مذاق سمجھ کر ٹال دیتے — وہ پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے اب جو ناگ نے کہا کہ میں بھوت ہوں تو وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

ان میں ایک حبشی ملاح بڑا اکھڑ اور گینڈے اتنا طاقتور

تھا۔ اسے اپنی طاقت کا بڑا گھمنڈ تھا — اس نے بدتمیزی سے ناگ کو ایک گالی دے کر کہا:

"او حرامی، اگر تو بھوت ہے تو میں تیرا باپ بھوت ہوں۔"

اور زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا — ناگ نے کوئی جواب نہ دیا — اس نے اٹھ کر ایک پھنکار ماری اور افریقہ کا آدمخور شیر بن کر اتنی طاقت سے دھاڑا کہ کچن کی دیواریں لرز گئیں۔ ملاح باہر کو بھاگے — باورچی چولہے کے پاس بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حبشی گینڈا ملاح بھی خوف سے ٹھنڈا ہو گیا — شیر نے اس پر چھلانگ لگائی اور زبردست پنجہ مار کر اس کی گردن توڑ کر رکھ دی — کچن خالی ہو چکا تھا — ناگ چھت کی طرف منہ اٹھا کر تین بار دھاڑا اور پھر ایک دم سے انسانی شکل میں آ کر چولہے کے پاس بیٹھ گیا — کیتلی میں سے کافی نکال کر لکڑی کے مگ میں ڈالی اور میز پر بیٹھ کر بڑے آرام سے چسکیاں لینے لگا —

ایک دم سے لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ کپتان بھی فوراً پہنچ گیا —

حبشی ملاح کی لاش فرش پر پڑی تھی — اس کی گردن ٹوٹی ہوئی تھی اور خون بہہ بہہ کر جم گیا تھا — ناگ کے واقعف ملاح نے ناگ کی طرف اشارہ کر کے کپتان سے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سر، اس نے ہمارے ملاح کو ہلاک کیا ہے — یہ بھوت ہے —"

کپتان بڑے غور سے ناگ کو دیکھتا رہا — اُسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ دبلا پتلا سانولے رنگ کا لڑکا جو میز پر بیٹھا کافی کی چسکیاں لے رہا ہے، شیر بن کر، ہاتھی بن کر، سانپ بن کر لوگوں کو ہلاک بھی کر سکتا ہے —

کپتان بھی اپنے دل میں ڈرا ہوا تھا، مگر وہ اپنے خوف کو ملاحوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا — وہ ڈرتے ڈرتے اپنی کپتانی کا بھرم رکھنے کے لیے ناگ کے میز کے تھوڑا قریب آیا اور بولا:

"کیا — کیا تم بھوت ہو؟"

ناگ نے کافی کا گھونٹ بھر کر مگ میز پر رکھا اور کپتان کی طرف اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے پلکیں جھپکائے بغیر دیکھا اور کہا:

"تمہارا کیا خیال ہے کپتان؟ کیا میں تمہیں بھوت دکھائی دیتا ہوں — میں تو تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں!"

ملاح نے کہا:

"سر، اس کی بات پر اعتبار نہ کریں، یہ بھوت ہے۔ اس نے ابھی ابھی مجھے کہا تھا کہ میں نے بھوت بن کر اس

جہاز پر قبضہ کر لیا ہے —"

ناگ نے کہا:

"یہ جھوٹ بول رہا ہے، میں بھوت نہیں ہوں —"

"پھر تم اس جہاز پر کیسے آ گئے؟ اس جہاز پر کسی مسافر کو سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے —"

کپتان نے ناگ سے سوال کر دیا — ناگ نے کافی کی ایک اور چسکی لے کر کہا:

"اگر یہ بات ہے تو پھر کان کھول کر سُن لو کپتان، میں بھوت ہوں اور جب چاہوں اور جس جہاز پر چاہوں سفر کر سکتا ہوں — اب تم اپنے ملاحوں کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ اور مجھے کافی پینے دو۔"

کپتان بھی آخر کپتان تھا، اگرچہ ڈرا ہوا تھا، مگر پھر بھی بہادر آدمی تھا، کڑک کر بولا:

"تم بھوت ہو تو کیا ہوا — تم نے میرے دو ملاحوں کو ہلاک کیا ہے — میں تمہیں پھانسی کی سزا سناتا ہوں!"

پھر اس نے ملاحوں کی طرف پلٹ کر حکم دیا:

"اس آدمی کو پکڑ کر سمندر میں پھینک دو —"

مگر کس ملاح میں جرأت تھی کہ آگے بڑھتا — کچن کے فرش پر ابھی تک حبشی ملاح کی لاش پڑی تھی۔ ناگ کو کپتان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اکھڑنے پر سخت غصہ آیا — کم بخت جان بوجھ کر اپنی موت کو آوازیں دے رہا تھا —

ناگ نے بڑے دھیمے لہجے میں کہا :

"کپتان، میں فساد اور لڑائی جھگڑا نہیں چاہتا — بہتر یہی ہے کہ تم اپنے ملاحوں کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ. ان میں سے کسی کی ہمت نہیں کہ مجھے آکر پکڑ سکے ۔"

کپتان نے کہا :

میں ہر حالت میں قانون کے مطابق عمل کروں گا اور ہمارا قانون یہی کہتا ہے کہ جس نے کسی کا خون کیا ہو اُسے سمندر میں پھینک دیا جائے ۔"

ناگ نے کپتان کی طرف دیکھ کر کہا :

"چلو میں تیار ہوں، تم اپنا قانون پورا کر لو. مجھے بے شک سمندر میں پھینک دو ۔"

کپتان نے آگے بڑھ کر خود ناگ کو گرفتار کر لیا. اس کے دونوں ہاتھ رسّی سے کس کر باندھ دیے اور جہاز کے اوپر عرشے پر لے آیا — یہاں ایک تختہ آگے کو سمندر کی طرف نکال دیا گیا تھا —

کپتان نے ناگ کو حکم دیا کہ وہ تختے پر جا کر کھڑا ہو. اور جب وہ اشارا کرے تو سمندر میں چھلانگ لگا دے۔

ناگ خاموشی کے ساتھ تختے پر وہاں جا کر کھڑا ہو گیا جہاں تختہ ختم ہو جاتا تھا — اس کے نیچے ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا — جہاز سمندر میں چلا جا رہا تھا — بڑی بڑی لہریں آکر اُس سے ٹکرا رہی تھیں —

عرشے پر سارے ملّاح آکر کھڑے ہو گئے تھے — وہ ناگ کی موت کا تماشہ دیکھنے آئے تھے — ان میں وہ ملاح بھی تھے جنہوں نے ناگ کو اپنی آنکھوں سے شیر اور ہاتھی بنتے دیکھا تھا — وہ سب چُپ تھے، جیسے کسی حادثے کا انتظار کر رہے ہوں —

کپتان نے چلّا کر تلوار لہرائی اور کہا :

"چھلانگ لگا دو ۔"

ناگ تختے پر سے سمندر میں کُود گیا — وہ سمندر میں جا کر گرا — سمندر نے اُسے اپنی پہاڑ ایسی لہروں میں گم کر لیا — ملاحوں نے خوشی سے نعرے لگائے — کپتان نے چیخ کر کہا :

"جہاز کا بھوت مر گیا — قانون کے مطابق اُسے سزا مل گئی ۔"

ملاح خوش خوش اپنے اپنے کام پر واپس چلے گئے —

کپتان نے ناگ کو سمندر میں گرا تو دیا تھا لیکن اندر سے خود بھی حیران تھا کہ بھوت مرا کیسے گیا؟ بھوت مرا نہیں تھا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے سمندر کے اندر جاتے ہی بادبانی جہاز سے چھ گنا بڑی ویل مچھلی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ وہ سمندر کے اندر ہی اندر تیرتا رہا — پھر جہاز سے تھوڑی دُور ہٹ کر سمندر سے باہر نکل آیا۔

ایک ملاح نے چیخ مار کر کہا:

"ویل — ویل"

آج کل کے زمانے میں اگر سمندر میں ویل مچھلی نظر آجاتے تو جہاز والے بالکل نہیں گھبراتے — ایک تو جہاز پر سے ویل پر دستی بم والا راکٹ پھینک کر اُسے ایک سکینڈ میں ہلاک کر دیا جاتا ہے — دوسرے آج کل کے جہاز اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ دنیا کے سمندروں کی کوئی ویل مچھلی اگر سارا دن بھی اسے ٹکریں مارتی رہے تو سمندر میں نہیں ڈبو سکتی — لیکن آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے یہ بات نہیں تھی۔ ایک تو جہاز بڑے چھوٹے ہوا کرتے تھے — جہاز لکڑی کے ہوتے تھے — دوسرے اُن کے اوپر کوئی توپ وغیرہ بھی نہیں لگی ہوتی تھی — جب کبھی سمندر میں سے نکل کر کوئی ویل اس پر حملہ کرتی تھی تو جہاز کو پہلی ہی ٹکر میں دو ٹکڑے کر دیا کرتی تھی — یہی وجہ تھی کہ ملاح ویل مچھلی کو دیکھ کر ڈر گئے — یہ ویل بھی اتنی بڑی تھی کہ ایک

پہاڑ کا پہاڑ سمندر میں سے باہر کو نکل آیا تھا — کپتان بھاگ کر اوپر آگیا — اس نے پہاڑ ایسی ویل مچھلی کو دیکھا تو اُس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے —

ایک ملاح نے کہا:

"سر، یہ وہی بھوت ہے — ویل مچھلی کی شکل میں آ گیا ہے۔ وہ ہمارے جہاز کے ٹکڑے اڑا دے گا"

ویل مچھلی آہستہ آہستہ جہاز کی طرف بڑھ رہی تھی۔ ایک پہاڑ جہاز کو ٹکر مارنے کے لیے آگے چلا آ رہا تھا ملاحوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ کوئی کسی طرف اور کوئی کسی طرف بھاگنے لگا — انہوں نے سمندر میں کشتیاں اتار دیں۔ تاکہ جہاز ڈوبنے لگے تو وہ کشتیوں میں بیٹھ کر جان بچانے کی کوشش کریں —

ویل مچھلی نے جہاز کے قریب آ کر سمندر کے اندر غوطہ لگا دیا — کپتان بڑا خوش ہوا — اس نے خوشی سے چیخ کر کہا:

"ویل سمندر میں چلی گئی — کشتیاں اوپر کھینچ لو"

ملاحوں کا خوف کچھ دُور ہو گیا — انہوں نے سمندر میں اتاری ہوئی کشتیاں رسّوں کی مدد سے اوپر کھینچ لیں — ویل مچھلی غائب ہو چکی تھی — جہاز بڑے سکون سے ہوا کے زور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر سفر کرتا چلا جا رہا تھا۔

اچانک جہاز کو ایک جھٹکا لگا۔ کپتان اور ملاح گرتے گرتے بچے، پھر انہوں نے محسوس کیا کہ جہاز سمندر کی سطح سے اُوپر کو اُٹھ رہا ہے۔ کپتان اور ملاحوں نے گھبرا کر نیچے سمندر میں دیکھا۔ جہاز کے پیندے کا وہ حصہ بھی نظر آنے لگا تھا جو ہمیشہ سمندر کے اندر ڈوبا رہتا ہے۔

ایک ملاح نے سر پکڑ کر کہا:

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

دوسرا بولا:

"بھوت نے حملہ کر دیا ہے۔ وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ہمارے ساتھ جہاز کے بھی پرخچے اڑا دیگا۔"

کپتان نے دیکھا کہ جہاز آہستہ آہستہ سمندر سے باہر نکل کر اوپر کو اُٹھتا چلا جا رہا ہے۔ پھر نیچے سے وہی ویل مچھلی نکل آئی۔ اس ویل مچھلی نے نیچے سے آ کر جہاز کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر اوپر اٹھا لیا تھا۔ اب جہاز خود نہیں چل رہا تھا بلکہ ویل مچھلی اُسے اپنی پیٹھ پر رکھے سمندر میں تیرتی ہوئی آگے لیے جا رہی تھی۔ جہاز آگے پیچھے ہو رہا تھا۔ اُسے جھٹکے اور دھچکے لگ رہے تھے۔ ملاحوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا تھا۔ کپتان انہیں خاموش رہنے

کا حکم دے رہا تھا۔

ایک ملاح نے خوف کے مارے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ دوسرے دیکھتے دیکھتے اہروں نے اُسے اپنے اندر نگل لیا۔ کپتان بھی پاگل ہوا جا رہا تھا۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی ویل مچھلی کو اپنے سر پر جہاز اُٹھائے سمندر میں سفر کرتے نہیں دیکھا تھا اور آج خود اس کا اپنا جہاز ویل مچھلی کے اوپر سوار ہو کر سمندر میں چلا جا رہا تھا۔

کپتان سمجھ گیا کہ یہ اسی بھوت کی کارستانی ہے جس نے اُس نے سمندر میں کُودنے پر مجبور کر دیا تھا۔ کپتان نے بلند آواز سے چلّا کر کہا:

"اے سمندری بھوت، ہمیں معاف کر دے۔ ہمارے جہاز کو آزاد کر دے۔ اب ہم تجھے تنگ نہیں کریں گے۔"

ناگ نے ویل مچھلی کی شکل میں جہاز کو سر پر اٹھائے سمندر میں تیرتے کپتان کی آواز سن لی تھی۔ کپتان کی اس آواز کے بعد جہاز آہستہ آہستہ نیچے جانے لگا۔ ویل مچھلی سمندر میں غائب ہو گئی۔ جہاز بھی سمندر کی اہروں پر آ گیا۔ ملاحوں اور کپتان نے اطمینان کا سانس لیا۔ ویل مچھلی نے جہاز کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ اس کے نیچے سے پھسل کر آگے نکل گئی تھی۔ ملاحوں نے دیکھا کہ ویل مچھلی کافی دُور جا کر سمندر کی سطح سے باہر نکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آئی ہے — اس کے سر میں سے پانی کا اونچا فوارہ بلند ہوا اور ویل مچھلی اچانک سمندر پر سے غائب ہوگئی — یہ ناگ نے ایک گہرا سانس باہر کو چھوڑا تھا — اور وہ ویل مچھلی سے ایک سیاہ عقاب بن گیا تھا — سیاہ عقاب اڑتا ہوا جہاز کے عرشے کے جنگلے پر آکر بیٹھ گیا — ملاح ڈر کر پیچھے ہٹ گئے —

"بھوت واپس آگیا، بھوت واپس آگیا ہے"

کپتان نے سیاہ عقاب کی طرف دیکھ کر کہا:

"اے جہاز کے بھوت، میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کوئی تنگ نہیں کرے گا — تم بھی وعدہ کرو کہ ہمیں کچھ نہیں کہو گے"

انہوں نے دیکھا کہ سیاہ عقاب کی جگہ ایک پل میں وہی ناگ انسانی شکل میں سامنے آگیا — ناگ مسکرا رہا تھا۔ اس نے کپتان کی طرف دیکھ کر کہا:

"میں نے بھی یہی تم سے کہا تھا، مجھے آرام سے اپنا سفر پورا کرنے دو اور کافی پینے دو، مگر تم نہ مانے"

کپتان نے اپنی ٹوپی اتار کر ناگ کو ادب سے سلام کیا اور کہا:

"سر، آج سے تم اس جہاز پر میرے مہمان ہو۔ تم میرے

خاص کیبن میں چل کر آرام کر سکتے ہو"

ناگ نے کہا:

"شکریہ کیپٹن، لیکن میری ایک شرط اور ماننا ہوگی"

"وہ کونسی شرط"

کیپٹن نے پوچھا — سارے ملاح وہاں کھڑے بھوت اور کپتان کی گفتگو بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے۔

ناگ نے کہا:

"جہاز میں جو بکرے اور ایک بکری موجود ہے، ان کو کچھ نہ کہا جائے — اور ہرگز ہرگز ذبح نہ کیا جائے"

کپتان نے مسکرا کر کہا:

"ٹھیک ہے، کسی بکرے کو کچھ نہیں کہا جائے گا اور نہ ہی ذبح کیا جائے گا"

ناگ نے جہاز کے خاص کیبن میں مزے سے رہنا شروع کر دیا — ابھی سات روز کا سمندری سفر باقی تھا — ایک دن ناگ اس گودام میں آیا جہاں اس کے دوست بکرے اور دوست بکری بند تھی — ایک ملاح ناگ کے ساتھ تھا — دروازہ کھل کر ناگ اندر آیا تو کسی بکرے نے اس کی طرف نہ دیکھا۔ نیلی آنکھوں والی بکری بھی کونے میں بیٹھی مزے سے جگالی کرتی رہی۔ اس نے ایک لمحے کے لیے اس کی طرف آنکھ نہ اٹھائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جسے اُس نے دو روز پہلے شادی کی پیش کش کی تھی ۔ ناگ نے مسکرا کر نیلی آنکھوں والی بکری کی طرف دیکھا اور اُس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا :

"کیوں بی بکری، میرے ساتھ شادی کرو گی ؟"

بکری اپنی دھن میں مزے سے جگالی کرتی رہی ۔ اُس نے نہ تو ناگ کو پہچانا تھا اور نہ وہ انسان کی زبان سمجھتی تھی۔ دوسرے بکرے بھی مزے سے بیٹھے جگالی کر رہے تھے ۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہی وہ شخص ہے، جس کی وجہ سے آج وہ زندہ ہیں اور آرام سے بیٹھے جگالی کر رہے ہیں ۔

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ننانوے ۹۹ سیڑھیوں کا راز

ہوا بانی جہاز انگلستان پہنچ گیا ۔

ناگ جہاز سے اُتر کر سیدھا لندن کی طرف روانہ ہو گیا ۔ وہ دوسرے مسافروں کے ساتھ گھوڑا گاڑی میں سوار تھا۔ اس کی منزل فرانس کا قلعہ بسٹائل تھا، جس کے پیچھے پرانے قبرستان کے نیچے مُردوں کا شہر آباد تھا اور جہاں ایک تہہ خانے میں اس قبرستانی شہر کی ملکہ بدروح لاش نے عنبر کا آدھا دھڑ غائب کر کے اس کا سر ایک چبوترے پر ایک گز بلند رکھا ہوا تھا ۔

ناگ کو ماریا کی تلاش بھی تھی ۔ اس کا دل کہہ رہا تھا، کہ ماریا سے بھی ملاقات اسی علاقے میں کسی نہ کسی جگہ ہو جائے گی۔ ناگ کا اندازہ غلط نہیں تھا ۔ ماریا اس وقت لندن کے ایک گنجان علاقے میں دریا کنارے کی ایک گلی کے مکان میں اپنی نئی سہیلی الزبت کے مکان کے اوپر والے کمرے میں رہ رہی تھی ۔ دن کو وہ بھی عنبر اور ناگ کو شہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں تلاش کرتی اور رات کو واپس اپنے کمرے میں آ جاتی —
الزبت نے اپنی آنٹی کو ماریا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا
تھا —

ناگ لندن پہنچ گیا — وہ ماریا کو یہاں تلاش کرنا چاہتا
تھا، مگر اُسے عنبر کی زیادہ فکر تھی جو اس وقت فرانس کے
پُرانے قبرستان کے مردہ شہر میں بدروح لاش کے قبضے میں
تھا؛ چنانچہ وہ لندن سے گزر گیا اور سمندر کی کھاڑی عبور
کر کے فرانس کے ساحل پر آ گیا — یہاں سے اُسے کوئی
سواری نہ مل سکی — اجاڑ ویران چٹانی علاقہ تھا — سردی
غضب کی پڑ رہی تھی — ناگ نے عقاب کی شکل بدلی
اور اُڑنا شروع کر دیا — دوپہر کے بعد وہ فرانس کے
دارالحکومت پیرس پہنچ گیا —

وہ شہر کے ایک پرانے گرجا گھر کی سیڑھیوں پر اُتر
آیا — شام کا وقت تھا — آسمان پر بادل جھکے ہوئے تھے۔
ایسا لگتا تھا کہ بارش ہوگی یا برف گرے گی۔ ناگ بسٹائل
کے قلعے کو جانے والا راستہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے
انسان کی شکل بدلی اور گرجا گھر کی سیڑھیاں اتر کر شہر
کی دیوار کے پاس آ گیا — ایک خوب صورت گھوڑا گاڑی اس
کے قریب سے نکل گئی — اس پر وردی پوش سپاہی تلواریں

کھڑے تھے — ناگ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ اس گاڑی
میں کون تھا — اس نے بتایا :

"تم کو نہیں معلوم یہ بادشاہ کا بدکردار ظالم وزیر
کاونٹ ہے — یہ قلعے میں جا رہا ہے — بے قصور قیدیوں
کی گردنیں کاٹنے کے لیے —"

"قلعہ، اس قلعے کا نام کیا ہے؟"

"بسٹائل — یہی نام ہے اس منحوس قلعے کا —"

اور وہ آدمی نفرت سے ایک طرف تھوک کر آگے
چلا گیا — ناگ کو معلومات حاصل ہو گئی تھی — وہ قلعے کی
طرف روانہ ہو گیا — جب اُسے دُور قلعے کی دیوار اور اس
کے اندر بادشاہ کے محل کے مینار اور سنہری بُرجی نظر آئی
تو سورج غروب ہو چکا تھا اور قلعے کی فصیل اور بادشاہ کے
محل کی کھڑکیوں میں روشنی ہونے لگی تھی۔

زیوس کی بیٹی نے بتایا تھا کہ قبرستان قلعے کے پچھواڑے
ہے۔ ناگ اس کچے راستے پر چل پڑا جو اس کے اندازے
کے مطابق قلعے کی دیوار کے پیچھے سے ہو کر گزرتا تھا — جب
وہ قلعے کے پچھواڑے آیا تو دُور اسے اندھیرے میں ایک
ٹوٹا پھوٹا اُونچا پتھروں کا دروازہ دکھائی دیا — اس قسم کے
دروازے عام طور پر قبرستان کے ہوا کرتے تھے۔ دروازے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اُوپر پتھر کی صلیب لگی ہوئی تھی — ناگ دروازے کے قریب آ گیا — دروازہ ایک طرف سے ٹوٹ چکا تھا — اس کے اندر ایک لمبا چوڑا قبرستان تھا۔ قبریں سب کی سب پرانی اور ٹوٹی پھوٹی تھیں — درختوں پر ایک بھی پتا نہیں تھا — شاخیں بینگی ٹیڑھی اور ڈراؤنی لگ رہی تھیں اور بڑے خوف ناک طریقے سے قبروں پر جھکی ہوئی تھیں، جیسے اپنے پنجوں سے قبریں کھودنے کی تیاری کر رہی ہوں۔

یہی وہ قبرستان ہے جس کے بارے میں زیوس کی بیٹی نے کہا تھا — ناگ نے سوچا، وہ قبرستان میں داخل ہونے لگا تو اسے زیوس کی بات یاد آ گئی جو اس نے لنگڑے عیار کو کہی تھی کہ بدروح لاش آدھی رات کو زندہ انسان کی تلاش میں نکلتی ہے اور وہ قبرستان کے اندر ایک ٹوٹی ہوئی بارہ دری سے نمودار ہوتی ہے —

ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ وہ بارہ دری تلاش کر کے اس کے آس پاس چھپ کر بیٹھ جائے، تاکہ جب آدھی رات کو بدروح لاش باہر نکلے تو وہ اُسے زیوس کی بیٹی کا پیغام دے کر اس کے ساتھ دوستی کر کے اس سے پوچھے کہ ہمیشہ زندہ رہنے کا راز کیا ہے اور پھر اسی بہانے مُردوں کے شہر کے تہہ خانے میں عنبر تک پہنچ کر اُسے آزاد کرانے کی

کوشش کرے —

ناگ قبروں میں سے گزر رہا تھا — کئی قبریں پھٹی ہوئی تھیں اور شام کے اندھیرے میں ان کے اندر سے مردوں کی کھوپڑیاں اور ہڈیاں دکھائی دے جاتی تھیں —

ناگ کو قبروں کے درمیان میں بنی ہوئی پُرانی بارہ دری کی سیڑھیاں دکھائی دیں۔ وہ بارہ دری کی سیڑھیوں پر آ کر رک گیا — اُسے یاد آیا کہ زیوس کی بیٹی نے کہا تھا کہ ایک خفیہ راستہ بارہ دری سے نیچے مُردوں کے شہر کو جاتا ہے ناگ سوچنے لگا کہ وہ بارہ دری میں بیٹھ کر بدروح لاش کا انتظار کرے یا خفیہ راستہ تلاش کر کے نیچے چلا جائے۔ ابھی آدھی رات ہونے میں کافی دیر تھی — پھر بھی اُس نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ بارہ دری میں ہی بدروح لاش کا انتظار کرے گا۔ وہ سیڑھیوں سے ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا —

شام کے بعد رات ہو گئی — قبرستان پر عجیب قسم کا نسوانی رنگ کا اندھیرا چھا گیا — اور فضا میں سے مشک کافور کی بُو آنے لگی — اس نے سُن رکھا تھا کہ قبرستان رات کو جاگ پڑتے ہیں اور مردے قبروں سے نکل کر ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہیں — لیکن ناگ کو کسی دوسرے مردے کی باتیں سننے کا شوق نہیں تھا — اسے صرف بدروح لاش کا انتظار تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس وقت مُردوں کے شہر کی بدروح لاش جس کا آدھا دھڑ ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا اور باقی آدھا دھڑ سر سے لے کر پاؤں تک انسانی زندہ گوشت پوست کا تھا — قبرستان کے نیچے اپنے خاص تہہ خانے میں ایک تابوت کے اندر لیٹی ہوئی تھی — اس کی ایک آنکھ بند تھی اور دوسری آنکھ کے سوراخ پر لکڑی نے اس کے لیٹے لیٹے جالا بن دیا تھا — جب شہر کے پرانے قلعے میں آدھی رات کا گھنٹہ بجا تو تابوت کے اندر بدروح عورت کی لاش میں حرکت پیدا ہوئی۔ سب سے پہلے اُس کی آنکھ کھلی — سفید ڈیلے نے چاروں طرف گردش کی — پھر اس نے اپنا ہڈیوں کا ڈھانچہ ہاتھ اوپر اٹھا کر اپنی کھوپڑی والی آنکھ کے سوراخ پر لکڑی کا لگا جالا صاف اور تابوت کا ڈھکنا اٹھا کر تابوت سے باہر نکل آئی — یہ ایک بہت تنگ سا قبر کی طرح کا تہہ خانہ تھا۔

بدروح لاش جب کھڑی ہوئی تو اس کا سر تہہ خانے کی چھت سے ٹکرا رہا تھا — بدروح لاش تہہ خانے کی تاریک سیڑھیاں چڑھ کر باہر نکل آئی — پھر وہ قدم قدم بڑے پراسرار انداز میں چل کر اُس بڑے تہہ خانے میں آ گئی جہاں چبوترے پر عنبر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا — اس کا نچلا دھڑ غائب تھا۔ صرف سر دکھائی دے رہا تھا — اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور

وہ بدروح لاش کو آتے دیکھ رہا تھا، مگر نہ آنکھیں گھما پھرا سکتا تھا اور نہ بول سکتا تھا — وہ بدروح لاش کی چلتے میں ہڈیوں کی کڑکڑاہٹ سُن رہا تھا۔

عنبر کے سامنے دیوار کے ساتھ آمنے سامنے دو تابوت کھلے پڑے تھے — ان میں سے ایک میں مسلمان مجاہد عبداللہ کی لاش پڑی تھی اور دوسرے تابوت میں اُس کی بیوی مجاہدہ زبیدہ کی لاش تھی۔ دونوں کے دھڑ غائب تھے اور صرف سر تابوت میں رکھے تھے جو کفن سے باہر نظر آ رہے تھے۔ بدروح لاش زبیدہ کے تابوت کے پاس آ کر رک گئی۔ پھر جھکی اور تابوت کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا منہ تابوت کے اندر ڈال دیا اور اپنے چہرے کا وہ حصہ زبیدہ کے چہرے سے رگڑنے لگی جو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا ہوا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ یہ بدروح زبیدہ کو ہلاک کر چکی ہے — وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا — وہ زندگی میں پہلی بار اپنے آپ کو اتنا بے بس محسوس کر رہا تھا کہ اپنا چہرہ تک نہیں ہلا سکتا تھا — اپنی آنکھوں کو بھی حرکت نہیں دے سکتا تھا۔

بدروح لاش کچھ دیر تک زبیدہ کے چہرے سے اپنے چہرے کا ہڈیوں والا حصہ رگڑتی رہی — پھر وہ عبداللہ کے تابوت کے پاس چلی گئی اور اس کے چہرے سے اپنا چہرہ ملنا شروع

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دیا۔

اس کے بعد وہ عنبر کے پاس آگئی — وہ عنبر کی آنکھوں میں اپنی اکلوتی آنکھ ڈال کر گھورنے لگی۔ عنبر کو اس کی آنکھ سے آگ کی چنگاریاں نکل کر اپنی آنکھوں میں داخل ہوتی محسوس ہوئیں — بدروح لاش ایک قدم بڑھ کر عنبر کے بالکل پاس آگئی —

عنبر کو اس کی ہڈیوں اور سیاہ کفن میں سے بڑی تیز مشک کافور کی بُو آئی — اس نے غور سے بدروح لاش کو دیکھا۔ اس کا آدھا جسم ہڈیاں ہی ہڈیاں تھا اور باقی آدھا جسم ایک صحت مند زندہ عورت کا تھا — ایسی لاش عنبر نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی —

بدروح لاش نے اپنا ہڈیوں والا ہاتھ آگے بڑھا کر عنبر کی گردن پر رکھ دیا — عنبر کے جسم میں برف کی طرح ٹھنڈی لہر دوڑ گئی — لاش نے اپنے ہاتھ کی انگلی کی ہڈی عنبر کی ایک آنکھ پر رکھ دی۔ عنبر نے آنکھ بند کر لی —

"کیا وہ اس کی آنکھ نکالنا چاہتی ہے؟" عنبر نے سوچا۔ پھر اسے خیال آیا کہ وہ اس کی آنکھ نہیں نکال سکتی، کیونکہ وہ تو امر ہو چکا ہے —

اس احساس نے عنبر کے دل کو بڑی طاقت دی۔ بدروح

لاش کے ہاتھوں عنبر نے صرف اتنی شکست کھائی تھی کہ اس کا سوائے سر کے باقی حصہ سارا جسم پتھر بن کر غائب ہو گیا تھا اور اس کی بولنے کی طاقت ختم ہو گئی تھی — خدا جانے اس بدروح لاش کے پاس اتنی جادو کی طاقت کہاں سے آگئی تھی —

لاش کی انگلی کی ہڈی عنبر کی بند آنکھ کے اوپر پھر رہی تھی۔ پھر لاش نے وہی انگلی اپنی کھوپڑی کے حصے والی آنکھ کے سوراخ میں ڈالی اور منہ کھول کر مسکرائی — اس کے ایک حصے کے دانت صاف اور چمکیلے تھے، جب کہ دوسرے حصے کے دانت مکروہ لمبے اور زرد رنگ کے تھے اور ننگے جبڑے کی ہڈی میں سے باہر نکلے ہوئے تھے — وہ اپنا جبڑا بار بار ہلا رہی تھی —

پھر عنبر کے کانوں سے ایک مدھم آواز ٹکرائی، جیسے کسی اندھے کنویں کے اندر سے آ رہی ہو:

"میں قبر میں زندہ ہوں — میں قبر میں زندہ ہوں۔ میں قبر سے باہر نکل آؤں گی — میں امر ہو جاؤں گی — قیامت تک زندہ رہوں گی — آہ — آہ — آہ —"

اور پھر اس نے یوں منہ بنایا جیسے سخت تکلیف میں ہو۔ وہ واپس مڑی اور چبوترے سے اتر کر تہہ خانے سے باہر آگئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ قدم قدم چلتی تہہ خانے کی سرنگ کے اندر ہی اندر سے ایک گنبد کے اندر آ گئی —

یہاں ایک اونچے چبوترے پر ایک پتھر کا سیاہ پیالہ پڑا تھا — بدروح لاش نے اس پیالے میں اپنا ہڈیوں والا ہاتھ ڈال کر باہر نکالا تو اس کی انگلیوں کی ہڈیوں میں سے خون ٹپک رہا تھا — اُس نے خون کے چھینٹے تین بار سامنے والی کالی دیوار پر پھینکے — تیسرے چھینٹے پر سیاہ دیوار میں سے ایک انسانی کھوپڑی کی شکل ابھرنے لگی — یہ کھوپڑی عام انسانی کھوپڑی سے چار گنا بڑی تھی اور اس کے منہ میں سے سرخ زبان باہر کو لٹکی ہوئی تھی — بدروح لاش نے اس کھوپڑی کے آگے سر جھکا دیا اور اُس کے جبڑے ہلے —

پھر اچانک دیوار والی کھوپڑی کی زبان کو حرکت ہوئی۔ اور گنبد میں ایک ایسی آواز آئی جو سانپ کی پھنکار سے ملتی تھی۔ جیسے کوئی سسکاریں مار کر بول رہا ہو۔

"تمہاری قربانی قبول ہوئی — سُن، تمہارے پھر سے زندہ ہو کر قیامت تک رہنے کا وقت آ گیا ہے۔ اس وقت تمہارے قبرستان کی بارہ دری میں ایک ایسا انسان بیٹھا ہے جو اصل میں ایک سانپ ہے اور پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔

اگر تم اس انسان کو کسی طرح میرے اس خون سے بھرے ہوئے پیالے میں لا کر ڈال دو تو وہ اپنی یادداشت اور غائب ہو کر شکل بدلنے کی طاقت کھو بیٹھے گا — پھر تم اس سانپ کو خونی پیالے سے نکال کر اپنی گردن کے گرد لپیٹ لینا — ایک مہینے کے اندر اندر تمہارا ہڈیوں والے جسم کا حصہ بھی زندہ ہو جائے گا اور تم پھر کبھی نہ مرسکو گی — جاؤ اور اس انسانی سانپ کو کسی طرح قابو میں کرو اور اس تہہ خانے میں لے آؤ۔"

بدروح لاش کی اکلوتی زندہ آنکھ زور زور پھڑکنے لگی۔ اسے اتنی بڑی خوش خبری مل گئی تھی کہ اسے یقین نہیں آ رہا تھا — اس نے اس خبر کا دو سو سال تک انتظار کیا تھا۔ دیوار کی کھوپڑی غائب ہو گئی۔ بدروح لاش جلدی سے واپس گھومی اور گنبد سے نکل کر تہہ خانے کی سرنگ میں سے گزرتی ننانوے سیڑھیوں کے پاس آ گئی — یہی وہ سیڑھیاں تھیں کہ جو ننانوے تھیں اور جس کی ننانویں سیڑھی پر آ کر انسان کا پتلا دھڑ غائب ہو جاتا تھا۔ اُسے ایک ایسے شکار کو پکڑنا تھا جو کھوپڑی کی اطلاع کے مطابق خود غائب ہو کر شکل بدل لیتا تھا اور اصل میں سانپ تھا —

بدروح لاش کا آدھا دماغ تیزی سے کام کرنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے سیڑھیوں کے اوپر دیکھا، جہاں سے تنگ راستہ باہر قبرستان کی بارہ دری کو جاتا تھا۔ اس بارہ دری کو جہاں اس کا شکار اسی کا انتظار کر رہا تھا — بدروح لاش آگے بڑھ کر نانویں سیڑھی کے قریب آ گئی — اُس نے سیڑھی کا تختہ ایک طرف سے اوپر اٹھایا — نیچے ایک لکڑی کا تابوت پڑا تھا — جس میں ایک لاش کا ڈھانچہ پڑا تھا — بدروح لاش اس تابوت میں ڈھانچے کے اوپر لیٹ گئی اور لمبے لمبے سانس لینے شروع کر دیے —

دیکھتے دیکھتے وہ ایک بوڑھی عورت بن گئی — اس کے بال سفید ہو گئے اور چہرے کی ہڈیاں غائب ہو کر وہاں جھُریاں پڑ گئیں — بدروح لاش بوڑھی عورت کے رُوپ میں تابوت سے باہر نکل آئی — اس نے نانویں سیڑھی کا تختہ اُوپر کر کے تابوت کو بند کر دیا —

اب وہ ایک جھکی ہوئی کمر والی بوڑھی عورت تھی جو کالی چادر اوڑھے لاٹھی ٹیکتی سیڑھیاں چڑھتی اوپر قبرستان کی بارہ دری کو جانے والے راستے کی طرف چڑھ رہی تھی — ناگ قبرستان کی بارہ دری میں بیٹھا بدروح لاش کا انتظار کر رہا تھا —

رات آدھی گزر چکی تھی —

بادل دھیمے دھیمے گرجنے لگے تھے اور بوندا باندی شروع ہو گئی تھی — ہوا شائیں شائیں کرتی درختوں کی نوکیلی شاخوں میں سے گزر رہی تھی —

ناگ کو بیٹھے بیٹھے جب کافی دیر ہو گئی تو اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خود مُردوں کے شہر کو جانے والا راستہ تلاش کر کے نیچے جائے گا۔ وہ اُٹھ کر بارہ دری میں خُفیہ راستہ تلاش کر ہی رہا تھا کہ اُسے قبروں میں ایک طرف سے کسی عورت کی آواز آئی —

"بیٹا، میری مدد کرو، میری مدد کرو!"

ناگ نے چونک کر قبروں کی طرف دیکھا — اُسے ایک جھکا ہوا سایہ نظر آیا — جو لاٹھی ٹیکتا اس کی طرف بڑھ رہا تھا — جب سایہ قریب آیا تو ناگ نے دیکھا کہ وہ ایک بوڑھی ضعیف سفید بالوں والی عورت ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

ناگ نے اس عورت سے پوچھا:

"اماں، تم آدھی رات کو قبرستان میں کس لیے پھر رہی ہو؟"

یہ بدروح لاش تھی — اس نے بڑی درد بھری آواز میں کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بیٹا، اس قبرستان کے نیچے ایک غار ہے — اس غار کے اندر کہتے ہیں، پرانے بادشاہوں کا کوئی خزانہ دفن ہے میرا پوتا اس خزانے کی تلاش میں اس غار میں گیا اور پھر واپس نہیں آیا — وہ میرا اکلوتا پوتا ہے اور میری زندگی کا سہارا ہے — خدا کے واسطے میری مدد کرو۔"

ناگ خود اس غار کی تلاش میں تھا — اس نے بوڑھی عورت سے پوچھا:

"کیا تم اس غار کا راستہ جانتی ہو؟"

بدروح لاش نے کہا:

"بیٹا، میرا پوتا کہا کرتا تھا کہ غار کو جانے والا راستہ اسی بارہ دری کے آس پاس کہیں ہے۔"

ناگ نے کہا:

"آؤ، اسے تلاش کرتے ہیں۔"

بدروح لاش کو تو راستے کا علم تھا، لیکن وہ انجان بن کر یوں ہی ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مارنے لگی۔ پھر ایک جھاڑی کی طرف اشارا کرکے بولی:

"بیٹا، یہ ہے وہ راستہ — مجھے مل گیا، یہ دیکھو۔"

ناگ نے جھاڑیوں میں ایک سرنگ دیکھی — جو قبرستان کے نیچے جا رہی تھی۔ اس نے کہا:

"اماں، تم اسی بارہ دری میں بیٹھو — میں غار میں جا کر تمہارے پوتے کو تلاش کرتا ہوں۔"

بھلا بدروح لاش کیونکر باہر بیٹھ سکتی تھی — اس نے روتے ہوئے کہا:

"بیٹا، مجھ اکیلی کو یہاں ڈر لگے گا — سنا ہے یہاں رات کو کوئی روح پھرتی ہے — مجھے بھی اپنے ساتھ ہی لے چلو۔"

ناگ نے بدروح لاش یعنی بوڑھی عورت کو ساتھ لیا اور سرنگ کے اندر داخل ہو گیا — کچھ دور جا کر سیڑھیاں شروع ہو گئیں — یہ وہی ننانوے سیڑھیاں تھیں، جس کی آخری سیڑھی پر جا کر انسان کا پچھلا دھڑ غائب ہو جاتا تھا — ناگ نے سیڑھیاں اترتے ہوئے کہا:

"یہ اتنی لمبی سیڑھیاں نیچے کہاں جا رہی ہیں؟"

بوڑھی عورت بولی:

"خدا جانے کہاں جاتی ہیں بیٹا، ضرور خزانے کے غار کو جاتی ہوں گی۔"

پھر بوڑھی عورت سسکی بھر کر بولی:

"سنا ہے خزانوں پر سانپ پہرہ دیتے ہیں۔ کہیں میرے بیٹے کو سانپ نے ڈس لیا ہو۔"

ناگ نے اُسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"فکر نہ کرو اماں — اگر سانپ نے تمہارے پوتے کو ڈس لیا ہوگا تو میں اُسے پھر سے زندہ کر دوں گا۔"

"تم کیسے زندہ کرو گے بیٹا؟ کیا سانپ کا زہر چُوس لو گے؟"

بدروح لاش یہ پتا کرنا چاہتی تھی کہ کیا سچ مچ یہ انسان اصل میں ایک سانپ ہے —

ناگ نے کہا:

"میں ایسا بھی کر سکتا ہوں۔"

بدروح لاش بڑی خوش ہوئی — اس کا شکار وہی انسان تھا جو اصل میں ایک سانپ تھا اور جس کے بارے میں مقدس کھوپڑی نے اسے خوش خبری سنائی تھی — دونوں سیڑھیاں اُتر رہے تھے — ناگ آگے آگے تھا — بدروح لاش بوڑھی عورت کی شکل میں اس کے پیچھے پیچھے اُتر رہی تھی — جب وہ ننانوے سیڑھی کے پاس پہنچے تو بدروح لاش نے لاٹھی آگے کر دی اور کہا:

"بیٹا، ننانویں سیڑھی پر پاؤں نہ رکھنا۔"

"کیوں؟" ناگ نے پلٹ کر پوچھا۔

بدروح لاش نے کہا:

"بیٹا، ان سیڑھیوں کا ایک قاعدہ ہے جو مجھے میرے پوتے

نے ایک بار بتایا تھا، اُس نے کہا تھا کہ جو کوئی اس سیڑھی پر سے انسانی شکل میں گزرتا ہے، اس کا نچلا دھڑ غائب ہو جاتا ہے۔"

اب ناگ کو یاد آگیا — زیوس کی بیٹی نے لنگڑے عیار سے کہا تھا کہ وہاں ایک ایسے انسان کا نچلا دھڑ غائب ہو چکا ہے جو ہزاروں سال سے زندہ ہے — اس کا مطلب عنبر سے تھا۔

ناگ نے پوچھا:

"اماں، پھر تمہارا کیا خیال ہے۔ ہمیں کس طرح ان سیڑھیوں پر سے گزرنا چاہیے — تمہارا پوتا کس طرح سے ان سیڑھیوں پر سے گزرتا تھا؟"

بدروح لاش نے کہا:

"بیٹا، ایک بار مجھے میرے پوتے نے بتایا تھا کہ اس کے پاس افریقہ کے جادوگر کا دیا ہوا ایک جادو ہے جس کی مدد سے وہ چھوٹا سانپ بن کر ننانویں سیڑھی پر سے گزر جاتا ہے۔"

ناگ مسکرایا:

"اماں، یہ کون سی مشکل بات ہے — میرے پاس بھی ایسا جادو ہے۔"

"سچ کہہ رہے ہو تم؟" بدروح لاش نے بھولپنے سے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ نے بڑے فخر سے کہا:

"تو اور کیا جھوٹ کہہ رہا ہوں؟ تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا — میں سانپ بن رہا ہوں — مگر تم کیا کرو گی؟"

بدروح لاش نے اداس ہو کر کہا:

"بیٹا، میں ان سیڑھیوں میں ہی تمہارا اور اپنے پیارے پوتے کا انتظار کروں گی۔"

ناگ نے کہا:

"ٹھیک ہے، میں سانپ بن کر جا رہا ہوں — تم اسی جگہ ٹھہرنا — میں تمہارے پوتے کو جہاں کہیں بھی ہوگا ساتھ لے کر آؤں گا۔"

ناگ کو یقین تھا کہ وہ غار کے اندر تہہ خانے میں جا کر عنبر کے ساتھ اس عورت کے پوتے کو بھی بدروح کی لاش کی قید سے چھڑا کر ساتھ لے آئے گا — اس نے بوڑھی عورت کو یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کا بیٹا بدروح لاش کے قبضے میں ہے، جس نے اس کا پنجلا دھڑ غائب کر کے کسی تابوت میں ڈال رکھا ہے؛ حالانکہ خود ناگ اس بات سے بے خبر تھا کہ جس عورت کو وہ بوڑھی مظلوم عورت سمجھ رہا ہے وہ بدروح لاش ہی ہے۔

ناگ نے گہرا سانس لیا اور کالے رنگ کا چھوٹا سا سانپ

بن گیا —

بدروح لاش کی آنکھیں چمک اٹھیں — اس کا منصوبہ کامیاب ہو رہا تھا — مقدس کھوپڑی نے سچ کہا تھا۔ یہی وہ انسان ہے جو اصل میں سانپ ہے اور پانچ ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا ہے — بس اب اسے کسی طریقے سے گھیر کر گنبد والے تہہ خانے میں خون کے پیالے تک لے جانا ہے۔

بدروح لاش نے اس سلسلے میں بھی سوچ رکھا تھا۔

ناگ سانپ کی شکل میں آ کر بڑے آرام سے رینگتا ہوا ننانوے سیڑھی پر سے گزر گیا — اس کا پنجلا دھڑ غائب نہ ہو سکا — اگر وہ انسانی شکل میں ہوتا تو اس کا پنجلا دھڑ غائب ہو گیا ہوتا —

ناگ سانپ کی شکل میں آگے بڑھا — اس نے دل میں سوچا کہ اب اسے سانپ کے روپ میں ہی عنبر کو تلاش کرنا چاہیے، کیونکہ بدروح لاش ضرور یہیں کہیں پھر رہی ہوگی — ناگ رینگتا ہوا تہہ خانے کی دیوار پر چلنے لگا — آگے جا کر ایک تنگ سرنگ آ گئی — اس سرنگ کا راستہ ایک اور تہہ خانے میں آ گیا —

بدروح لاش اب بوڑھی عورت کی شکل میں سیڑھیاں اتر کر ننانویں سیڑھی پر آ گئی — اس نے سیڑھی کا تختہ کھسکا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر الگ کیا — تابوت میں ہڈیوں کا ڈھانچہ اسی طرح پڑا تھا۔ بدروح لاش اس کے اوپر لیٹ گئی —

دیکھتے دیکھتے وہ بوڑھی عورت کی جگہ وہی آدھے ڈھانچے اور آدھے انسانی جسم والی جوان عورت بن گئی — تابوت سے باہر نکل کر اس نے سیڑھی کا تختہ دوبارہ اپنی جگہ پر رکھا اور سرنگ کے اندھیرے میں غائب ہو گئی۔

بدروح لاش بجلی کی طرح چمک کر اندھیری سرنگ میں سے نکلی — اور ایک طاق کی طرف ہڈیوں والا ہاتھ اٹھا کر منہ سے چنگھاڑ ماری — اس چنگھاڑ کے ساتھ ہی اس بڑے تہہ خانے کے دروازے کے آگے بھاری چٹان کا پتھر گر پڑا، جس میں عبداللہ، زبیدہ اور عنبر کے سر رکھے ہوئے تھے — بدروح نے سانپ کے تمام راستے بند کر دیے تھے۔ صرف ایک سرنگ کھلی تھی جو سیدھی خونی پیالے والے گنبد کو جاتی تھی — اور جس طرف بدروح لاش ناگ کو لے جانا چاہتی تھی —

ناگ سرنگ کے اندر رینگتا چلا جا رہا تھا — اب اُسے سب سے پہلے عنبر کی تلاش تھی۔ بوڑھی عورت کے پلوٹے کا خیال اس کے ذہن کے پچھلے خانے میں چلا گیا تھا — وہ عنبر کی بُو سونگھ سونگھ کر سرنگ میں آگے بڑھ رہا تھا —

ایک جگہ گزرتے ہوئے ناگ کو عنبر کی بڑی تیز بُو آئی — یہ بُو پتھر کی دیوار کے دوسری طرف سے آ رہی تھی — ناگ کی جگہ اگر ماریا ہوتی تو وہ بڑی آسانی سے پتھر کی دیوار میں سے گزر جاتی —

ناگ پتھر میں سے نہیں گزر سکتا تھا — پتھر اس قدر سخت تھا کہ اس میں سوراخ کرنا بہت مشکل تھا — ناگ نے سوچا کہ آگے چل کر دیکھنا چاہیے — شاید کوئی دوسرا راستہ دیوار کے دوسری طرف نکلتا ہو —

ناگ سرنگ میں آگے رینگنے لگا —

بس یہی وہ خطرناک فیصلہ تھا جو ناگ نے کیا اور جس کی وجہ سے وہ بدروح لاش کے جال میں پھنس کر بھاری مصیبت میں گرفتار ہو گیا —

ناگ بے دھیانی میں سرنگ کے آگے جا کر گنبد میں نکل آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک گنبد کے اندر چبوترہ بنا ہے جس پر ایک پتھر کا سبز رنگ کا پیالہ پڑا ہوا ہے — ناگ رینگتا ہوا چبوترے پر آ گیا — وہ یہ دیکھنے کے لیے کہ اس پیالے میں کیا ہے، پیالے کے پیندے پر چڑھ گیا —

بدروح لاش پہلے ہی سے گنبد میں پہنچ چکی تھی اور کامیابی کی گھڑی کا انتظار کر رہی تھی — ناگ نے پیالے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُوپر جا کر جھانک کر دیکھا — اس کے اندر انسانی خون بھرا ہوا تھا — ناگ پیچھے کو ہٹا ہی تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس پر پوری طاقت سے ہاتھ مارا اور ناگ خون سے بھرے ہوئے پیالے میں جا پڑا —

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

انسانی مکڑا

ناگ ایک دم سے بوکھلا گیا —
اس کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا ہے اور پیچھے سے اُسے کسی نے دھکا دیا ہے یا وہ پیالے کے کنارے پر سے کسی بھونچال کی وجہ سے پھسل کر خون میں گر پڑا ہے —

جب وہ سنبھلا تو خون میں ڈوب چکا تھا — یہ سب کچھ سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ہو گیا تھا — ناگ نے پیالے کے کنارے سے گرنے اور خون میں ڈوبنے تک ایک گہرا سانس لیا اور اپنی شکل بدلنے ہی والا تھا کہ اس کی آنکھوں پر خون کے چھینٹے پڑے اور وہ خون سے آدھے بھرے ہوئے پیالے میں ڈوب گیا۔

ایک سیکنڈ کے اندر اندر ناگ خون کی سطح پر اوپر آ گیا اور اس نے گہرا سانس لیا کہ اپنی شکل بدل کر خون سے باہر نکل کر اُڑ جاتے — کیونکہ خون بھاری بھاری دلدلی تھا، لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ کے ساتھ جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔

ناگ ایک نئے سانچے میں ڈھل چکا تھا۔ اس کی زندگی کا ایک نیا باب کھل چکا تھا۔ اس کے دماغ کی ساری کھڑکیاں بند ہو گئی تھیں۔ صرف ایک کھڑکی کھلی رہ گئی تھی کہ وہ ناگ ہے۔ اور پانچ ہزار سال سے زندہ ہے۔ وہ کون ہے۔ عنبر اور ماریا کی شکلیں کیسی ہیں اور اُن سے اس کا کیا رشتہ ہے؟ ناگ یہ سب کچھ بھول چکا تھا۔ وہ سانپ کی شکل میں زندہ تھا اور اس کو یہی یقین ہو گیا تھا کہ وہ پانچ ہزار سال سے سانپ بن کر زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس کو سانپ ہی کی طرح چیزوں کی شکلیں دھندلی دھندلی دکھائی دیتی تھیں اور آوازیں صرف اس وقت سنائی دیتی تھیں، جب وہ اپنی پتلی پتلی دو شاخوں والی لال لال زبان باہر نکالتا تھا۔

بدروح لاش اندھیرے کونے سے نکل کر پیالے کی طرف آئی۔ اُس کا آدھا چہرہ خوشی سے مسکرا رہا تھا۔ اُس نے ہڈیوں والا ہاتھ پیالے میں ڈال کر ناگ کو باہر نکالا۔ سانپ کے جسم پر سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ بدروح لاش اندھیرے کونے سے نکل کر پیالے کی طرف آئی۔ اس کا آدھا چہرہ خوشی سے مسکرا رہا تھا۔ اس نے ہڈیوں والا ہاتھ پیالے

میں ڈال کر ناگ کو باہر نکالا۔ سانپ کے جسم پر سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ بدروح لاش نے اس خون کو اپنی زبان سے چاٹ لیا اور پھر سانپ کو اپنی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔ ناگ اب ایک عام سانپ بن چکا تھا جو اس بدروح لاش کا غلام تھا اور اس کے حکم کے مطابق ہر کام کرتا تھا۔

وہ بدروح لاش کے زندہ جسم پر رینگنے لگا۔ یہاں سے وہ رینگتا ہوا وہ لاش کے ہڈیوں کے ڈھانچے والے حصے کی طرف چلا گیا اور اس کی ران کی چوڑی ہڈی کے گرد لپٹ کر وہاں سے رینگتا ہوا اس کی پسلیوں میں آ گیا اور پھر اس کی گردن سے ہوتا ہوا اس کی آدھی ننگی کھوپڑی کی آنکھ میں سے باہر نکل آیا۔

بدروح لاش خوشی سے نہال ہو رہی تھی۔ وہ یہی چاہتی تھی کہ سانپ اس کے سارے جسم پر ہر وقت چلتا پھرتا رہے تاکہ ایک مہینے کے بعد اس کا جسم ہڈیوں والے حصے پر پھر سے گوشت ابھر آئے اور وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جائے۔

بدروح لاش نے خوش ہو کر اپنے جبڑے کو پورا کھول دیا۔ اس کے حلق سے ایک عجیب سی چیخ نکلی۔ یہ خوشی کی چیخ تھی۔ اس نے خون سے بھرے ہوئے پیالے کے گرد ناچنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شروع کر دیا — سانپ بھی خوش ہو کر لاش کے جسم پر اس طرح ناچ رہا تھا، جھوم رہا تھا جیسے بین بجانے پر سانپ ناچا کرتا ہے —

بدروح لاش نے خونی پیالے میں سے خون کی چلّی بھر کر اس کے تین چھینٹے سامنے والی دیوار پر مارے — ایک گڑگڑاہٹ سنائی دی اور سیاہ دیوار پر مقدس کھوپڑی اُبھرنے لگی — جب کھوپڑی پوری طرح سے دیوار پر اُبھر کر سامنے آگئی تو بدروح لاش نے اپنا سر اُس کے آگے جھکا دیا۔ اور غرغراہٹ کی سی آواز میں کہا:

"مقدس دیوتا، میں نے سانپ کو فتح کر لیا ہے۔ یہ دیکھو — کیا یہی وہ سانپ ہے؟"

کھوپڑی کی سرخ زبان باہر لٹک رہی تھی — زبان جھولنے لگی اور سسکار کی آواز کے ساتھ یہ الفاظ بدروح لاش کے کانوں سے ٹکرائے —

"اے مردوں کی دیوی، یہی وہ سانپ ہے جس کی تمہیں ضرورت تھی — اب اسے اپنی گردن کے ساتھ لٹکائے رکھو۔ یہ تمہارے سارے جسم پر رینگتا پھرے گا اور پھر ایک مہینہ گزر جانے پر تمہاری ہڈیوں پر تازہ گرم گرم گوشت آنا شروع ہو جائے گا، پھر تم امر ہو جاؤ گی اور قیامت تک زندہ

رہو گی۔"

بدروح لاش فتح کے نشے میں جھوم رہی تھی۔ مقدس دیوتا کی کھوپڑی نے اپنی لال زبان اندر کھینچ لی اور کہا:

"لیکن تمہیں ایک بات کا خطرہ ہے۔"

اچانک بدروح لاش ساکت ہو گئی۔ اس کا جبڑا ہلا:

"کس بات کا خطرہ، اے مقدس دیوتا؟"

کھوپڑی کہنے لگی:

"اس سانپ کی ایک بہن بھی ہے۔"

بدروح لاش نے پوچھا:

"کیا وہ بھی ناگن ہے؟"

مقدس کھوپڑی نے کہا:

"نہیں — وہ ناگن ہوتی تو تم اسے آسانی سے قابو میں کر سکتی تھیں — افسوس کہ وہ ناگن نہیں، بلکہ ایک ایسی طاقت ور عورت ہے جو اگر اس دیوار کے نیچے ہاتھ ڈالے تو اسے اٹھا کر دو ٹکڑے کر سکتی ہے۔"

بدروح لاش بولی:

"میں بھی بڑی طاقت والی ہوں، میں اس کی طاقت کا مقابلہ کروں گی۔"

مقدس کھوپڑی نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ تمہیں دکھائی دے گی تو تم مقابلہ کرو گی۔"

"کیا مطلب، اے مقدس دیوتا؟"

کھوپڑی بولی:

"وہ عورت کسی کو نظر نہیں آتی — وہ غائب ہو چکی ہے تم اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتیں — اُس پر تمہارا جادو نہیں چل سکتا — بس اسی عورت سے تمہیں خطرہ ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ ناگ کی تلاش میں یہاں آ گئی تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔"

بدروح لاش پریشان ہو گئی، پوچھنے لگی:

"کیا میں کسی طریقے سے اس پر فتح حاصل کر سکتی ہوں؟"

مقدس کھوپڑی نے کہا:

"جو چیز دکھائی ہی نہیں دیتی، تم اس پر کیسے فتح حاصل کر سکتی ہو — تم اُسے پتھر کی دیواروں میں قید نہیں کر سکتیں، کیونکہ وہ غیبی عورت دیوار میں سے گزر جاتی ہے۔ تم اُسے آگ میں نہیں جلا سکتیں، کیونکہ اُس پر آگ کا اثر نہیں ہوتا۔"

بدروح لاش نے کہا:

"ایسا تو ہو سکتا ہے کہ میں خود اُس سے دُور رہوں اور اپنے سانپ کو لے کر قبرستان کے سب سے گہرے تہ خانے

کے تابوت میں جا کر ایک مہینے کے لیے بند ہو جاؤں۔"

مقدس کھوپڑی نے کہا:

"وہ اس تہ خانے میں بھی پہنچ جائے گی۔ تمہارے سانپ کی بُو جو اس کی بھائی ہے، اُسے تمہارے تہ خانے تک پہنچا دے گی۔"

بدروح لاش گھبرا گئی تھی۔ اُس نے کہا:

"کیا اس سے بچنے کا کوئی بھی طریقہ نہیں ہے، اے مقدس دیوتا؟"

کھوپڑی کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئی — پھر اُس کے منہ سے غراہٹ کی آواز نکلی:

"صرف ایک ہی طریقہ تھا، اس عورت سے بچنے کا کہ تم اس ملک سے نکل جاتیں، مگر تم ایسا نہیں کر سکتیں۔ جوں ہی تم اس قبرستان کے شہر کی حد سے باہر گئیں، تم پگھل سڑ کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاؤ گی۔"

بدروح لاش کی خوشیوں پر جیسے پانی پھر گیا تھا۔ اس کی آنکھ سے غصے کے مارے شعلے نکل رہے تھے۔ اُس نے کہا:

"اس غیبی عورت کے آنے کی کیا نشانی ہو گی؟"

کھوپڑی نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ جب اس قبرستان کی دنیا میں داخل ہوگی تو عنبر کی آنکھوں کا رنگ سرخ ہو جائے گا، کیونکہ وہ بھی اس غیبی عورت کا ایک بھائی ہے اور اس غیبی عورت کو ناگ کے ساتھ ساتھ عنبر کی بھی تلاش ہے۔"

اچانک بدروح لاش نے چنگھاڑ ماری اور وہ زمین سے ایک فٹ اوپر کو اُچھل پڑی — اس کی گردن سے لپٹا ہوا ناگ سہم گیا۔

بدروح لاش نے چیخ کر کہا:

"اے مقدس دیوتا کی کھوپڑی، مجھے تمہاری شیطانی طاقت کی قسم ہے، میں اس غیبی عورت کو ڈھونڈ کر اُسے اپنے جادو سے جلا کر بھسم کر دوں گی۔ میں نے قیامت تک زندہ رہنے کے خزانے کو پا لیا ہے — اب اگر کسی نے میرے خزانے پر ڈاکا ڈالنے کی کوشش کی تو میں اسے نیست و نابود کر دوں گی — میرے شہر کے مُردے اس پر حملہ کر دیں گے اور اس کی تکا بوٹی کر دیں گے۔"

مقدس کھوپڑی دیوار پر سے غائب ہوگئی — بدروح لاش اکیلی رہ گئی — اس نے پیالے کے خون میں ہاتھ ڈبو کر اپنے ہڈیوں والے چہرے پر ملا اور حلق سے ڈراؤنی چیخ کی آواز نکال کر کہا:

"میں اس غیبی عورت کے ٹکڑے اڑا دوں گی۔"

پھر اُس نے ناگ کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر اپنے منہ کے آگے کیا — ناگ نے اپنی دوشاخہ زبان باہر نکالی تو بدروح لاش نے اس زبان کو چوم لیا اور ایک چڑیوں ایسا قہقہہ لگا کر گنبد والے تہہ خانے سے باہر نکل گئی۔

اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ غیبی عورت کو تہس نہس کر دے گی — ساری رات اُس نے اپنے قبرستان کے نیچے مُردوں کے شہر کے اجاڑ مقبروں والے گلی کوچوں میں پھر کر گزار دی۔ صبح تہہ خانے میں آکر سب سے پہلے وہ پنجوترے کے پاس گئی اور اس نے عنبر کی گردن کے اوپر ٹکی ہوئی سری کو دیکھا، کہ کہیں اس کی آنکھوں کا رنگ سرخ تو نہیں ہے — عنبر کی آنکھوں کا رنگ سفید اور سیاہ تھا — اس کا مطلب تھا کہ ابھی تک غیبی روح اس کی مُردوں کی دنیا کے قبرستان میں داخل نہیں ہوئی تھی — بدروح یہاں سے نکل کر واپس مُردوں کے شہر میں آگئی — یہاں دن کے وقت بھی رات ہی کی طرح اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ قبر ایسے گول گنبدوں والے گھروں کے باہر کہیں کہیں دیا جل رہا تھا اور سوکھے پھول پڑے تھے۔ ہر گھر کے باہر قبر کی طرح کا پتھر کا کتبہ لگا تھا، جس پر مُردے کا نام لکھا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدروح لاش کو آتا دیکھ کر کفن پوش مُردے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر دروازوں پر ہاتھ باندھے کھڑے ہو گئے۔ ان کی کھوپڑیاں کفن سے باہر نکلی ہوئی تھیں — بدروح لاش ان کے درمیان سے گزرتی چلی گئی۔ وہ سخت پریشانی میں تھی اور اس کے نتھنوں سے پھنکاریں سی نکل رہی تھیں — مُردوں نے پہلی بار بدروح لاش کی گردن پر ایک کالا سانپ دیکھا جو اس کے سارے جسم پر رینگتا ہوا واپس اس کی گردن میں آ جاتا تھا — بدروح لاش غصے کی حالت میں تھی۔ مُردے سر جھکائے سہمے ہوئے کھڑے تھے —

بدروح لاش اُن کے درمیان سے پھنکارتی ہوئی ایک ایسے مقبرے میں آ گئی جس کی سیڑھیاں مُردوں کی کھوپڑیوں سے بنائی گئی تھیں — مقبرے کے اندر اندھیرا تھا، لیکن لاش اس اندھیرے میں سب کچھ دیکھ رہی تھی — مقبرے میں ایک قبر بنی ہوئی تھی — لاش نے قبر کے پاس جا کر اپنے دونوں ہاتھ اُوپر اٹھا دیے اور کہا:

"اے کمپاؤلی، میری مدد کر — ایک غیبی عورت تمہارے مردوں کے شہر کی سلطنت کو تباہ و برباد کرنے آ رہی ہے۔ مقدس دیوتا بے بس ہے — تو میری مدد کر"

قبر میں سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی — پھر اُس

کے اندر سے ایک روح دھوئیں کے سفید ستون کی طرح باہر نکل آئی اور قبر کے اوپر کھڑی ہو گئی — اس کی کھوپڑی پر رکھا ہوا بندر کے سر والا تاج صاف نظر آ رہا تھا۔ یہ کمپاولی کی روح تھی، جو زمین کے اندر مری ہوئی عورتوں کی لاشوں کی حفاظت کرتی تھی —

کمپاولی کی روح نے ایک ہاتھ اوپر اُٹھایا اور کہا:

"اس عورت کا نام ماریا ہے — وہ پانچ ہزار سال سے زندہ ہے اور اپنے بھائیوں ناگ اور عنبر کے ساتھ تاریخ کی واپسی کا سفر طے کر رہی ہے — ناگ اور عنبر کو تو نے اپنی قید میں ڈال رکھا ہے، لیکن ماریا پر تیرا جادو نہیں چل سکے گا — میں خود تین ہزار سالوں سے اس قبر کے اندر لیٹی ہوں — میں نے ماریا کو فرعون بادشاہ کے زمانے میں دریائے نیل کے کنارے پر بھی دیکھا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں غریب لوگوں کی مدد کرتے بھی دیکھا ہے — میں نے اسے ایک ملک سے دوسرے ملکوں تک سمندروں کے اوپر اُڑتے بھی دیکھا ہے اور خلیفہ ہارون الرشید کے شاہی باغ میں شہزادیوں کے پاس بیٹھے بھی دیکھا ہے۔ اس نے ایک سچی عیسائی عورت کی طرح ہمیشہ غریبوں اور بیماروں کی خدمت کی ہے اور مظلوم انسانوں کی حمایت میں ظالم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بادشاہوں سے جنگ کی ہے — ایسی عورت کو کوئی شکست نہیں دے سکتا — اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے دل میں اپنے بھائیوں کے سچے اور پاکیزہ پیار کی شمع روشن ہے — اس معصوم پیار نے ماریا کے اندر ایک زبردست طاقت بھر دی ہے۔"

کمپاولی کی تقریر سُن کر بدروح لاش کا چہرہ ایک بار پھر خوف سے زرد ہو گیا، کیونکہ کمپاولی سے اُسے بڑی امید تھی کہ وہ اس کی مدد کرے گی — اب وہ بھی اُسے ماریا کی طاقت سے ڈرا رہی تھی —

مگر بدروح ہار ماننے والی نہیں تھی، پھر اس بار میں اس کی اپنی موت چھپی ہوئی تھی — اگر ماریا اسے شکست دے کر عنبر اور ناگ کو رہا کروا لیتی ہے تو بدروح لاش ایک مہینے کے بعد امر نہیں ہو سکے گی، بلکہ الٹا کچھ دیر بعد اپنے آپ گل سڑ کر مٹی میں مل جائے گی — یہی وجہ تھی کہ بدروح لاش نے مردہ عورتوں کی لاشوں کی حفاظت کرنے والی کمپاولی کی روح کی بات پر بھی کان نہ دھرا — وہ غضب ناک ہو کر بولی:

"اے کمپاولی، تجھ سے میں بڑی امید لے کر آئی تھی تو نے بھی مجھے جواب دے دیا۔"

کمپاولی کی روح نے کہا:

"ماریا کے خلاف کوئی بھی تمہاری مدد نہیں کرے گا، اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم بھی مرنے کے لیے تیاری شروع کر دو۔"

بدروح لاش نے ایک بھیانک چیخ ماری — اس کی آنکھ سے شعلہ نکل کر کمپاولی کی قبر سے ٹکرا کر اندھیرے میں چنگاریاں بن کر غائب ہو گیا —

"میں نہیں مر سکتی — میں غیر فانی ہوں، امر ہوں — میں ہمیشہ زندہ رہوں گی — میں ماریا کو اپنی زبردست طاقت سے کچل کر رکھ دوں گی۔"

یہ کہا اور بدروح لاش پھنکارتی ہوئی مقبرے سے نکل گئی — ناگ اس کی گردن سے لپٹا ہوا تھا — اُسے کچھ خبر نہیں تھی کہ وہاں کیا کیا باتیں ہو رہی تھیں — اُسے صرف اتنا یاد تھا کہ وہ ایک سانپ ہے جو ہزاروں برس سے زندہ چلا آ رہا ہے — عنبر اور ماریا کون تھے، اُسے کچھ معلوم نہیں تھا — پیالے کے خون میں غوطہ لگانے کے بعد ناگ کی یادداشت بالکل کھو گئی تھی —

بدروح لاش غصے میں آگ کا شعلہ بنی ہوئی تھی۔ اُسے اپنی موت نظر آنے لگی تھی — وہ مرنا نہیں چاہتی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ شہر کے تمام لوگوں کو ہلاک کر دے گی۔ مگر خود ہر حالت میں زندہ رہے گی۔ صرف ایک مہینے کی اُسے مہلت چاہیے تھی — وہ کسی طرح سے ایک مہینہ گزارنا چاہتی تھی — یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ قبرستان کی دنیا سے باہر نہیں جا سکتی تھی — اس کے باوجود وہ ہار ماننے پر تیار نہیں تھی — اس نے قبرستان کے اوپر چاروں کونوں پر ایسے مردوں کا پہرہ لگا دیا، جن کے منہ سے جہنم کی آگ کے شعلے نکلتے تھے، پھر وہ ننانوے پُراسرار سیڑھیوں پر آ گئی — اس نے ننانوے سیڑھی کا تختہ ہٹا کر اس کے نیچے جو تابوت پڑا تھا، اس کے اوپر ایک دوزخی کھوپڑی لا کر رکھ دی —

یہ کھوپڑی کسی انسان کے سیڑھی پر قدم رکھنے سے آگ کا فوارہ اگلتی تھی، جس طرح سے جوالا مکھی پہاڑ گرم دہکتا ہو لاوا اُگلتا ہے۔ بدروح لاش اندر سے بے چین بھی تھی اور گھبراتی ہوئی بھی تھی — وہ بار بار جا کر بڑے شیشہ خانے میں عنبر کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھتی — کیونکہ مقدس کھوپڑی نے خبردار کیا تھا کہ جس وقت غیبی عورت اس کے قبرستان میں داخل ہوئی، عنبر کی آنکھوں کا رنگ سرخ ہو جائے گا۔ عنبر بھی بدروح لاش کو دیکھتا اور دل میں سوچتا کہ

نہ جانے یہ بار بار اس کے پاس آ کر اُسے غور سے کیوں دیکھتی ہے — اُسے رہ رہ کر ناگ اور ماریا کا خیال آتا کہ نہ جانے وہ دونوں کہاں ہیں اور اس قبرستان کے نیچے مُردوں کے شہر میں کبھی آئیں گے بھی کہ نہیں —

⊙

بدروح لاش کو ہم مردوں کی دنیا میں پریشان چھوڑ کر واپس ماریا کے پاس چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کر رہی ہے — کیونکہ ناگ اور عنبر کی زندگی کا صرف ایک مہینہ باقی تھا — اگر ماریا اس ایک مہینے میں ان کی مدد کو قبرستان کے نیچے مردوں کی دنیا میں نہیں پہنچتی تو بدروح لاش ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لافانی ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ہی ناگ عنبر اور عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ کی لاشیں زمین پر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غائب ہو جائیں گی۔

ماریا کو کچھ خبر نہیں تھی کہ حالات کتنے خطرناک ہو گئے ہیں — وہ اپنی سہیلی الزبت کے ساتھ لندن کے گنجان علاقے میں رہ رہی تھی — وہ روز دن کو نکلتی اور شہر میں جا کر عنبر اور ناگ کو تلاش کرتی اور شام کو ناکام واپس آ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاتی —

الزبت اس کے کمرے میں ایک دو بار آ کر ماریا سے ملاقات کر جاتی تھی — گھر میں الزبت کی آنٹی کو ماریا کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا —

جب ماریا کو الزبت کے گھر میں رہتے بیس پچیس دن ہو گئے تو ایک روز اس نے الزبت سے یہ کہہ کر اجازت لی کہ وہ کسی دوسرے شہر میں جا کر اپنے بھائیوں کو تلاش کرے گی۔ الزبت کو ماریا سے بڑا پیار ہو گیا تھا — وہ اُسے اپنے پاس ہی رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن یہ ماریا کے بھائیوں کا سوال تھا۔ اس نے بھیگی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ماریا کو جانے کی اجازت دے دی — ماریا لندن شہر سے نکل کر ایک گھوڑا گاڑی میں سوار ہوئی اور انگلستان کے آخری سمندری شہر میں آ گئی — یہاں سے کشتیاں کھاڑی پار کر کے فرانس کو جاتی تھیں — ماریا فرانس میں جا کر ناگ عنبر کو تلاش کرنا چاہتی تھی — ایک کشتی میں سوار ہو کر ماریا نے سمندر کی کھاڑی پار کی اور وہاں سے ایک گھوڑا گاڑی کے ذریعے فرانس کے شہر پیرس میں آ گئی۔

نہ جانے کیوں اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ناگ اور عنبر سے ملاقات اسی شہر میں ہو گی —

ماریا نے شہر میں آتے ہی گشت لگانی شروع کر دی کہ شاید کہیں عنبر ناگ کی صورت نظر آ جائے — سارا دن وہ پھرتی رہی۔ وہ قلعے کی طرف بھی گئی — قلعے کے اندر بادشاہ کا محل تھا — محل کو اس نے دُور ہی سے دیکھا اور واپس دریا والی سرائے میں آ کر ایک خالی کوٹھڑی میں جا کر لیٹ گئی — پیرس میں سخت سردی تھی اور تیز برفیلی ہوائیں چل رہی تھیں۔

اس رات قبرستان کے نیچے مُردوں کے شہر میں بدروح لاش بڑے تہہ خانے میں عنبر کی آنکھوں کو دیکھنے گئی تو ایک دم سے چونک اٹھی — عنبر کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی سرخی کی ایک لہر آئی ہوئی تھی —

تو کیا ماریا اس شہر کے آس پاس پہنچ چکی ہے؟ بدروح لاش نے سوچا — وہ پریشان ہو کر تہہ خانے سے باہر نکلی اور مُردوں کے شہر میں آ گئی — یہاں ایک اندھا کنواں تھا — بدروح لاش اس کے اوپر کھڑی ہو گئی — اس نے سانپ کو گردن سے اتار کر ہاتھ میں پکڑا اور چلّا کر غصے میں کہا:

"اے میرے دوست عنکبوت، کیا تو میری مدد کو نہیں آئے گا؟"

اتنا کہنا تھا کہ کنویں کے اندر سے ایک ریچھ جتنا بڑا مکڑا باہر نکل آیا — اس کے منہ سے باریک ریشمی جالے کی تاریں نکل رہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھیں — بدروح لاش نے کہا:

غیبی عورت شہر پیرس میں پہنچ چکی ہے — تم جانتے ہو اس کی میری موت ہے، مگر وہ کسی کو نظر نہیں آتی — کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اگر اس عورت پر اپنے جالے کی تاریں پھینکو تو وہ نظر آنے لگے —"

مکڑا اعنکبوت بولا:

"ایسا ہو سکتا ہے — میں کوشش کروں گا — اگر غیبی عورت پر میرا جالا جا کر چپٹ گیا تو میں اسے اپنے جالے کی تاروں میں لپیٹ کر اسے چٹ کر کے ختم کر دوں گا —"

بدروح لاش کی آنکھ میں امید کی کرن چمکی — اس نے جھک کر مکڑے کے سر کو اپنے آدھے ہونٹ سے چوم لیا اور کہا:

"تو پھر یہاں بیٹھ کر قبرستان میں اس کا انتظار کرنے کی بجائے ابھی شہر جاؤ اور غیبی عورت کو تلاش کر کے اسے مُردوں کے شہر میں آنے سے پہلے پہلے ختم کر دو —"

"جو حکم —"

یہ کہہ کر مکڑا غائب ہو گیا — اس کے غائب ہوتے ہی بدروح لاش نے پہلی بار کچھ اطمینان محسوس کیا اور اپنی گردن سے لپٹے ناگ کو پیار کرتی واپس اپنے تہہ خانے میں چلی گئی — وہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بڑے تہہ خانے میں جا کر عنبر کی آنکھوں

میں جھانک لیتی کہ کہیں اس کی آنکھیں سرخ تو نہیں ہو گئیں — لیکن نہیں — ابھی اس کی آنکھیں سرخ نہیں ہوئی تھیں۔ صرف ہلکی ہلکی لالی ابھر آئی تھی — جس کا مطلب یہ تھا کہ غیبی عورت اس علاقے میں پہنچ چکی ہے۔

مکڑا قبرستان کے نیچے مُردوں کے شہر سے غائب ہو کر پیرس کے دریا کے کنارے جھاڑیوں میں شہر کی پرانی دیوار کے پاس ظاہر ہو گیا — یہ مکڑا اس وقت زندہ انسان کی شکل میں نہیں تھا بلکہ ایک مُردہ انسان کے ڈھانچے کی شکل میں تھا، جس کے چہرے پر اس زمانے کے بانکوں کے رواج کے مطابق سیاہ نقاب پڑا تھا — سر پر راج ہنس کے پروں والا ہیٹ تھا، جسم پر تنگ سیاہ لباس تھا — اس لباس میں اس کے جسم کی ہڈیوں کا ڈھانچہ چھپ گیا تھا — اس کے سر کی کھوپڑی ہیٹ میں اور چہرے کی ہڈیاں نقاب کے پیچھے چھپی ہوئی تھیں — اس نے کندھوں پر سیاہ لبادہ ڈال رکھا تھا — دیکھنے پر کسی کو یقین نہیں آ سکتا تھا کہ یہ ہڈیوں کا انسانی ڈھانچہ ہے — نقاب میں صرف اس کی آنکھوں میں دو سوراخ صاف دکھائی دے رہے تھے جن کو مکڑا اس طرح چھپا رہا تھا کہ وہ بار بار اپنا سیاہ دوہال والا ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیتا تھا۔ مکڑا شہر کی طرف روانہ ہو گیا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ لوگوں سے دُور رہ کر چل رہا تھا — آخر وہ شہر کی پُرانی دیوار کے پاس آکر ایک جگہ اونچی جھاڑیوں میں چھُپ گیا اور رات کا اندھیرا پھیلنے کا انتظار کرنے لگا — جب رات کے اندھیرے نے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو مکڑا جھاڑیوں سے نکل کر شہر کی طرف آگیا — غیبی عورت کی تلاش بہت مشکل تھی، مگر مکڑے کے پاس صرف ایک ہتھیار تھا، یعنی وہ جالا جس کے تار اس کے منہ سے نکلتے تھے —

انسانی مکڑا تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنے منہ سے جالے کے تار نکال کر ادھر ادھر پھینکتا — اسے یقین تھا کہ اگر کوئی غیبی عورت اس کے آس پاس ہوئی تو تار اس کے جسم سے لپٹ کر اسے ظاہر کر دیں گے۔

انسانی مکڑے نے سوچا، کہ غیبی عورت ضرور کسی نہ کسی سرائے میں اُتری ہوگی، جہاں وہ سکون کے ساتھ رات بسر کر سکتی ہے۔

انسانی مکڑا سرائے میں آگیا —

سرائے کے باہر چراغ جل رہا تھا — مکڑا آنکھوں پر ہاتھ رکھے سرائے میں داخل ہوگیا — کسی نے محسوس نہ کیا کہ یہ ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے، انسان نہیں ہے — انسانی مکڑا کسی خالی کوٹھڑی کی تلاش میں تھا — کیونکہ غیبی عورت کسی خالی کوٹھڑی

کو ہی اپنا ٹھکانہ بنا سکتی تھی —

اسے ایک کوٹھڑی خالی دکھائی دی — وہ اندر چلا گیا۔ اندر جاتے ہی اس نے اپنے منہ سے جالے کے تار نکال کر پوری طاقت سے ایک جال کی طرح ارد گرد پھینکے — تار کسی عورت کے جسم سے ٹکرانے کے بجائے زمین پر گر پڑے، غیبی عورت یہاں نہیں تھی — مکڑا باہر نکلنے لگا تو سامنے سے سرائے کا مالک آگیا۔

سرائے کے مالک نے پوچھا:

"تم کون ہو اور یہاں کیا کر رہے ہو؟"

انسانی مکڑے نے باریک منمنی سی آواز میں کہا:

"میں ایک دوست کی تلاش میں ہوں"

سرائے کے مالک نے جھک کر انسانی مکڑے کو دیکھا اور کہا:

"تم نے آنکھوں پر کیوں ہاتھ رکھا ہوا ہے؟"

انسانی مکڑا باہر نکلنے لگا تو سرائے کے مالک نے اُسے دھکا دے دیا۔ دھکا دینے سے مکڑے کے سر وہ ڈھانچے کی ہڈیاں کھڑکھڑائیں —

سرائے کا مالک حیرانی سے اسے تکنے لگا:

"تم — کون ہو تم؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انسانی مکڑے نے اپنے چہرے پر سے نقاب الٹ دیا۔
سرائے کے مالک نے جو اپنے سامنے انسانی کھوپڑی دیکھی تو
چیخ مار کر باہر کو بھاگا — انسانی مکڑا کوٹھڑی کی کھڑکی پھاند
کر دوسری جانب کی ایک اندھیری گلی میں نکل گیا —

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

گورکن کی عجیب کہانی

بدروح لاش قبرستان کے نیچے پریشان تھی۔
انسانی مکڑے کو شہر میں غیبی عورت کی تلاش میں گئے تین
دن ہو گئے تھے — وہ واپس نہیں آیا تھا — بدروح لاش کی
مہلت کے باقی چھ روز رہ گئے تھے — اگر چھ دنوں تک ماریا
قبرستان میں نہ آئی اور بدروح لاش کی گردن میں لٹکتا سانپ
اسی طرح اس کے جسم پر پھرتا رہا تو وہ غیر فانی ہو جائے گی۔
امر ہو جائے گی اور پھر دنیا کی کوئی طاقت ماریا سمیت اُسے
کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گی۔

بدروح لاش کی بے چینی بڑھ رہی تھی — وہ یہی چاہتی
تھی کہ کسی طرح یہ چھ روز بھی غیبی عورت اس کے قبرستان
سے دُور رہے — وہ دن میں کئی کئی بار بڑے تہہ خانے میں
جا کر عنبر کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھتی تھی — عنبر کی آنکھوں
میں سرخی ابھی تک بہت ہلکی تھی، جس کا مطلب تھا کہ غیبی
عورت ابھی قبرستان سے بہت دُور شہر میں کسی جگہ پر ہے —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدروح لاش کو مکڑے کا زبردست انتظار تھا کہ وہ آکر اسے غیبی عورت کو ہلاک کر دینے کی خوشخبری سنائے۔

انسانی مکڑا دن کو کونے کھدروں اور دریا کنارے کی جھاڑیوں اور جنگل میں چھپا رہتا — رات کا اندھیرا ہوتے ہی وہ شہر میں آ جاتا اور جگہ جگہ غیبی عورت کو ڈھونڈتا پھرتا — ایک رات اس نے شہر کے ایک قہوہ خانے میں لوگوں کو کہتے سنا کہ شہر کی دریا والی دیوار کی ایک سرائے میں کوئی بھوت آگیا ہے جو رات کو کھڑکیاں دروازے پیٹتا ہے —

انسانی مکڑے کے کان کھڑے ہوگئے — ہو نہ ہو یہ وہی غیبی عورت ہوگی — وہ اس سرائے کی طرف چل پڑا۔

یہ سرائے شہر کی پرانی دیوار کے ساتھ میں دریا کے کنارے پر تھی — یہاں بہت کم مسافر ٹھہرے ہوئے تھے — اوپر والی کوٹھڑی کے بارے میں وہاں مشہور تھا کہ دروازے اپنے آپ بند ہو جاتے ہیں اور کھڑکیاں رات کو اپنے آپ کھل جاتی ہیں۔ اور کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دیتی ہے، جس کی وجہ سے اوپر والی کوٹھڑی میں کوئی نہیں جاتا تھا —

انسانی مکڑا سرائے سے باہر آکر ایک جگہ چھپ گیا — جب رات گہری اور خاموش ہوگئی تو وہ سرائے کی پچھلی دیوار پر درخت کی شاخوں کو پکڑ کر چڑھ گیا — اوپر والی کوٹھڑی کی کھڑکی بند

تھی۔ انسانی مکڑا کھڑکی کے ساتھ جا کر لگ گیا۔

اس وقت کھڑکی کے اندر ماریا مکڑی کے پلنگ پر لیٹی عنبر اور ناگ کے بارے میں سوچ رہی تھی — اس کا منہ دیوار کی طرف تھا اور پیٹھ کھڑکی کی طرف تھی — انسانی مکڑے نے کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے پٹ میں سے اندر جھانک کر دیکھا — کوٹھڑی خالی پڑی تھی — اس نے اپنا منہ اندر کر کے پوری طاقت سے اپنے جسم سے سفید تار نکال کر ان کو اندر پھینکنا شروع کر دیا —

ساری کوٹھڑی میں مکڑے کے جالے نے تاریں پھیلا دیں۔

ماریا نے محسوس کیا کہ اس کے جسم میں سے کوئی شعاع سی نکل کر دیوار کی طرف جاتی ہے اور پھر واپس آ جاتی ہے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو حیران رہ گئی — ساری کوٹھڑی میں مکڑی کا جالا پھیلا ہوا ہے۔

وہ پلنگ پر سے اٹھ بیٹھی —

ایک منٹ پہلے تو یہاں کوئی جالا نہیں تھا — یہ اتنی بڑی مکڑی ایک دم کہاں سے آگئی جس نے ساری کوٹھڑی میں جالا پھیلا دیا —

وہ اٹھ کر جالوں کے بادل میں سے گزر کر کھڑکی کی طرف آگئی — انسانی مکڑا ماریا کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ کھڑکی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے باہر نکلی ہوئی کارنس پر کھڑا منہ اندر کیے مکڑی کے خطرناک جالے کی پچکاریاں مار رہا تھا۔ ماریا کی نظر کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے پٹ پر گئی تو وہاں اسے ایک نقاب پوش چہرہ نظر آیا جس کے سر پر راج ہنس کے پروں والا ہیٹ تھا۔ جالا اُس کے منہ سے تاروں کی شکل میں نکل نکل کر کوٹھڑی میں پھیل رہا تھا۔

ماریا نے ایسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ کھڑکی کے پاس آگئی۔ اس نے کھڑکی کے ٹوٹے ہوئے پٹ میں سے ہاتھ باہر نکال کر انسانی مکڑے کے منہ پر سے نقاب کھینچ لیا انسانی مکڑے کے ساتھ ہی ماریا کا بھی چیخ نکل گئی۔ اس کے سامنے ایک کھوپڑی تھی۔ جس کی آنکھوں میں سوراخ تھے۔ انسانی مکڑا سمجھ گیا کہ غیبی عورت کا سامنا ہو گیا ہے۔ اس نے بڑی تیزی سے ماریا کی طرف جالے کے تاروں کی بارش کر دی مگر کوئی بھی تار ماریا کے جسم پر نہیں اٹک سکتا تھا۔ تار نیچے گرتے جا رہے تھے۔ ماریا کو بڑا غصہ آیا کہ یہ انسانی ڈھانچہ اس پر حملہ کرنے کہاں سے آ گیا ہے۔

ماریا نے انسانی ڈھانچے کو اندر کھینچ لیا۔ ڈھانچہ کوٹھڑی میں گر پڑا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ غیبی عورت پر اس کے جالے کوئی اثر نہیں ہوا اور اب اس کی جان خطرے میں ہے۔ وہ

وہاں سے بھاگنے کی فکر میں تھا کہ ماریا نے اسے فرش سے اٹھایا اور سامنے والی دیوار سے دے مارا۔ انسانی ڈھانچے کی کھوپڑی الگ ہو کر گر پڑی۔

ماریا نے کھوپڑی کو اٹھایا تو وہ ایک بڑا مکڑا بن گئی۔ ماریا نے جلدی سے اُسے نیچے پھینک دیا۔ مکڑا شدید زخمی تھا۔ اس کے سر میں سے سیاہ رنگ کا خون بہہ رہا تھا اور آدھی کھوپڑی کچلی ہوئی تھی۔

ماریا نے جھک کر پوچھا:

"تم کون ہو؟ تمہیں کس نے بھیجا ہے؟"

مکڑے نے آہستہ سے کہا:

"قبرستان۔ بھاگ جاؤ۔ بھاگ جاؤ۔"

اور اس کے ساتھ ہی مکڑے نے دم توڑ دیا۔ ماریا سوچنے لگی کہ یہ مکڑا انسانی ڈھانچے کی شکل میں کیسے آ گیا اور پھر مکڑا کیسے بن گیا؟ کیا یہ کوئی جادوگر تھا؟ وہ اس پر جالا پھینک کر اُسے ہلاک کیوں کرنا چاہتا تھا۔ اسے کس نے بھیجا تھا؟ یہ کیا راز ہے؟ اسے مکڑے کے آخری لفظ یاد آئے۔

"قبرستان بھاگ جاؤ۔"

کیا کسی قبرستان میں کوئی اس کا دشمن چھپا ہوا ہے؟ شہر میں کتنے ہی قبرستان تھے۔ آخر وہ خاص قبرستان کونسا ہے؟

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا کچھ سمجھ نہ سکی کہ یہ معمّہ کیا ہے — اس نے کوٹھڑی میں سے مکڑے کی لاش اٹھا کر کھڑکی میں سے باہر پھینک دی۔ جالا صاف کیا اور پلنگ پر لیٹ کر ایک بار پھر عنبر اور ناگ کے بارے میں غور کرنے لگی۔ وہ جتنا غور کرتی، عنبر ناگ اُسے اپنے آپ سے اور زیادہ دُور دکھائی دیتے — اس کا دماغ سوچتے سوچتے تھک گیا تو وہ اُٹھ کر نیچے آ گئی کہ کسی طریقے سے کافی کا ایک پیالہ پی کر تازہ دم ہو۔

رات بڑی سرد تھی — گیارہ بجنے والے تھے۔ سرائے کا مالک چولہوں کے پاس بیٹھا قہوہ بنا رہا تھا — اس کے پاس دو آدمی بیٹھے تھے — ان میں سے ایک پکّی عمر کا موٹا تازہ مزدور سا لگتا تھا — اس کے چہرے پر خوف کا اثر تھا — ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی انوکھی پُراسرار بات سُنا رہا تھا۔ سرائے کے مالک نے اس کے آگے قہوے کا پیالہ رکھ کر کہا:

"گوریلو، لو قہوہ پیو اور پھر ذرا اپنے ہوش میں آ کر بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا واقعہ ہوا ہے؟"

دوسرا آدمی بولا:

"گوریلو بھائی، تمہیں قبریں کھودتے کھودتے پچاس برس ہو گئے ہیں، پھر بھی تم قبرستان کا نام لیتے ہوئے گھبرا رہے ہو؟"

معلوم ہوا کہ یہ گوریلو کوئی گورکن ہے اور انہیں پہلے بیان کر چکا ہے کہ وہ کسی قبرستان سے بھاگ کر آ رہا ہے۔ گورکن نے قہوے کا گرم گھونٹ پیا اور کہا:

"اگر تم میری جگہ ہوتے تو تمہارا مجھ سے زیادہ بُرا حال ہوتا، بلکہ تم قبرستان سے زندہ بچ کر نہیں آ سکتے تھے۔"

سرائے کے مالک نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا:

"آخر کچھ بتاؤ بھی کہ بات کیا ہوئی ہے؟"

گورکن نے قہوے کا ایک اور گھونٹ پیا اور پیالی نیچے رکھ دی — پھر اس نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بنایا، اور بولا:

"میں گورکن ہوں — میرا کام قبریں کھود کر مُردوں کو دفن کرنا ہے — میں پچاس برس سے قبریں کھود رہا ہوں — میں نے اندھیری راتوں میں قبریں کھودی ہیں اور قبروں میں اُترا ہوں — مجھے کبھی خوف محسوس نہیں ہوا، لیکن آج جو کچھ میں نے دیکھا ہے، وہ میں کبھی نہیں بھول سکوں گا اور اگر کوئی مجھے ایک لاکھ روپیہ بھی دے تو میں اس قبرستان میں دوبارہ نہیں جاؤں گا۔"

دوسرا آدمی بولا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بھائی، آخر یہ تو بتاؤ کہ تم نے اس قبرستان میں کیا دیکھا؟"

گورکن کہنے لگا:

"آج شام کا ذکر ہے، میں شہر کے بڑے قبرستان میں اپنی کٹیا میں بیٹھا کھانا تیار کر رہا تھا کہ دو شریف آدمی ایک تابوت میں لاش لے کر میرے پاس آئے — تابوت ایک چھکڑے پر رکھا ہوا تھا، جس کے آگے گھوڑا جُتا تھا — میں نے اُن سے کہا کہ اگر انہیں اپنا مُردہ دفن کروانا تھا تو انہوں نے پہلے اطلاع کیوں نہیں کی تاکہ وہ قبر کھود رکھتا — ان میں سے ایک آدمی نے میرے ہاتھ پر پچاس فرانک کے سکے رکھ کر کہا کہ اس تابوت میں ہماری نانی کی لاشں ہے — ہم اس لاش کو شہر کے باہر قلعے کے پیچھے جو قبرستان ہے وہاں دفن کروانا چاہتے ہیں — میں نے کہا کہ اس قبرستان میں تو پچھلے سو برس سے کوئی نیا مردہ دفن نہیں ہوا — آخر انہوں نے اس قبرستان کو کیوں پسند کیا ہے — دوسرا آدمی بولا کہ ہمارا خاندان بڑا پُرانا ہے اور ہمارا تعلق نارمنڈی کے

نوابوں سے ہے، مگر ہم لوگ غریب ہو گئے ہیں۔ ہماری نانی نے وصیت کی تھی کہ اسے مرنے کے بعد قلعے کے پچھواڑے والے پرانے شاہی قبرستان میں دفن کیا جائے — اس لیے ہم تابوت لے کر تمہارے پاس آئے ہیں — ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ لاش کو اپنے سامنے دفن کروا سکیں، مگر ہمیں تمہاری ایمانداری پر بھروسہ ہے — تمہاری ایمانداری اور نیکی کی شہر میں بڑی چرچا ہے۔ ہم تمہیں سو فرانک دیتے ہیں — تم برائے مہربانی ہماری نانی کی لاش کو قلعے والے شاہی قبرستان میں دفن کر دو — ہمیں امید ہے کہ تم ہمیں ناامید نہیں کرو گے۔"

گورکن ایک پل کے لیے چپ ہو گیا — سرائے کا مالک اور دوسرا آدمی بڑے غور سے اُس کی پُراسرار کہانی سُن رہے تھے۔ ماریا بھی وہاں ایک طرف بیٹھی گورکن کی انوکھی داستان دلچسپی سے سُن رہی تھی — گورکن نے قہوے کا ایک گھونٹ پی کر کہا:

"سو فرانک اچھی خاصی رقم ہوتی ہے — میں نے ہامی بھر لی — آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک ایماندار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شخص ہوں، جس بات کا وعدہ کرلوں، اُسے ضرور پورا کرتا ہوں — پس میں نے انہیں کہہ دیا کہ میں لاش کو پرانے شاہی قبرستان میں ہی دفن کر آؤں گا —

وہ دونوں میرا شکریہ ادا کر کے تابوت میری کٹیا میں رکھ کر چلے گئے — جب میں کھانا پکا کر کھا چکا تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ رات کو ہی لاش دفن کر آؤں — اگلے روز مجھے اپنے قبرستان میں بڑا کام تھا — تین چار قبروں کو پکا کرنا تھا اور رات کو قبرستان سے ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا — چنانچہ میں کھانا کھانے کے بعد اٹھا، اپنا چھکڑا باہر نکالا — اس میں کدال اور پھاوڑا رکھا — تابوت کو اٹھا کر چھکڑے میں لادا اور اپنا گرم کوٹ اور یہی اُونی ٹوپی پہن کر چھکڑا لے کر قبرستان کی طرف روانہ ہو گیا۔"

گورگن نے اپنی اُونی ٹوپی اتار کر اسے ہاتھ میں مسلا، پھر اسے اپنے سر پر رکھ کر کانوں تک کھینچا اور صلیب کا نشان بنا کر کہنے لگا:

"یہ جو قلعے کے پیچھے قبرستان ہے، یہ بہت ہی

پرانا قبرستان ہے — اس کی تاریخ تین چار سو سال پرانی ہے — کہتے ہیں، یہاں فرانس کے پہلے شاہی خاندان کی قبریں بھی ابھی تک موجود ہیں، پھر یہ مشہور ہو گیا کہ اس قبرستان میں رات کو روحیں پھرتی ہیں — ہم گورکن اگر اس طرح کی باتوں سے ڈرنے لگیں تو پھر اپنا دھندا نہیں کر سکتے؛ چنانچہ میں بے خوف ہو کر قلعے والے شاہی قبرستان میں چھکڑا لے کر داخل ہو گیا — تابوت میرے چھکڑے پر لدا ہوا تھا —

میں ایک مدت کے بعد اس قبرستان میں داخل ہو رہا تھا، مگر میرے لیے سارے قبرستان ایک ہی جیسے ہوتے ہیں — قبر، مردہ اور قبرستان۔ ان کو دیکھ کر مجھے کبھی ڈر نہیں لگا —

میں نے چھکڑا قبروں کے بیچ میں جاتے راستے پر ڈال دیا — میرا خیال تھا کہ ان شریف خاندانی لوگوں کی نانی کے تابوت کو کسی اچھی جگہ جا کر دفن کروں گا —

رات بڑی پُراسرار اور اندھیری تھی — مجھے اس قبرستان میں دو باتیں بڑی عجیب لگیں — پہلی بات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو یہ کہ اس قبرستان کے جتنے درخت تھے، اُن میں سے کسی پر ایک بھی پتا نہیں لگا تھا اور وہ سارے کے سارے کچھ اس طرح ٹیڑھے میڑھے ہو گئے تھے کہ ان کی کانٹوں کی طرح کی شاخیں قبروں کے اوپر بچھی ہوئی معلوم ہوتی تھیں —

دوسری عجیب بات یہ تھی کہ قبرستان میں ایک سفید دھند کا بادل چھت کی طرح قبروں کے اوپر تنا ہوا تھا — قبرستانوں میں دھند ہر موسم میں ہوا کرتی ہے، مگر دھند کی ایسی چھت بنی ہوئی میں نے آج تک کسی قبرستان میں نہیں دیکھی تھی۔ پھر بھی میں نے کوئی خیال نہ کیا اور چھکڑا لیے آگے بڑھتا گیا — چھکڑے کے پہیے چوں چوں کر کر رہے تھے — یہ آواز قبرستان کے سناٹے میں گونج رہی تھی — میرا گھوڑا سر جھکائے قدم قدم آگے چلا جا رہا تھا — اچانک میں نے محسوس کیا کہ گھوڑا آگے چلتے ہوئے کچھ جھجک رہا ہے۔ میں چھکڑے سے نیچے اتر آیا — گھوڑے کی لگام پکڑ کر اسے آگے چلانے کی کوشش کی تو وہ رُک گیا — میں نے اسے آگے کو کھینچنا چاہا تو

وہ بڑے زور سے ہنہنایا اور پیچھے کو ہٹ گیا — اس قسم کی حرکت گھوڑا اس وقت کرتا ہے جب وہ کسی شے سے ڈر جائے —

میں نے قبرستان میں ایک نگاہ ڈالی — وہاں سوائے قبروں، سیاہ درختوں اور جھاڑیوں کے اور کچھ نہیں تھا — میں نے سوچا کہ وہیں کسی جگہ قبر کھود کر لاش کو دفن کر دوں — پس میں نے تابوت چھکڑے میں سے نیچے اتارا اور کدال سے زمین کھودنے لگا — زمین بھربھری تھی، بڑی جلدی گڑھا بن گیا — میں نے تابوت گھسیٹ کر اس کے اندر ڈالا — اوپر سے مٹی ڈال کر قبر بند کی اور چھکڑے پر بیٹھ کر واپس مڑا ہی تھا کہ گھوڑے نے چیخ مار کر اپنی دونوں ٹانگیں اوپر کھڑی کر لیں۔ میں چھکڑے سے لڑھک کر قبروں پر جا گرا۔ گھوڑا چھکڑے سمیت پاگلوں کی طرح بھاگ کر قبرستان سے باہر نکل گیا —

میں حیران تھا کہ آخر اس گھوڑے کو ایسی کونسی شے قبرستان میں نظر آئی کہ چیخ مار کر بھاگ اٹھا میں نے اٹھ کر کپڑے جھاڑے اور پیدل ہی قبرستان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بڑے دروازے کی طرف چلا — ابھی ایک دو قدم ہی چلا ہوں گا کہ میرے کانوں کے بالکل پاس کسی عورت نے مدھم سانس لے کر بڑے درد بھرے انداز میں کہا: میں قبر میں بند ہوں۔ مجھے باہر نکالو —

میں آج تک قبرستان میں کبھی نہیں ڈرا، مگر یہ آواز سُن کر ایک بار میں بھی کانپ گیا — میں نے پلٹ کر دیکھا تو مجھے ایک ایسی مخلوق دکھائی دی، جس کا خیال کرتا ہوں تو اس وقت بھی میرا خون رگوں میں برف بن جاتا ہے۔"

گورکن یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

سرائے کا مالک اور دوسرا گاہک دونوں بُت بنے دہشت زدہ ہو کر گورکن کی عجیب و غریب ڈراؤنی کہانی سُن رہے تھے — ماریا بھی اس کہانی میں بڑی دلچسپی لے رہی تھی، مگر ابھی تک اُسے اس داستان میں کوئی ایسی بات دکھائی نہیں دی تھی جس سے اُسے کوئی ناگ اور عنبر کے سلسلے میں سراغ مل سکتا — یہ سراغ اُسے آگے چل کر ملنے والا تھا —

سرائے کے مالک نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے گورکن کی

طرف دیکھتے ہوئے کہا:

"پھر کیا ہوا گوریو؟"

دوسرے آدمی میں معلوم ہوتا تھا کہ بولنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی — وہ تو گورکن کے ساتھ وہیں قبر کے اُوپر بُت بن کر کھڑے کا کھڑا رہ گیا تھا — گوریو کا قہوہ ٹھنڈا ہو گیا تھا —

اس نے ٹھنڈے قہوے کا ہی ایک گھونٹ چڑھا کر اپنے سیاہ موٹے کوٹ کی آستین سے ہونٹ پونچھنے لگا — دوسرے گاہک کے دہشت والے ٹھنڈے ہونٹوں پر سے گویا اپنے آپ یہ لفظ برف کی ڈلیوں کی طرح باہر گر پڑے:

"گوریو، وہ کیا چیز تھی؟"

گوریو نے ایک بار پھر سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور کہا:

"بس کچھ نہ پوچھو — کہ وہ کیا مخلوق تھی — ایک چڑیل تھی کہ جس کا آدھا جسم زندہ عورت کا اور آدھا جسم مُردہ عورت کا تھا — آدھے جسم پر گوشت تھا اور آدھے جسم کی سفید ہڈیاں کھڑکھڑا رہی تھیں۔ اس کی کھوپڑی میں ایک آنکھ ہی تھی — دوسری آنکھ میں گہرا سوراخ تھا جس میں سے اس کی باقی آدھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھوپڑی کا پچھلا حصہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اُس نے کالا لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور اس کے جسم پر ایک کالے رنگ کا سانپ رینگ رہا تھا....."

"سانپ ؟" سرائے کے مالک نے چونک کر کہا۔

"ہاں سانپ ۔" گورکن بولا :

"میں نے ایسا گہرے سیاہ رنگ کا چمکدار سانپ آج تک نہیں دیکھا — وہ اس زندہ لاش کے سارے جسم پر رینگ کر واپس اس کی گردن میں جا کر جھولنے اور میری طرف اپنی لال لال آنکھیں نکال کر گھورنے اور پھنکارنے لگا۔"

سانپ کا ذکر سُن کر ماریا بھی چونکی — وہ غور سے گورکن کی آپ بیتی سُن رہی تھی، مگر اسے یہ آپ بیتی عام سی لگ رہی تھی۔ کیونکہ اس نے اپنی اتنی لمبی زندگی میں اس سے زیادہ ہولناک واقعات اور حادثات دیکھے تھے، لیکن جب گورکن نے سانپ کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ سانپ بڑا گہرا سیاہ اور چمکیلا تھا تو ماریا کا ماتھا ٹھنکا —

اس قسم کے سانپ یوروپ میں نہیں ہوا کرتے — وہ سانپ ضرور سندھ یا مصر کی وادی کا ہوگا — مجھے وہاں چل کر اس سانپ سے ملاقات کرنی چاہیے — ہو سکتا ہے وہ مجھے

ناگ کے بارے میں کچھ بتا سکے —

اتنے میں سرائے کے مالک نے گورکن کی پیالی میں گرم قہوہ ڈال کر کہا :

"گوریو، پھر کیا ہوا بتاؤ نا — تم رُک کیوں جاتے ہو ؟"

گورکن نے اپنے ہونٹوں کو بھینچ کر ایک گہرا سانس چھوڑا۔ اور سرائے کے مالک کی طرف دیکھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا :

"اگر اس وقت وہاں تم ہوتے تو بے ہوش ہو کر ایسے گرتے کہ پھر اس سرائے کی گدّی پر بیٹھنا نصیب نہ ہوتا —"

دوسرے گاہک نے جلدی سے کہا :

"کیا وہ چڑیل تھی ؟"

گورکن نے کہا :

"میں نہیں مانتا کہ وہ چڑیل تھی، کیونکہ میں نے اپنی قبرستان میں گزاری ہوئی پچاس سالہ زندگی میں کبھی کوئی چڑیل نہیں دیکھی ۔"

"مگر یہ تو بتاؤ کہ تم وہاں سے کیسے بھاگے ؟"

"بس جوں ہی اس زندہ لاش نے اپنا بڑا کھول کر دونوں بازو پھیلا کر میری طرف بڑھی، میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک چیخ ماری اور سر پر پاؤں رکھ کر ایسا پیچھے کو بھاگا کہ حیران ہوں، اتنے موٹے جسم کے ساتھ میں پانچ سیکنڈ میں قبرستان کے دروازے سے باہر کس طرح تھا۔"

گورکن کی پُراسرار داستان سُن کر گاہک اور سرائے کا مالک کچھ دیر خاموشی سے گورکن کو دیکھتے رہے، پھر سرائے کے مالک نے آنکھیں نچا کر سرائے کے سامنے سے گزرتی اندھیری سڑک کو دیکھا — اس کے جسم پر ایک کپکپی سی طاری ہوگئی اُس نے گورکن اور دوسرے گاہک سے کہا:

"میرا خیال ہے رات زیادہ گزر گئی ہے — اب چلنا چاہیے تمہاری ڈراؤنی آپ بیتی نے تو نیند اڑا دی ہے — ارے گورلیو، کہیں گپ تو نہیں مار رہے تھے؟"

گورکن نے اٹھتے ہوئے کہا:

"جھوٹے کا منہ کالا، اگر یقین نہیں آتا تو ابھی قبرستان جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو — وہ زندہ لاش اب بھی کسی انسان کا گوشت کھانے کے لیے اُن قبروں کے درمیان پھر رہی ہوگی — شاہی قبرستان یہاں سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ بس ایک قلعے تک ہی سڑک جاتی ہے — اس کے پیچھے قبرستان ہے، کیا ارادہ ہے؟"

سرائے کے مالک نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"خدا چڑیلوں سے بچائے بابا، میں تو ابھی کوٹھڑی بند کر کے سو جاؤں گا۔"

دوسرے گاہک نے پوچھا:

"تمہارا چھکڑا کہاں گیا؟"

"وہ مجھے قبرستان سے باہر کچھ فاصلے پر مل گیا تھا، اس وقت بھی سرائے کے باہر دریا کنارے کھڑا ہے — میں تو ذرا قہوہ پی کر اپنے ہوش حواس ٹھیک کرنے آ گیا تھا — اچھا بھائی، اب میں واپس چلتا ہوں۔"

یہ کہہ کر گورکن اُٹھا اور چھکڑے کی طرف روانہ ہو گیا — دوسرا گاہک بھی سرائے سے نکل کر پیرس کے اندھیرے گلی کوچوں میں گم ہو گیا — سرائے کے مالک نے سرائے کا دروازہ بند کر دیا — ماریا اُس وقت سرائے کے باہر کھڑی تھی — قلعے تک وہ کئی بار آئی گئی تھی — وہ شہر سے باہر نکل کر قلعے کی طرف جانے والے اندھیرے کچے راستے پر روانہ ہو گئی۔

وہ آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے کے پرانے پیرس کی ایک ٹھنڈی یخ اندھیری ویران رات تھی — گلی کوچوں میں راتوں کو جلنے والے چراغ بھی بجھ گئے تھے — لوگ اتنے غریب تھے کہ خود چوکیدار ان چراغوں کا تیل چرا کر لے جاتے تھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا اونچی نیچی پتھریلے فرش والی سنسان گلیوں میں سے گزر کر شہر کے ایک ٹوٹے ہوئے دروازے سے باہر نکل آئی۔ دُور اسے قلعے کے اندر محل کی روشنی دکھائی دی۔ اسی قلعے کے دوسری طرف وہ شاہی قبرستان تھا، جہاں ماریا جا رہی تھی —

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کھوپڑی کے چراغ والا گھر

ماریا ایک کھائی میں سے گزر رہی تھی —
اس کھائی کے ایک طرف کھیت تھے اور ایک طرف قلعے کی دیوار تھی — کھائی میں جھاڑیوں کا جنگل اُگ رہا تھا۔ ماریا ان جھاڑیوں سے اوپر اوپر ہو کر چل رہی تھی — قلعے کی اونچی دیوار پر کہیں کہیں مشعل روشن تھی اور شاہی پہرے دار کی آواز سنائی دے جاتی تھی — ماریا کی ساری توجہ اس وقت شاہی قبرستان کی طرف تھی — وہ اسے دُور دُور اندھیری رات میں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی — جب وہ قلعے سے دُور ہٹ کر اس کے پیچھے آگئی تو اسے اندھیرے میں فاصلے پر ایک اونچی دیوار کا سایہ دکھائی دیا — ماریا اس طرف چل پڑی۔ قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ وہ ایک بہت بڑے پُرانے قبرستان کا ٹوٹا پھوٹا اونچا دروازہ تھا، جس کے کچھ پتھر اور اینٹیں ایک طرف سے نیچے گر کر ڈھیر سا بن گئی تھیں۔ ماریا سمجھ گئی کہ یہی وہ شاہی قبرستان ہے جس کا ذکر گورکن اپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ بیتی میں کر رہا تھا —

ماریا قبرستان میں داخل ہوگئی —

عین اس وقت بدروح لاش کی گردن میں لپٹے ہوئے ناگ نے بے چینی سے اپنی زبان باہر نکال کر پھنکاریں ماریں۔ بدروح لاش اپنے تابوت میں بند پڑی تھی — اس کی ایک آنکھ بند تھی۔ اس کے کانوں میں سانپ کی پھنکار کی آواز پڑی تو اس نے آنکھ کھول کر سانپ کو دیکھا — سانپ کچھ بے چین سا ہو رہا تھا — ناگ کو کچھ یاد نہیں آ رہا تھا — اس کی یادداشت گم ہو چکی تھی — اسے نہ ماریا یاد تھی، نہ عنبر، لیکن پھر بھی اس کا جسم ابھی زندہ تھا اور یہ جسم پانچ ہزار سال سے بھی زیادہ عرصے سے ماریا اور عنبر کے ساتھ ساتھ رہا تھا — ناگ کے جسم نے ماریا کے قبرستان میں داخل ہونے کو محسوس کر لیا تھا — یہی وجہ تھی کہ وہ بے چین ہو گیا تھا — اس بے چینی کی وجہ خود ناگ کو نہیں معلوم تھی۔

بدروح لاش نے سانپ کو بے قراری سے ادھر ادھر سر مارتے اور زبان نکالتے دیکھا تو وہ بھی کچھ پریشان سی ہوگئی — جلدی سے اپنے تابوت میں سے باہر نکلی اور اندھیری سرنگ میں سے گزر کر بڑے تہہ خانے کی طرف بڑھی۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں غیبی عورت قبرستان میں داخل نہ ہو گئی ہو۔ مگر انسان

بھی واپس قبرستان میں نہیں آیا تھا — اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ غیبی عورت سے مقابلے میں وہ ہلاک ہو گیا ہوگا —

بدروح بھاگ کر بڑے تہہ خانے میں آئی — اس کی نگاہ عنبر کے لٹکتے سر پر پڑی تو اس کی چیخ نکل گئی — عنبر کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں — اس کا مطلب تھا کہ غیبی عورت قبرستان میں داخل ہو چکی ہے۔

بدروح لاش بھاگ کر بڑے تہہ خانے سے باہر نکل گئی — وہ سیدھا گنبد والے تہہ خانے میں آ گئی — اس نے خونی پیالے میں سے خون لے کر دیوار پر زور زور سے چھینٹے مارے — تیسرے چھینٹے پر دیوار میں سے بڑی کھوپڑی ابھر آئی بدروح چلائی:

"مقدس دیوتا، غیبی عورت قبرستان میں داخل ہو گئی ہے۔"

مقدس دیوتا نے کہا:

"میں جانتا ہوں — مجھے پہلے ہی پتہ چل گیا تھا۔"

بدروح لاش شرمندگی سے بولی:

"اب میں کیا کروں — کیا میں اس سانپ کو کسی تہہ خانے میں گڑھا کھود کر نہیں چھپا سکتی —"

کھوپڑی نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں، یہ تمہارے جادو کے عمل کا حصہ ہے کہ سانپ تمہاری گردن سے لپٹا رہے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد تمہارے جسم پر پھرتا رہے۔"

بدروح لاش نے چیخ کر کہا:

"میرے جادو کا عمل ختم ہونے میں صرف پانچ دن باقی رہ گئے ہیں، پھر میں غیر فانی ہو جاؤں گی اور یہ غیبی عورت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔"

مقدس کھوپڑی نے کہا:

"ٹھیک ہے، مگر پانچ دن گزرنے ابھی باقی ہیں اور تمہاری دشمن غیبی عورت قبرستان کے احاطے میں داخل ہو چکی ہے — بہت جلد اسے تمہارے گلے والے سانپ کی بُو آنے لگے گی اور بہت جلد اس سانپ کی بُو اسے تمہارے پاس لے آئے گی اور پھر تم کچھ نہ کر سکو گی اور وہ تمہارے گلے سے سانپ اتار کر لے جائے گی — سانپ تمہارے گلے سے اُتر گیا تو تمہارا جادو کا عمل ختم ہو جائے گا اور پھر تمہارا جسم گل سڑ کر ہمیشہ کے لیے مٹی میں مل جائے گا۔"

بدروح لاش نے دہشتناک چیخ مار کر کہا:

"نہیں، ایسا نہیں ہوگا — میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ میں اس غیبی عورت کو کچا چبا جاؤں گی۔"

مقدس کھوپڑی کی آواز آئی:

"شاید تم ایسا نہیں کر سکو گی۔"

اس کے ساتھ ہی کھوپڑی دیوار میں غائب ہو گئی — بدروح لاش گنبد والے مقبرے سے نکل کر ان سیڑھیوں کے پاس آ گئی جو باہر قبرستان کی بارہ دری میں نکل جاتی تھیں۔ اس کی نانویں سیڑھی کا تختہ ہٹا کر بدروح لاش نے دیکھا کہ آگ برسانے والی کھوپڑی تابوت کے اوپر رکھی ہوئی تھی — بدروح لاش نے اس کی طرف ہڈیوں والے ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا:

"دشمن قبرستان میں داخل ہو چکا ہے — خبردار، وہ اس سیڑھی پر سے زندہ آگے نہ جائے۔"

کھوپڑی کے منہ سے آگ کا ایک شعلہ نکل کر اوپر کو اُٹھا — بدروح لاش نے سیڑھی کا تختہ بند کر دیا اور سیڑھیاں چڑھ کر بڑی خاموشی کے ساتھ قبرستان کے اوپر بارہ دری کی جھاڑیوں میں آ کر چھپ گئی — یہاں اس نے چار جگہوں پر مردہ ڈھانچوں کو پہرے پر لگا رکھا تھا — یہ وہ مردہ انسانی ڈھانچے تھے جو ہوا میں ہلکی سی لہر کو بھی محسوس کر لیتے تھے۔ بدروح لاش نے جبڑا ہلا کر اپنی خاموش زبان میں انہیں خبردار کرتے ہوئے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"غیبی عورت قبرستان میں آگئی ہے — کیا تم نے کچھ محسوس کیا ہے ؟"

قبرستان کے چاروں کونوں سے اسے انسانی ڈھانچوں کی خاموش آواز سنائی دی :

"نہیں، ہماری آقا، ہمیں ابھی تک کچھ محسوس نہیں ہوا —"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے —" لاش نے جھنجلا کر کہا: "غیبی عورت قبروں میں پھر رہی ہوگی — دیکھو، وہ دروازے میں تو نہیں ہے —"

تھوڑی دیر بعد انسانی ڈھانچوں کی خاموش آواز لہروں کی شکل میں بدروح لاش کے کانوں سے ٹکرائی ۔

"نہیں ہماری آقا، وہ ہمیں کہیں محسوس نہیں ہو رہی"

لیکن بدروح لاش کے گلے میں پٹا ہوا سانپ بہت بے چین ہو رہا تھا — لاش کو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں غیبی عورت اس سانپ کی بُو سونگھ کر اس کی طرف نہ آجائے، چنانچہ وہ تیزی سے بارہ دری کی سرنگ سے گزری اور ننانوے سیڑھیاں اُتر کر اپنی مُردوں کی دنیا میں چلی گئی ۔

ماریا سرد دھندلی رات کے اندھیرے میں قبروں پر سے گزرتی آگے بڑھ رہی تھی کہ اسے ایک جگہ سے ناگ کی بُو

آئی —

یہ وہ وقت تھا جب بدروح لاش قبرستان کی زمین کے اندر مُردوں کی دنیا سے نکل کر باہر بارہ دری کی جھاڑیوں میں چھپی ہوئی تھی ۔

ماریا ناگ کی بُو کی طرف بڑھی — جوں جوں وہ قبرستان میں آگے بڑھ رہی تھی، ناگ کی بُو کم ہوتی جا رہی تھی اور پھر بُو غائب ہوگئی —

اس وقت بدروح لاش سیڑھیاں اُتر کر تہہ خانے میں جا چکی تھی اور اس نے بارہ دری کے اوپر والی سرنگ کا سوراخ بند کر دیا تھا ۔

جہاں ناگ کی بُو ختم ہوئی، وہیں ماریا رُک گئی — اس نے چاروں طرف منہ کر کے ناگ کی بُو دوبارہ سونگھنے کی کوشش کی، مگر قبرستان میں سوائے مشک کافور اور مُردوں کی ہڈیوں کے فاسفورس کی تیز بُو کے دوسری کوئی بُو نہیں آ رہی تھی ۔

ماریا سوچنے لگی کہ آخر ناگ کی بُو کہاں سے آئی تھی اور پھر اچانک کیسے غائب ہوگئی — اُسے یقین ہوگیا تھا کہ ناگ اسی قبرستان میں کسی جگہ پر موجود ہے اور ضرور کسی مصیبت میں پھنس چکا ہے، نہیں تو اسے بھی ماریا کی بُو آ گئی ہوتی — اگر وہ مصیبت میں نہ ہوتا تو ضرور باہر نکل کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کے پاس آجاتا — ماریا کو ناگ کی اتنی تیز بُو آتی تھی کہ جیسے ناگ اس سے پچاس ساٹھ قدموں کے فاصلے پر ہو۔

ماریا قبروں کو غور سے دیکھنے لگی — کئی قبریں پھٹی ہوئی تھیں — ان قبروں کے اوپر دھند کا بادل چھایا ہوا تھا۔ ماریا کو اس چڑیل کا انتظار تھا جس کے گلے میں گورکن کے کہنے کے مطابق سانپ لٹکا ہوا تھا — ماریا کا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ سانپ ناگ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اُسے خیال آیا کہ چڑیل ماریا کو نہیں دیکھ سکتی، اس لیے وہ اس کے پاس خود نہیں آئے گی۔ ماریا کو چاہیے کہ خود چل کر چڑیل کو تلاش کرے — گورکن کی دہشت بھری کہانی جھوٹی نہیں تھی۔

ماریا سوکھی شاخوں والے سیاہ درختوں کے نیچے سے گزرتی بارہ دری کے قریب آگئی۔

اس قسم کی ٹوٹی پھوٹی بارہ دریاں ماریا نے مصر یونان اور بغداد کے سیکڑوں سال پرانے قبرستانوں میں بھی دیکھی تھیں — اس بارہ دری میں بھی ایک قبر بنی ہوئی تھی — ماریا بارہ دری کے چبوترے میں داخل ہوئی تو ان مردوں نے ماریا کے جسم سے نکلتی لہروں کو محسوس کر لیا — یہ چاروں ہڈیوں کے ڈھانچہ مردے قبرستان میں بارہ دری کے آس پاس پہرہ دے رہے تھے ماریا کی لہریں بارہ دری سے آرہی تھیں — وہ بارہ دری کی

طرف بڑھے —

ماریا چبوترے میں کھڑی قبر کے پتھروں کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگی — ان پتھروں پر عبرانی زبان میں کوئی جادو کی تحریر لکھی تھی — اتنے میں ماریا کو ہڈیوں کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ اس نے چونک کر جھاڑیوں کی طرف دیکھا — وہاں چار انسانی ڈھانچے کھڑے اس کی طرف آہستہ آہستہ اپنے بازوؤں کی ہڈیاں پھیلائے بڑھ رہے تھے —

سب سے پہلا خیال جو ماریا کے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ ان ڈھانچوں نے اُسے دیکھ تو نہیں لیا، کیونکہ وہ بالکل اس کی سیدھ میں بڑھ رہے تھے۔

ماریا ایک طرف ہٹ گئی — ڈھانچے بھی اس طرف ہٹ گئے — وہ ماریا کو دیکھ نہیں رہے تھے، بلکہ اس کے غیبی جسم سے نکلنے والی لہروں کو محسوس کر رہے تھے اور اسی حساب سے اس کی طرف بڑھ رہے تھے —

ماریا رُک گئی — اس نے سوچا کہ وہ ان سے ناگ کے بارے میں پوچھے گی — جب ڈھانچے ماریا کے قریب آگئے تو ماریا نے کہا:

"کیا تم مُردہ ہو؟ اگر مردہ نہیں تو کیا تم میری بات سن رہے ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس پر چاروں انسانی ڈھانچوں نے ماریا پر حملہ کر دیا۔ وہ بے وقوف تھے۔ ماریا پر حملہ کر کے وہ اسے بھلا کیا نقصان پہنچا سکتے تھے۔ ماریا نے ایک ہی وار میں دو مُردوں کی کھوپڑیاں گردنوں سے توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ باقی دو ڈھانچے کھڑکھڑاتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے۔ یہ دونوں ڈھانچے بارہ دری کی دیوار میں جا کر گم ہو گئے تھے۔

ماریا اس دیوار کی طرف بڑھی، یہاں اسے ایک جگہ سے پتھروں کا پلستر اکھڑا ہوا نظر آیا۔ اس نے زور سے ہاتھ مارا۔ دیوار گر پڑی اور ماریا کو ایک تاریک سُرنگ نظر آئی۔ جس کی سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی اسے ناگ کی ہلکی ہلکی بُو بھی آنے لگی۔

اس پر وہ خوش ہوئی، کیونکہ اسے ناگ سے ملنے کی امید ہو گئی تھی۔ ماریا سیڑھیاں اترنے لگی۔ سیڑھیاں کافی لمبی تھیں۔ یہ وہی سیڑھیاں تھیں جس کی ننانویں سیڑھی پر پہنچ کر انسان کا آدھا دھڑ غائب ہو جاتا تھا۔ اور اب جس کے تختے کے نیچے بد روح لاشش نے آگ برسانے والی اژدھے کھوپڑی چھپا رکھی تھی۔

ماریا نے دیکھا کہ دیواروں میں جگہ جگہ انسانی کھوپڑیاں لٹک رہی ہیں۔ وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ جب وہ

ننانویں سیڑھی پر پہنچی تو اس نے اپنا پاؤں تختے پر رکھتے رکھتے اوپر اٹھا لیا۔

اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس تختے کے نیچے کوئی پُراسرار چیز موجود ہے۔ ماریا نے تختے کو پکڑ کر ایک طرف کھینچ دیا۔ تختے کے الگ ہوتے ہی انسانی کھوپڑی میں سے آگ کا زبردست شعلہ بلند ہوا اور ماریا سر سے لے کر پاؤں تک اس کی لپیٹ میں آ گئی۔ لیکن آگ اسے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ کیونکہ وہ خود آگ کے ساتھ آگ بن گئی تھی۔ اُس نے جھک کر تابوت کے اوپر رکھی آگ برساتی کھوپڑی کو اٹھایا اور پوری طاقت سے دیوار پر دے مارا۔ کھوپڑی میں سے ایک بھیانک چیخ بلند ہوئی اور آگ ایک دم سے بجھ گئی۔ کھوپڑی کے ٹکڑے سیڑھیوں میں بکھر گئے۔

ماریا نے سیڑھی کا تختہ پھر سے جمایا اور سرنگ کے اس راستے پر چل پڑی جس کی دیواروں میں پتھروں کی جگہ انسانی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اسے ناگ کے ساتھ ساتھ اب عنبر کی ہلکی ہلکی خوشبو بھی آنے لگی تھی۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔

تو کیا عنبر بھی اسی غار میں تھا؟

وہ ایک تہہ خانے سے گزر کر ایک دیوار کے پاس آ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رُک گئی ۔ اس دیوار کے دوسری جانب سے عنبر کی بڑی تیز خوشبو آ رہی تھی ۔

اس دیوار کے دوسری جانب بڑے تہہ خانے کا دالان تھا جہاں عنبر کا سر ہوا میں ٹنگا ہوا تھا اور دیوار کے ساتھ کھلے تابوتوں میں اسلامی مجاہدہ زبیدہ اور اس کے خاوند عبداللہ کی لاشیں یوں کفن میں لپٹی رکھی تھیں کہ ان کے جسم غائب تھے اور صرف سر کفن سے باہر نظر آ رہے تھے ۔ ماریا دیوار کو توڑنے لگی —

اس وقت بدروح لاش مُردوں کے شہر کے سب سے نچلے تہہ خانے میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی — اس کی گردن سے لپٹا ہوا ناگ اس سے زیادہ بے چین تھا اور بار بار اپنی زبان نکال رہا تھا ۔ اس کا جسم ماریا کی خوشبو کو محسوس کر رہا تھا، مگر اسے ماریا یاد نہیں آ رہی تھی — کیونکہ اس کی یادداشت گم کر دی گئی تھی — ماریا نے دیوار توڑ دی —

وہ بڑے تہہ خانے میں داخل ہو گئی — کیا دیکھتی ہے کہ سامنے چبوترے پر عنبر کا سر فرش سے ایک گز اوپر ہوا میں ٹنگا ہوا ہے اور اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں ۔ ماریا بھاگ کر اس کے پاس گئی — اس نے اس کے جسم کو

ہاتھ لگا کر دیکھا — عنبر کا نچلا دھڑ غائب ضرور تھا، مگر اپنی جگہ پر موجود تھا —

ماریا نے کہا :

"عنبر بھائی، میں آ گئی ہوں — تم یہاں کیسے آ گئے ؟ یہ کس نے جادو کیا ہے ؟ کیا تم میری آواز سُن رہے ہو ؟ تم بولتے کیوں نہیں ؟ میری بات کا جواب دو عنبر، کیا تم میری آواز سُن رہے ہو ؟"

عنبر ماریا کی آواز سُن رہا تھا، مگر وہ جواب نہیں دے سکتا تھا — بول نہیں سکتا تھا ۔ نہ اپنی گردن ہلا سکتا تھا ۔ وہ مسکرایا — اُس نے بولنا چاہا مگر اس کی زبان اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہلی ۔ نہ اس کی آواز نکل سکی —

ماریا پریشان ہو کر سیاہ دیواروں کے ساتھ لگے تابوتوں کے پاس گئی ۔ ان تابوتوں میں اس نے عبداللہ اور زبیدہ کے سر پڑے ہوئے دیکھے — ان کے بھی دھڑ غائب تھے مگر ہاتھ لگانے سے محسوس ہوتے تھے —

ماریا سمجھ گئی کہ یہاں اُسی زندہ لاش نے جادو کر رکھا ہے جس کا ذکر گورکن نے سرائے میں کیا تھا اور جس کی گردن میں ناگ سانپ بن کر لٹک رہا ہے ۔ اسے اس زندہ لاش کو تلاش کرنا ہوگا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ سوچ کر ماریا تہہ خانے سے نکل آئی —

وہ سرنگ کے اندھیرے میں چلتی ایک دروازے سے باہر آئی — تو کیا دیکھتی ہے کہ کھلی جگہ ہے — جگہ جگہ مقبروں ایسے شکستہ گنبدوں والے مکان ہیں — ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلا ہوا ہے — درختوں کی شاخوں کے ساتھ کھوپڑیاں لٹکی ہوئی ہیں — اور مکانوں کے اوپر آسمان کی بجائے سیاہ بادل پھیلے ہیں — اس نے دو مُردے دیکھے جو اپنے ہڈیوں والے جسموں پر سفید کفن ڈالے بڑی تیزی سے ایک مکان کے دروازے سے دوسرے مکان کی تاریک ڈیوڑھی میں غائب ہو گئے۔

ماریا کو خیال آیا کہ کیا یہی وہ مردوں کا شہر تو نہیں کہ جس کے بارے میں گورکن نے بتایا تھا — ماریا اس مردہ شہر میں سے گزرنے لگی — اس نے دیکھا کہ سڑک پر پتھروں کی جگہ مردوں کی کھوپڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ درختوں پر بھی مردوں کی ہڈیاں، ہاتھ پیروں کے پنجر اور کھوپڑیاں لٹک رہی تھیں — اسے ایک قبر ایسے مکان کے باہر کھوپڑی کے پیالے میں چراغ جلتا نظر آیا —

وہ اس مکان کی طرف بڑھی — ناگ کی خوشبو ایک بار پھر ہلکی ہو گئی تھی — اس کی وجہ یہ تھی کہ بدروح لاش

اسی مردہ شہر کے نیچے — بہت نیچے ایک خفیہ تہہ خانے میں ناگ کو اپنی گردن میں لپیٹے چھپی ہوئی تھی — مگر وہ اپنی آنے والی موت سے بے خبر نہیں تھی — وہ خوب جانتی تھی کہ اگر غیبی عورت اس کا ناگ لے جانے میں کامیاب ہو گئی تو بدروح لاش دو دن کے بعد کھڑے کھڑے گل سڑ کر خاک میں خاک ہو کر مل جائے گی۔

بدروح لاش سجدے میں گری ہوئی تھی اور مردہ شہر کی سب سے بڑی جادوگرنی کی روح کے آگے آہ و زاری کر رہی تھی کہ وہ اس کی مدد کرے اور اسے آنے والی عبرت ناک موت سے بچائے — وہ جادوگرنی کی روح کے آگے گڑگڑانے میں اتنی گم ہو چکی تھی کہ اُسے ناگ کے جسم پر سے اترنے کی خبر تک نہ ہوئی۔ ناگ کو ماریا کا احساس نہیں تھا — اُسے کچھ خبر نہیں تھی کہ ماریا مُردوں کے شہر میں پہنچ چکی ہے اور اس کی تلاش میں چلی آ رہی ہے۔ وہ عنبر سے بھی بے خبر تھا، لیکن ایک بے چینی تھی جو اسے بدروح لاش سے نیچے لے آئی۔

جادوگرنی کی روح تک بدروح لاش کی آخری فریاد پہنچ گئی تھی اور اس نے اپنے سب سے بڑے جادو کا منتر پڑھ کر مردوں کے شہر میں اسی مکان پر پھونک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماری۔ جس کے دروازے پر انسانی کھوپڑی میں چراغ جل رہا تھا — اس کی پھونک سے چراغ بجھ گیا —

ماریا ٹھٹک کر وہیں رُک گئی — یہ چراغ اپنے آپ کیسے بجھ گیا — پھر بھی ماریا نہ گھبرائی — کیونکہ وہ جانتی تھی کہ یہ مُردوں کا شہر ہے اور یہاں روحیں اُس کے خلاف میدان میں آچکی ہیں اور اُسے ناگ تک پہنچنے کے لیے روک رہی ہیں —

ماریا مکان کی طرف بڑھی — یہی اس کی سب سے بڑی غلطی تھی — اسے اس مردہ مکان کی طرف نہیں جانا چاہیے تھا۔ مگر اس کے دماغ پر جادوگرنی کے سب سے بڑے جادو کا اثر ہو چکا تھا اور اُسے کوئی خبر نہیں تھی۔

وہ مکان کی تاریک ڈیوڑھی میں داخل ہوگئی۔ اندھیرے میں پہلے تو اُسے کچھ نظر نہ آیا — اس نے سانس اندر کو کھینچ کر ناگ کی بُو سونگھنے کی کوشش کی — ناگ کی بُو بہت ہلکی تھی — اندھیرے میں اس نے آگے قدم بڑھایا — اسے ہلکی نیلی روشنی میں ایک پتھر کا تابوت دکھائی دیا جو درمیان میں رکھا تھا — اس کے اوپر نہ جانے کدھر سے ہلکی روشنی پڑ رہی تھی۔

ماریا صندوق کے قریب آئی — اس نے جُھک کر صندوق کو غور سے دیکھا — صندوق کے اُوپر ایک عورت کی شکل بنی ہوئی تھی، جس کی آنکھیں کھلی تھیں اور سرخ زبان باہر نکلی تھی — سر کے بال اوپر کو کانٹوں کی طرح اٹھے ہوئے تھے — نیچے کسی نامعلوم زبان میں جادو کی کوئی تحریر لکھی تھی — ماریا یہ تحریر نہ سمجھ سکی — اس نے تابوت کا ڈھکنا اٹھایا — یہ اس کی دوسری غلطی تھی، مگر ہونی ہو کر رہتی ہے۔

ماریا نے دیکھا کہ تابوت کے اندر سے سیڑھیاں نیچے اتر رہی تھیں — ماریا نے سانس اندر کو کھینچا — اُسے تابوت کے اندر سے ناگ کی بڑی تیز بُو محسوس ہوئی۔ ماریا کا چہرہ خوشی سے کِھل اُٹھا — ناگ ضرور سیڑھیوں کے اندر تھا — اُسے کوئی خبر نہیں تھی کہ یہ سارا جادوگرنی کے جادو کا کرشمہ ہے اور وہی جادو کے ذریعے ناگ کی بُو کو وہاں لے کر آئی تھی — ماریا تابوت کے اندر داخل ہوئی اور آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگی — سیڑھیوں میں باہر کی ہلکی ہلکی روشنی آرہی تھی۔ اس نے ابھی چوتھی سیڑھی پر ہی قدم رکھا تھا کہ ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ تابوت کا ڈھکنا تابوت پر گرا اور تابوت بند ہوگیا —

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ماریا نے اُوپر دیکھا، تابوت کے اُوپر ڈھکنے کی چھت سی پڑ گئی تھی۔ اور سیڑھیوں میں اندھیرا چھا گیا تھا — اس کے ساتھ ہی ناگ کی خوشبو بھی غائب ہو گئی تھی۔ وہ جلدی سے دو چار سیڑھیاں اتر کر نیچے گئی — چھٹی سیڑھی کے بعد تہ خانے کے آگے دیوار آ گئی تھی — وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آنے لگی تو کسی غیبی دیوار سے ٹکرا کر پیچھے کو ہٹ آئی — اس نے گھبرا کر ہاتھ آگے کو کیے اور نظر نہ آنے والی دیوار کو چھوا — یہ ایک کھردری چٹان کی دیوار تھی جو ماریا کو دکھائی نہیں دے رہی تھی —

یہ جادوگرنی کی جادو کی دیوار تھی — یہی جادوگرنی کی روح کا سب سے بڑا جادو تھا، جو اس نے بدروح لاش کو بچانے کے لیے آزمایا تھا اور وہ کامیاب ہو گیا تھا۔

ماریا اس قبر نما تہ خانے میں بند ہو کر رہ گئی — اس نے کئی بار اس دیوار میں سے گزرنے کی کوشش کی جو اس کے چاروں طرف گول شکل میں کھڑی ہو چکی تھی اور جس نے اُسے گنبد کی شکل میں اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔

اس سے پہلے بھی ایک بار افریقہ کے جنگلوں سے گزرتے ہوئے ایک جادوگر نے اُسے شیشے کی چار دیواری میں قید کیا تھا — یہ دوسرا موقع تھا کہ ماریا قید میں پڑ چکی تھی

اور اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہی تھی — اب نہ اُسے عنبر کی خوشبو آ رہی تھی نہ ناگ کی بُو آ رہی تھی اور نہ اُسے باہر کی کوئی آواز سنائی دے رہی تھی — ایسا لگتا تھا کہ وہ قبر کی گہرائیوں میں خاموشی اور سناٹے کے کسی تابوت میں بند کر دی گئی ہے — جہاں سے اب وہ شاید کبھی باہر نہیں نکل سکے گی —

بدروح لاش نے ایک دم سے سر اوپر اٹھایا — اس کی آنکھ کا ڈیلا خوشی سے گھوم رہا تھا۔ اسے جادوگرنی کی روح کی آواز یہ کہتی سنائی دی تھی:

"غیبی عورت کو مُردوں کے شہر سے پُرانے تابوت میں بند کر دیا گیا ہے۔"

بدروح لاش کی یہ سب سے بڑی فتح تھی — وہ آخر اپنی جان بچانے اور اپنے آپ کو قیامت تک کے لیے زندہ رکھنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اب دو دن بعد وہ امر ہو جائے گی، لافانی ہو جائے گی، اسے موت کبھی نہیں آئے گی — اس کے آدھے جسم کی ہڈیوں پر گوشت واپس آ جائے گا — وہ پھر سے ایک خوب صورت صحت مند جوان عورت بن جائے گی اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی — وہ کبھی بوڑھی نہیں ہو گی — وہ ہمیشہ جوان، خوبصورت اور زندہ رہے گی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدروح لاش خوشی کا ایک نعرہ لگا کر اٹھی اور اس نے اپنی گردن میں ہاتھ ڈالا کہ سانپ کو چوم لے، مگر اس کا ہاتھ اپنی گردن کی ہڈی سے ٹکرا کر رہ گیا — وہ کانپ اٹھی اس نے اپنی گردن اور جسم کو دیکھا۔ سانپ وہاں نہیں تھا —

بدروح لاش کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی — ناگ کہاں چلا گیا؟ اگر ناگ گم ہوگیا تو اس کی امیدوں اور کامیابی کا سارا محل گر کر پاش پاش ہو جائے گا — وہ تہہ خانے سے نکل کر باہر کو بھاگی — ناگ کہیں نہیں تھا —

ناگ اس وقت تہہ خانے سے نکل کر مُردوں کے شہر کی ایک تاریک گلی میں سے گزر رہا تھا — اس کا رُخ اس گنبد والے تہہ خانے کی طرف تھا — جس کے اندر خون کا پیالہ پڑا تھا اور جس میں دوسری بار گرنے سے ناگ کی یادداشت واپس آ سکتی تھی —

ناگ اندھیری گلی میں رینگتا ہوا چلا جا رہا تھا

اسے نہ عنبر یاد تھا، نہ ماریا یاد تھی — بس اپنے آپ ہی کسی غیبی خیال کی مدد سے آگے بڑھ رہا تھا — یہ مردوں کے شہر کی گلی تھی جو قبرستان کے نیچے آباد تھا —

بدروح لاش ناگ کی تلاش میں پاگلوں کی طرح پیچھے

بھاگی آ رہی تھی — ناگ کے گم ہو جانے سے بدروح لاش کو موت سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا — اس کا آدھا جسم زندہ اور آدھا مردہ تھا۔ آدھے جسم پر گوشت تھا اور باقی آدھے جسم کی ہڈیاں نظر آ رہی تھیں — ایک آنکھ زندہ تھی اور دوسری آنکھ کی جگہ کھوپڑی میں سوراخ بنا ہوا تھا — وہ سیاہ لمبا چغہ اوڑھے اسی گلی کی طرف آ رہی تھی جہاں ناگ دیوار پر رینگتے ہوئے اب اس کوٹھری کی دہلیز پر آ گیا تھا جس کے اندر چبوترے پر خون سے بھرا ہوا پیالہ پڑا تھا — اگر ناگ اس پیالے کے خون میں ایک بار ڈبکی لگا لے تو اس کی یادداشت اور طاقت واپس آ سکتی تھی — وہ کوٹھری کے اندر داخل ہو گیا — کوٹھری میں اندھیرا تھا — ناگ چبوترے پر چڑھ گیا۔ سامنے خون کا بھرا ہوا پیالہ پڑا تھا — ناگ پیالے کے اندر اتر گیا — اس نے خون میں ایک ڈبکی لگائی اور جب پیالے سے باہر آیا تو اس کی یادداشت واپس آ چکی تھی —

اب اسے ماریا اور عنبر کی بُو آنے لگی — اسے یاد آیا کہ وہ عنبر کی تلاش میں اس قبرستان کی دنیا میں آیا ہے اور عنبر کے سر کو اس نے تہہ خانے میں ٹھکتے دیکھا تھا — اسے مسلمان مجاہد عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ بھی یاد آ گئی جن کی لاشیں اسی تہہ خانے میں ایک تابوت میں پڑی تھیں — وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوٹھڑی سے نکل کر باہر آیا تو اس نے اپنے سامنے بدروح لاش کو کھڑے دیکھا — بدروح لاش نے اس کو پکڑنے کے لیے اپنا ہڈیوں والا ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ناگ نے چھنکار ماری اور چھوٹی سی کالی چڑیا کی شکل بدل کر وہاں سے اڑ کر باہر آ گیا —

بدروح لاش گھبراہٹ میں اس کے پیچھے بھاگی مگر ناگ وہاں سے نکل کر بڑے ہال کمرے میں پہنچ چکا تھا — اس نے عنبر کے لٹکتے سر کو دیکھا — عنبر نے بھی ناگ کو چڑیا کے روپ میں پہچان لیا تھا۔ مگر وہ اپنی جگہ پر پتھر بنا ہوا تھا۔ صرف آنکھیں ہلا سکتا تھا — وہ بدروح لاش کے جادو کے اثر میں تھا۔ ناگ اڑتا ہوا ہال کمرے میں چکر لگانے لگا — بدروح لاش اس کا پیچھا کر رہی تھی —

جب تک بدروح لاش زندہ ہے اس کے جادو کا اثر دور نہیں ہو سکتا تھا — ناگ نے مہاناگنی دیوی کو بلانے کا فیصلہ کر لیا —

مہاناگنی دیوی کوہ ہمالیہ کے غار میں دس ہزار سال سے رہ رہی تھی اور اس سے بڑی ناگن جادوگرنی زمین کے اوپر اور زمین کے اندر اور کوئی نہیں تھی —

ناگ نے مہاناگنی دیوی کو یاد کیا اور خود سانپ کی

شکل میں چبوترے پر آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا، کیونکہ مہاناگنی دیوی بہت بڑی جادوگرنی ناگن تھی اور ناگ اس کی بہت عزت کرتا تھا — اتنے میں مہاگنی دیوی اس کے سامنے ظاہر ہو گئی — اس کی شکل ایک اژدہا کی سی تھی اور سر پر بالوں کی جگہ بے شمار سانپ لٹک رہے تھے — اس کے چھ ہاتھ اور چھ پاؤں تھے — اور سارے ہاتھوں میں اس نے سرخ کانٹے دار سانپ پکڑے ہوئے تھے — ناگ نے ادب سے مہاگنی کو سلام کیا اور کہا :

" مہاناگنی دیوی، میں اور میرے دوست عنبر، ماریا سخت مشکل میں ہیں — ایک بدروح لاش کے خطرناک جادو نے انہیں جکڑ رکھا ہے، ہماری مدد کر —

مہاگنی دیوی کی لال زبان تین بار باہر نکلی اور اس نے کہا :

" دنیا کی کوئی جادوگرنی میرے جادو کا مقابلہ نہیں کر سکتی — میں بدروح لاش کو ابھی اس کی گستاخی کا مزا چکھاتی ہوں "

اتنے میں بدروح لاش بھی ناگ کو تلاش کرتی وہاں پہنچ گئی — اس نے مہاگنی دیوی کو دیکھا تو ایک چیخ مار کر اس کی طرف بڑھی — مہاناگنی نے اپنے ہاتھ کا ایک سرخ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کانٹے دار سانپ اس کی طرف پھینکا — سانپ ہوا میں شعلے کی طرح اڑتا ہوا بدروح لاش کی کھوپڑی کے ساتھ چپٹ گیا اور اس کی کھوپڑی میں اپنے دانت گاڑ کر اسے توڑ دیا۔

بدروح لاش کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور وہ زمین پر گر پڑی — مہاناگنی نے اپنے ہاتھوں کے دوسرے سانپ بھی اس پر چھوڑ دیے — لال سانپوں نے دیکھتے دیکھتے بدروح لاش کے جسم کا سارا گوشت چٹ کر لیا — اب فرش پر ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ پڑا تھا۔ مہاناگنی نے آگے بڑھ کر ڈھانچے پر اپنا پاؤں رکھ دیا — ایک بجلی کے کڑاکے کی آواز اور بدروح لاش کا ڈھانچہ جل کر سرمہ بن گیا — اس کے ساتھ ہی سارے سرخ سانپ مہاناگنی کے ہاتھوں میں واپس آ گئے۔ اس نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"میرے بچے، اس قبرستان پر بدروح لاش کا جادو ٹوٹ چکا ہے۔"

یہ کہہ کر مہاناگنی دیوی غائب ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی عنبر بھی انسانی شکل میں واپس آ گیا اور تابوتوں میں سے عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ بھی کلمہ پڑھتے ہوئے باہر نکل آئے — وہ ایک دوسرے کو خوش ہو کر ملے۔ عنبر نے کہا:

"ماریا بھی یہاں آئی ہوئی ہے — آؤ اسے تلاش کرتے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"میں نے بھی اس کی بُو محسوس کی تھی۔"

اتنے میں قریب ہی سے ماریا کی آواز آئی:

"میں تمہارے پاس کھڑی ہوں۔"

عنبر ناگ تو خوشی سے نہال ہو گئے لیکن عبداللہ اور زبیدہ حیران ہو کر ان کا منہ تکنے لگے کہ یہ کس ماریا سے باتیں کر رہے ہیں اور وہ دکھائی کیوں نہیں دے رہی — اب عنبر اور ناگ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا — وہ خوشی کے جوش میں بھول ہی گئے تھے کہ عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ کو ماریا کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ یہ دونوں الجزائر کی جنگ آزادی کے مجاہد سوالیہ نشان بن کر عنبر ناگ کو تک رہے تھے — ماریا بھی قریب ہی کھڑی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی —

زبیدہ نے کہا:

"یہ ماریا کون ہے — یہ اس کی آواز کہاں سے آتی تھی؟"

ناگ نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اصل میں یہ ایک جادوگرنی ہے جو ہماری دوست ہے جو کبھی کبھی ہمیں ملنے آ جاتی ہے۔ وہ نظر نہیں آتی۔ ابھی آئی تھی۔ اب واپس چلی گئی ہے۔"

ماریا کو بڑا غصہ آیا — اُس نے زور سے ناگ کا کان پکڑ کر کھینچا — ناگ کان پکڑ کر ایک طرف جھک گیا —

"معاف کردو ماریا جادوگرنی۔"

ماریا نے ناگ کی پیٹھ پر مُکّا مار کر کہا:

"جادوگرنی ہوگی تمہاری نانی — تمہاری خالہ — تمہاری چاچی۔"

عنبر اور ناگ قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ بھی ہنسنے لگے۔

عبداللہ نے کہا:

"جادوگرنی سے آپ کا بڑا مذاق معلوم ہوتا ہے۔"

"ہاں، کچھ زیادہ ہی مذاق ہے۔" ناگ نے اپنا کان سہلاتے ہوئے کہا:

"چلو اب اس جادونگری سے نکل چلیں۔"

عنبر نے کہا اور وہ ہال کمرے سے نکل کر ننانوے سیڑھی میں آ گئے — یہ سیڑھیاں ٹوٹ پھوٹ چکی تھیں۔ بدروح لاش کی موت کے بعد یہاں کا بھی طلسم ختم ہو چکا تھا — وہ سیڑھیاں چڑھ کر باہر قبرستان میں آ گئے — اب قبرستان

میں دھند کا بادل بھی نہیں تھا اور دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی — درخت بھی جو پہلے سوکھے اور سیاہ تھے، اب سرسبز ہو گئے تھے — قبریں جو پہلے کھلی تھیں اب بند ہو چکی تھیں اور قبروں کے اندر مردوں کو سکون سا آ گیا تھا۔

یہ سب کے سب قبرستان کے دروازے کے پاس آ کر ایک طرف رُک گئے — عبداللہ نے کہا:

"فرانس کی شاہی فوج کے سپاہی میری اور میری بیوی زبیدہ کی تلاش میں ہوں گے — ہمیں یہاں سے نکل کر اب کہاں جانا چاہیے۔"

ناگ نے کہا:

"میری رائے میں تمہیں کسی طرح فرانس سے فرار ہو کر اپنے ملک الجزائر واپس چلے جانا چاہیے — یہاں تمہارے لیے ہر طرف خطرہ ہی خطرہ ہے — کیونکہ ہم تو اس ملک سے نکل کر آگے چلے جائیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"میں بھی یہی چاہتا ہوں — لیکن سوال یہ ہے کہ یہ دونوں یہاں سے کس طرح فرار ہوں — چاروں طرف فرانس کے سپاہی ان کی تلاش میں بکھرے ہوئے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ کام میں کیے دیتا ہوں — میں انہیں اپنے ساتھ لے کر کسی بحری جہاز میں سوار کرادوں گا، جو ان کے ملک کو جا رہا ہو۔"

عنبر نے کہا:

"تجویز اچھی ہے، کیوں عبداللہ بھائی تمہارا کیا خیال ہے؟"

عبداللہ نے کہا:

"میں تیار ہوں۔"

زبیدہ نے پوچھا:

"لیکن عنبر بھائی، ناگ ہم دونوں کی حفاظت کر سکے گا؟"

عنبر نے کہا:

"کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ناگ کیا کیا کچھ کر سکتا ہے؟"

"وہ تو میں جانتی ہوں، پھر بھی کسی وقت خیال آتا ہے کہ کہیں ہماری وجہ سے ناگ بھائی بھی کسی مشکل میں نہ پھنس جائے۔"

ناگ نے کہا:

"تم اس بات کی فکر نہ کرو بہن، تم دونوں مسلمانوں کی جنگ آزادی لڑ رہے ہو — تمہاری خاطر اگر میری جان بھی چلی جائے تو پروا نہیں — ویسے ایسا ہوگا نہیں۔"

آخر یہی طے ہوا کہ ناگ ان دونوں میاں بیوی کو لے کر فرانس کے جنوب کی طرف مارسیلز کی بندرگاہ پر جائے اور وہاں سے انہیں کسی طرح بھیس بدلوا کر الجزائر جانے والے جہاز پر سوار کروا کر واپس پیرس آ جائے۔ عنبر نے کہا:

"ہم پیرس کی نوتردے ڈیم سرائے میں تمہارا انتظار کریں گے۔ جب تک تم نہیں آؤ گے، ہم اسی سرائے میں رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" ناگ نے کہا: "سب سے پہلے انہیں اپنے حلیے بدلنے ہوں گے۔"

اسی قبرستان میں عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ نے اپنے حلیے بدل لیے — وہ دونوں پیرا اور پیرن بن گئے تھے — زبیدہ نے پیرنوں کی طرح اپنے بال کھول کر شانوں پر بکھرا لیے تھے — عبداللہ نے بھی لمبا پیروں والا کرتہ پہن لیا — اس کا چغہ پہلے ہی اس کے پاس موجود تھا۔ ناگ نے کہا:

"سانپ جتنے چاہئیں، میں لا دیتا ہوں۔"

ناگ نے اسی وقت آنکھیں بند کر کے سانپوں کو آنے کا حکم دیا — دوسرے ہی لمحے ایک گول ٹوکری میں سانپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہاں آ گئے۔ ناگ نے ٹوکری اپنے کندھے پر رکھ لی اور کہا:

"اب صرف ایک بین کی کمی ہے۔ وہ ہم بازار سے خرید لیں گے — اچھا عنبر اور ماریا بہن خدا حافظ۔"

عبداللہ نے کہا:

"یہ تم نے پھر ماریا کا نام لیا — کیا وہ جادوگرنی ابھی تک تمہارے ساتھ ہے؟"

عنبر نے کہا:

"ہاں، تم ایسا ہی سمجھ لو۔"

اور وہ اپنی اپنی راہ پر چل پڑے —

عنبر اور ماریا پیرس شہر کے نوترے ڈیم کی سرائے کی طرف اور ناگ دونوں میاں بیوی کو لے کر اس سڑک پر روانہ ہو گیا — جو شہر کے جنوب کو جاتی تھی — اس وقت وہ تینوں پیین کے خانہ بدوش پیرے معلوم ہوتے تھے، جو لوگوں کو سانپ کا تماشہ دکھا کر خوش کرتے ہیں اور جو کوئی دے دے لے لیتے ہیں —

ان دنوں فرانس کا انقلاب آنے والا تھا۔ انقلاب کا طوفان اُٹھنے ہی والا تھا — یہ وہی انقلاب ہے جس کا ذکر تاریخ کی کتابوں میں بھی ہم پڑھتے ہیں اور جس میں لاکھوں انسان قتل ہو گئے تھے — پیرس شہر کے چوک میں

گلا کاٹنے والی مشین لگا دی گئی تھی — لوگوں کو چھکڑوں میں بھر بھر کر چوک میں لایا جاتا — ان کی گردنیں مشین کے اندر ڈالی جاتیں اور پھر اوپر سے لوہے کا تیز دھار والا بلیڈ زور سے گرتا اور بدنصیب انسان کی گردن کٹ کر ٹوکرے میں گر پڑتی — اسی موت کی مشین میں فرانس کی شہزادیوں اور ملکہ کی گردنیں بھی کاٹی گئی تھیں۔

ماریا اور عنبر نوترے ڈیم کی سرائے میں جا کر بیٹھ گئے اور ناگ کی واپسی کا انتظار کرنے لگے —

ادھر ناگ دونوں مسلمان مجاہد میاں بیوی کو خانہ بدوش پیروں کے بھیس میں فرانس کے ساحلی شہر مارسیلز میں پہنچ گیا — یہاں سے انہوں نے ایک سمندری جہاز میں سوار ہو کر اپنے وطن الجزائر کی طرف کوچ کرنا تھا — یہ بڑا مشکل کام تھا — کیونکہ اس شہر میں بھی سپاہی ان دونوں کی تلاش میں جگہ جگہ چھاپے مار رہے تھے — بندرگاہ پر سخت پہرہ تھا — ہر مسافر کی تلاشی لی جاتی — اس سے پوچھ گچھ کی جاتی — جن سپاہیوں نے عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ کو دیکھا ہوا تھا — انہیں خاص طور پر بندرگاہ پر لگا دیا گیا تھا تاکہ وہ انہیں پہچان کر گرفتار کر لیں — عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ کو یہ ساری باتیں معلوم تھیں، وہ بھی چوکس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو گئے تھے۔ اگرچہ انہوں نے بھیس بدلا ہوا تھا — پھر بھی خطرہ تھا کہ سپاہی انہیں گرفتار نہ کر لیں —

بندرگاہ کے گورنر نے حکم دے رکھا تھا کہ جہاں کہیں عبداللہ اور اُس کی بیوی دکھائی دے۔ انہیں فوراً پکڑ لیا جائے اور اگر وہ بھاگیں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔ جو مسافر سمندری جہاز پر سوار ہوتے، اُن کی ہر طرح سے پڑتال کی جاتی — ان کے کاغذات دیکھے جاتے۔ انہیں ان سپاہیوں کے آگے پیش کیا جاتا جو زبیدہ اور عبداللہ کی صورت پہچانتے تھے — یہ ایک بڑی مصیبت تھی — ناگ کے دماغ میں ابھی تک کوئی ترکیب نہ آئی تھی جس سے وہ عبداللہ اور زبیدہ کو لے کر جہاز پر سوار ہو سکے — اگرچہ انہوں نے بھیس بدلا ہوا تھا — مگر وہ صاف پہچانے جا سکتے تھے۔

ناگ شہر کے ایک باغ میں درختوں کے نیچے ڈیرا لگا لیا تھا، عبداللہ اور اس کی بیوی زبیدہ باہر نہیں نکلتے تھے۔ عبداللہ نے ناگ کو بتایا تھا کہ مارسیلز شہر میں ان کے کچھ مجاہد ساتھی چھُپ کر زندگی بسر کر رہے ہیں — اُن سے مل کر وہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بن سکتا ہے — ناگ دن بھر ان کی تلاش میں پھرتا رہتا تھا، مگر اسے ابھی تک کوئی کھوج نہیں ملا تھا — ایک روز عبداللہ نے ناگ سے کہا

"ناگ بھائی، ہم یہاں اندر بیٹھے بیٹھے تنگ آ گئے ہیں۔ جی چاہتا ہے، آج شہر سے باہر چلا پھرا جائے۔"

زبیدہ نے کہا:

"ہاں ناگ بھائی، ذرا شہر چل کر دیکھتے ہیں۔ ہو سکتا ہے ہمیں کوئی اپنا مجاہد بھائی کسی بھیس میں دکھائی دے جائے ہم تو اسے پہچان لیں گے۔"

ناگ نے کہا:

"مگر تمہیں بڑا ہوشیار رہنا ہوگا — سپاہی جگہ جگہ پھر رہے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں ناگ، ہم نے بھیس بدلے ہوئے ہیں اور پھر ہم شہر سے باہر پھریں گے۔"

ناگ نے کہا:

"ہم اپنی سانپوں کی پٹاری ساتھ لے چلتے ہیں تاکہ یہی معلوم ہو کہ ہم سپیرے ہیں۔"

ناگ نے سانپوں کی پٹاری اٹھائی اور وہ تینوں سہ کارے والے باغ کے خیمے سے نکل کر شہر کی طرف چل پڑے۔ بازاروں میں رونق تھی — سپاہی ہتھیار لیے عام پھر رہے تھے۔ وہ ایک ایک آدمی کو جو قریب سے گزرتا گھور کر دیکھتے۔ صاف لگتا تھا کہ وہ عبداللہ اور زبیدہ کی تلاش میں ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فرانسس کے قلعے سے فرار ہوئے ہیں — یہ تینوں ایک چوک سے گزرنے لگے تو سامنے سے گھوڑے پر سوار ایک کیپٹن آ گیا۔ اس کے ساتھ سپاہیوں کا ایک دستہ تھا — بدقسمتی سے اس فرانسیسی کیپٹن نے عبداللہ اور زبیدہ کو دیکھا ہوا تھا — اب جو اس نے دو خانہ بدوشوں کو دیکھا تو اس کا ماتھا ٹھنکا — اسے محسوس ہوا کہ ان شکلوں کو اس نے پہلے بھی دیکھا ہے — اس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ سپاہیوں نے ناگ اور عبداللہ کو گھیرے میں لے لیا۔ ناگ نے پوچھا:

"کیوں جناب کیا بات ہے، ہم تو غریب خانہ بدوش سپیرے ہیں۔ ہمیں کس لیے پکڑا جا رہا ہے؟"

اتنے میں کیپٹن گھوڑا بڑھا کر اس کے پاس آ گیا۔ قریب آ کر کیپٹن نے عبداللہ اور زبیدہ کو سپیروں کے بھیس میں بھی پہچان لیا — اس نے تلوار نکال کر لہرائی اور حکم دیا:

"ان تینوں کو گرفتار کر لو۔"

❖ کیا ناگ، عبداللہ، زبیدہ قید سے آزاد ہو سکے؟
❖ کیا ناگ، عنبر، ماریا کی دوبارہ پیرس میں ملاقات ہو سکی؟
❖ وہ عورت کون تھی جو سرکٹنے کے خوف سے عنبر اور ماریا سے مدد چاہتی تھی۔ کیا وہ دونوں اس کی مدد کر سکے؟
❖ وہ کیا راز تھا کہ عنبر پھانسی کی کوٹھری تک پہنچا

یہ آپ "ناگ، عنبر، ماریا کی واپسی" کی چھبیسویں قسط
"عنبر، پھانسی کی کوٹھری میں"
پڑھیں گے!

یکم نومبر کو شائع ہونے والی کتب

سلسلہ عمران ریحان ایڈونچر

سنڈریلا اور مسٹر ڈی کارلو — ۵/- روپے

سلسلہ عنبر، ناگ، ماریا

۲۶۔ عنبر پھانسی کی کوٹھری میں — ۴/- "

انسپکٹر اشتیاق اور انکل جاسوس احمد یار خاں کے کارنامے

۱۔ لاکر نمبر ۸۰ — ۳/- روپے
۲۔ موت کے گھنٹے — ۳/- "
۳۔ مش کا مجرم — ۳/- "
۴۔ بیس لاکھ کی خوابگاہ — ۳/- "

یکم نومبر سے اپنے قریبی بکسٹال سے خرید فرمائیں!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موت کے تعاقب کی داستان

عبرت ناک ماریا

۵ ہزار سالہ سفر کی پراسرار اور سنسنی خیز داستان

مصنف: اے حمید

۱ - لاش سے ملاقات	۴/-	۱۶ - انسانی بلی	۴/-
۲ - جہاز ڈوب گیا	۴/-	۱۷ - سانپوں کا جنگل	۴/-
۳ - مندر کی چڑیل	۴/-	۱۸ - ماریا اور بن مانس	۴/-
۴ - پُراسرار غار کی مورتی	۴/-	۱۹ - قبر نما انسان	۴/-
۵ - ناگ لندن میں	۴/-	۲۰ - لکشمی دیوی کا انتقام	۴/-
۶ - تابوت میں سانپ	۴/-	۲۱ - ناگ اور جادوئی ترشول	۴/-
۷ - موت کا دریا	۴/-	۲۲ - ناگ عنبر مقابلہ	۴/-
۸ - سانپ کا انتقام	۴/-	۲۳ - لاش کی چیخ	۴/-
۹ - سانپ کی آواز	۴/-	۲۴ - آسیب کی رات	۴/-
۱۰ - ناگ کا قتل	۴/-	۲۵ - ننانوے سیڑھیوں کا راز (خاص نمبر)	۴/-
۱۱ - شاہ بلوط کا خزانہ	۴/-	۲۶ - عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں	۴/-
۱۲ - پتھر کا ہاتھ	۴/-	۲۷ - ماریا اور جادوگر سانپ	۴/-
۱۳ - طوفانی سمندر کا بھوت	۴/-	۲۸ - نقلی ناگ کی سازش	۴/-
۱۴ - ڈائناسورس کا جزیرہ	۴/-	۲۹ - بابل کی بدروحیں	۴/-
۱۵ - سیاہ پوش سایہ	۴/-	۳۰ - قبر کی دلہن	۴/-

نیا مکتبہ اقرا ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۶

۵ ہرسطر نیا واقعہ - ۵ ہرسطر نیا ہنگامہ

انسپکٹر اشتیاق اور انکل جاسوس احمد یار خاں کے

کارنامے



سراغرسانی، مزاح سے بھرپور سنسنی خیز جاسوسی ناول

مصنف: امتیاز علی

۱ لاکر نمبر ۸۰	۳/-	۱۳ جرمانے کی موت	۳/-
۲ موت کے گھنٹے	۳/-	۱۴ معاہدہ کا اغوا	۳/-
۳ شش کا مجرم	۳/-	۱۵ مرڈر مرڈر مرڈر	۳/-
۴ ۲۰ لاکھ کی خواب گاہ	۳/-	۱۶ ڈراپ سین	۳/-
۵ آئرن مین	۳/-	۱۷ اٹیک، اٹیک، اٹیک	۳/-
۶ کتاب میں قتل	۳/-	۱۸ ایکشن ری پلے	۳/-
۷ ٹائم بم کی ٹک ٹک	۳/-	۱۹ سیاہ چوہے کا قتل	۳/-
۸ مینٹل کیس	۳/-	۲۰ گولڈن چانس	۳/-
۹ سٹیپ بائی سٹیپ	۳/-	۲۱ ہارٹ اٹیک	۳/-
۱۰ سات کروڑ کا ہنگامہ	۳/-	۲۲ پکنک پوائنٹ	۳/-
۱۱ جاسوس کی موت	۳/-	۲۳ موت کا ناخنہ، عالم انگیز	۳/-
۱۲ ہیلپ می	۳/-	۲۴ ڈیڈ باڈی	۳/-

مکتبہ اقرا - ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۶

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عنبر، ناگ، ماریا
کے مشہور مصنف

اے حمید

کے قلم سے

عمران سیریز ایڈونچر



شدید سرد موسم میں جیدانی ہر مووی پر نئی کہانی!

①	لنڈی کوتل کا بھوت	۵/-	
②	مفرور قیدی	۵/-	
③	ہیڈز اپ	۵/-	
④	ہیروں کا چور	۵/-	
⑤	شاہی تاج کی چوری	۵/-	
⑥	خونی راز	۵/-	
⑦	آدھی رات کو فرار	۵/-	
⑧	خفیہ ڈائری کی تلاش	۵/-	
⑨	جب ہمیں عمر قید ہوئی	۵/-	
⑩	بند کمرے کا راز	۵/-	
⑪	پیرس کے جاسوس	۵/-	
⑫	ایلا، سکالا اور حبشی دادا	۵/-	
⑬	کے جی بی کے جاسوس	۵/-	
⑭	موت کی چٹانیں	۵/-	
⑮	بارود کی موت	۵/-	
⑯	سنڈریلا اور مسٹر ڈی کارلو	۵/-	
⑰	میکاؤ کا سپاکو	۵/-	
⑱	جاپان کی ڈمپل	۵/-	
⑲	سُناتا، جالانگ اور پادری	۵/-	
⑳	اچھا دوست الوداع	۵/-	
㉑	تابت، ڈیوڈ اور عمران	۵/-	
㉒	ایٹمی جل پری	۵/-	
㉓	مائی وڈی اور موٹا ڈیڈی	۵/-	
㉔	دُور بین میں قتل	۵/-	
㉕	بلیک وارنٹ (سلور جوبلی نمبر)	۱۲/-	
㉖	پستول پھینک دو	۵/-	
㉗	عمار چیر عمران	۵/-	
㉘	خاموش ریوالور کی گولی	۵/-	
㉙	پھر دال میں کالا کالا	۵/-	
㉚	ایٹم بم کی تلاش	۵/-	

ملنے کا پتہ: مکتبہ اقرأ - ۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور ۶

انگریزی جاسوسی شاہکار تراجم ادب کے

چیمپئن سیریز کے پیپر بیک ناول

دیوانہ قاتل
کہانی کا فریب
مقتول کا انوا
بونا مجرم
انتقام کی آگ
سائے کا تعاقب
ٹوٹ گئی زنجیر
قتل کی روح
نوٹوں کی بارش
جیب تراش بیوی
خوفناک پاگل
اسمالڈی کا پیار
چوتھا بکرہ
خونی تہذیب
ہوس کے غلام
خونی بلیک میلر
مقتول کا تحفہ
ڈیوڈ جلاد
زہریلی پڑیا
خطرناک نارمولا
پتھر کی موت
طیارے کا انوا
مقدس میڈل
حسین الفت
ترپ چال

مکافاتِ عمل
سنہری مچھلی
جادو کی چابی
جلاد
دولت یا موت
دولت کا غلام
تخت یا تختہ
زہریلی انگوٹھی
حوالی بیٹی
مایا جال
عشق رائیگاں
مکار عورت

ریچرڈ ایس راتھر

جاسوس جج
جنت میں شیطان
گمشدہ عورت
وطن کے غدار
غبن کا کیس
مصنوعی خودکشی
لکھے کا دھندا
حادثوں کا چکر
تالاب میں لاش
بوتل کا جن
پراسرار جزیرہ
کارٹر براؤن
خونی وصیت

ہر جائی جاسوس
بزدل قاتل
گھر کا چراغ
دس لاکھ کی حسینہ
مہم دوست دشمن
قدیم زیورات
اغوا کا فریب
کھوجی لڑکی

اے۔ اے۔ فیئر

قانونی قتل
دولت کی پجارن
بناوٹی حادثہ
حریص ڈاکٹر
قیمتی خطوط
مچھیروں کے شکاری
منشیات کا چکر

اسٹینلے گارڈنر

مستعار دوشیزہ
صبح کا بھولا
مشتبہ شوہر
بیباک لڑکی

ایسٹر میکلین

قاتلوں کا قافلہ
خون کی کلید
جنگی منصوبہ
گرلڈن گیٹ
لاوارث لاشیں

لاکھوں کتابوں سے ہمارا انتخاب

خوبصورت انتقام
موت کی وادی
فریبی حسینہ
سیاہ دائرے
خوفناک سایہ
شب کا مسافر
سونے کی کان
خاموش انتقام
خوفناک سانپ
موت کا جال
شیطانی منصوبہ
فاتح جاسوس
موت کی جیت
خاتون دوست

بے گناہ قاتل
روڈ بلاک
ڈائری کا ہنگامہ
مالی لیڈی
ننگی لاشیں
گناہ کے سائے
دوسرا چہرہ
میگر مچھ کی تلاش
قاتل یا مقتول
ہلاکو خنجر
فولادی تیر
دہشت کا جہنم
شیطان کے پجاری
دریائی قزاق
خطاء کا پتلا
مصنوعی چہرہ
مقتول کی سرگزشت
پانچواں قتل
قاتل مصور
زہریلی گیس
بھیانک انتقام
گھر کا بھیدی
سکاٹ لینڈ یارڈ
انتقام کی آگ

قیمت فی کتاب ۴ روپے

کامران سیریز کشمیری بازار راولپنڈی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مشہور ادیبوں کی مشہور کتابیں

تین عورتیں	سعادت حسن منٹو	۱۰/- روپے
آخر شب کے ہم سفر	قرۃ العین حیدر	۳۵/- "
ہاؤسنگ سوسائٹی	قرۃ العین حیدر	۹/- "
بادوں کی بارات	جوش ملیح آبادی	۶۰/- "
آؤ کہ کوئی خواب بُنیں	ساحر لدھیانوی	۶/- "
ساحر اور اُس کی شاعری	ساحر لدھیانوی	۹/- "
متاعِ غیر	ساحر لدھیانوی	۶/- "
خرابات	عبدالحمید عدم	۲۵/- "
چارۂ درد	عبدالحمید عدم	۱۵/- "
چاک پیراہن	عبدالحمید عدم	۲۰/- "
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی	۱۲/- "
کرشن چندر کے بہترین افسانے	کرشن چندر	۱۲/- "
میں انتظار کروں گا	کرشن چندر	۱۰/- "
کتاب کا کفن	کرشن چندر	۱۳/- "
روٹی، کپڑا اور مکان	کرشن چندر	۱۰/- "
دُوسری برفباری سے پہلے	کرشن چندر	۱۵/- "
ایک گرجا ایک خندق	کرشن چندر	۱۲/- "
عصمت چغتائی کے بہترین افسانے	عصمت چغتائی	۱۵/- "
تین پیسے کی چھوکری	قاضی عبدالغفار	۹/- "
جنگل	میرزا ادیب	۱۰/- "
رنگینیاں	شکیل بدایونی	۲۵/- "
راجندر سنگھ بیدی کے بہترین افسانے	راجندر سنگھ بیدی	۱۵/- "

چودھری اکیڈمی ○ ۲۰۵۰ ذوالقرنین چیمبرز ○ گنپت روڈ ○ لاہور

شہزادہ ہاروت کے ہوشربا سفر

تہلکہ خیز، طلسم و عجائبات کی حیرت انگیز
داستانیں اور عجیب و غریب کارناموں سے بھرپور

مصنف: آغا اشرف

آدھا آسمان ۵/- | قطرے میں سمندر ۴/-
سورج محل ۴/- | موت کی پھنکاریں ۴/-

زیرِ طبع

لاکھ آنکھیں لاکھ سورج ۴/- | خون آشام چوھے ۴/-
بابون بلائیں ۴/- | برام بُو ۴/-
بجلیوں کا پہاڑ ۴/- | قیامت کے پُتلے ۴/-

مکتبہ اقراء ۱۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

مصنف: اشتیاق احمد

۱- محمود فاروق، فرزانہ کا اغوا ۴/۵۰	۲- کمرہ نمبر ۴۲۰ ۵/-
۳- خون کی تحریر ۴/۵۰	۴- پہاڑیوں میں موت ۴/۵۰
۵- موت کی سرنگ ۴/۵۰	۶- ہنگامے کی موت ۴/۵۰
۷- بنک کے ڈاکو ۵/-	۸- لوہے کا آدمی ۵/-
۹- پراسرار مہمان ۵/-	۱۰- جیرال کی واپسی ۵/-
۱۱- ہولناک دشمن ۵/-	۱۲- جزیروں کا ہوا ۵/-
۱۳- قلعے کے قیدی ۵/-	۱۴- خون کا سمندر ۶/-
۱۵- ہاتھ کی تلاش ۵/-	۱۶- کالا شہر ۴/۵۰
۱۷- شومٹا کی لاش ۵/-	۱۸- ماموں کا ہنگامہ ۴/۵۰
۱۹- فرضی قتل ۴/۵۰	۲۰- خوفناک کتا ۵/-

ناشر
مکتبہ اقراء
۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk